إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الإِسْلَام

الحمد لله المنعام

کہ علم کلام مین جو کل علوم دینیہ کے اصل اور سب سے

افضل اور اشرف اور جسکا سیکھنا ہر خاص و عام پر فرض تام ہے یہہ کتاب مفید انام

مسمی بہ

عقائد الاسلام

سنہ ۱۳۰۲ ہجری

کہ جسمین

مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی نے کمال تفصیل سے ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے

عقائد اسلامیہ کے ثبوت اور مخالفین کے کل شبہات کے جواب کا

التزام کیا ہے

بار ثانی

دہلی کے مطبع انصاری مین

چھپی

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین - والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین - محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد فقیر
حقیر ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر اصلح اللہ حالہما واحسن مآلہما کہتا ہی کہ باتفاق عقل و نقل
انسان کی نجات تکمیل قوت نظریہ و عملیہ پر موقوف ہے اسیوجہہ سی ہر عاقل انکی تکمیل مین زائد
مصروف ہے تکمیل قوت نظریہ سی درستی عقائد مراد ہے اور تکمیل قوت عملیہ سی تہذیب اخلاق و عادات
مقاد ہی لیکن چند وجہہ سی درستی عقائد اصلاح اخلاق سی بہ ضروری ہی اول یہ کہ جسکے اعمال مین قصور
ہی انجام کار اوسکو ایمان کی وجہہ سی کہ وہ منجملہ عقائد ہی نجات ہی مگر جسکے عقائد مین فتور ہے
اوسکی لئی آفات اور وہ ہمیشہ جہنم مین محصور ہی دوم فرضیت عقائد ہر حال مین باقی رہتی ہے
بخلاف تکلیف اعمال کے کہ وہ فتور جسم کے وقت دور ہو جاتی ہے سوم عمل علم کی فرع ہے اور عقائد
از قسم علم ہین چہارم باینہمہ عقائد مین عمل کے ضرورت نہین بلکہ صرف دلسی سچ جان لینا اور اوسکو مان
لینا ہی کافی ہے بخلاف اعمال کے کہ وہان عمل مین لانا بھی ہے وافی ہے لہذا احقر نے بنظر انتفاع خاص و عام یہ
رسالہ لکہکر تمام کیا اور ان چند امور کا اوسمین التزام کیا اول کل عقائد ضروریہ کو اردو مین بعبارت سلیس
لکہا دوم عقائد ضروریہ کو بقلم جلی دو قوس مین لکہا فوائد اور ادلہ کو بطور شرح درج کیا سوم
ہر بحث مین مناسبت کو مرعی رکہا چہارم قبل اثبات نبوت آنحضرت علیہ السلام ہر مدعا پر ادلہ
نقلیہ سے عقلیہ کو مقدم رکہا بعد اسکی برعکس کیا اور ادلہ نقلیہ مین اول قرآن کی آیت کو پہر
حدیث صحیح پہر اجماع کو پیش کیا اور کسی جگہہ غیر معتبر کتاب اور قول ضعیف کا حوالہ نہین دیا پنجم
اول مذہب مخالف کو صراحت سی بیان کیا پہر اوسکی رد کی درپی ہوا ششم مخالفین کی نقول الزامی سے
و تحقیقی جواب دئی ہفتم تہذیب سے کلام کیا ہشتم ہر مسئلہ مین افراط و تفریط سی اجتناب تمام کیا پس یہ مجموعہ
مین خوش اسلوبی سے سارہی تین مہینے مین تمام اور باعث انتفاع خاص و عام ہوا فللہ الحمد وہو المستعان وعلیہ التکلان

فہرست عقائد الاسلام

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون

تمام شد

إنّ الدين عند الله الاسلام

الحمد لله المنعام

کہ علم کلام میں جو کل علوم دینیہ کی اصل اور سب سے

افضل اور اشرف اور جسکا سیکھنا ہر خاص و عام پر فرض تام ہے یہ کتاب مفید نام

مسمّٰی بہ

عقائد الاسلام

کہ جسکے مصنف

مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب سلمہ دہلوی نے کمال تفصیل سے ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے عقاید

اسلامیہ کے ثبوت اور مخالفین کے کل شبہات کے جواب کا

التزام کیا ہے

مطبع انصاری دہلی میں چھپی

بسبب قوت دینے نطق کے منطق کہنے لگے اسیطرح اس علم کو بسبب قادر کرنے اوپر کلام
کرنیکے کلام کہنے لگے یہ علم سب دینی علموں سے اشرف ہے کیونکہ اسمیں عقاید دینی کا
ذکر ہے اور عقیدہ کی صحت پر سب عبادات کا مدار ہے کیونکہ اگر عقیدہ خراب ہے تو کوئی
عبادت قبول نہیں ہوتی اور یہ سب علوم دینیہ کی اصل بھی ہے کیونکہ اس علم میں اللہ تعالی
کی ذات اور صفات خصوصًا کلام اور نبوت وغیرہا ایسی چیزوں کا ثبوت ہے کہ جنپر سب علوم
دینیہ کا مدار ہے اور انپر موقوف ہیں **پس** ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اول اس علم کو حاصل
کرے تاکہ عقاید درست ہوجائیں اُسکے بعد سب عبادات درجہ قبولیت پاویں **فائدہ**
اس علم کا یہ ہے کہ انسان اپنے عقاید درست کرکے جنت الفردوس میں ہمیشہ آرام پاوے
اور دوزخ کے سخت عذابوں سے کہ جو بسبب فساد عقیدہ کے ہونگے چھوٹ جاوے **ابو منصور
ماتریدی** کہ جو تین واسطے سے امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد ہیں اور سنہ تین سو تینتیس ۳۳۳
ہجری میں وفات پائی اور ماترید جو سمرقند کے قریب ایک گانوں ہے وہاں کے رہنے والے
تھے اور **ابو حسن اشعری** کہ جو قریب اسی زمانہ کے تھے یہ دونوں شخص اہل سنت
والجماعت کے علم عقاید میں امام ہیں مسئلہ تکوین وغیرہا چند تحقیقات میں انکا باہم اختلاف
ہے باقی ہر مسئلہ میں متفق ہیں سو مسئلہ اختلافیہ میں شافعی لوگ امام ابو حسن اشعری کے
تابع ہیں اسوجہ سے انکو اشعریہ کہتے ہیں اور حنفی لوگ امام ابو منصور کے قول کے
تابع ہیں اس سبب سے انکو ماتریدیہ کہتے ہیں۔ اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی
لوگ ہیں اور اہل حدیث بھی انھیں میں داخل ہیں ان متقدمین کے عہد میں علم عقاید
میں عقاید دینیہ کہ جو قرآن و احادیث سے ثابت تھے مذکور ہوتے تھے منطق اور
فلسفہ کو دخل نہ تھا جسطرح کہ **فقہ اکبر** امام ابو حنیفہ کی کتاب میں مذکور ہیں

البتہ متقدمین فرقہ معتزلہ کے رد کرنیکا زیادہ اہتمام کرتے تھے تاکہ عوام اُنکے دام میں آویں
معتزلہ کے حدوث کا یوں قصہ ہے کہ ایک شخص واصل بن عطا نامی شیخ حسن بصری رح
کی مجلس میں یہ کہنے لگا کہ کبیرہ گناہ کرنیسے نہ مومن رہتا ہے نہ کافر ہوتا ہے حسن نے فرمایا
قد اعتزل عنا یعنی یہ شخص ہم جمہور اہل اسلام سے الگ ہوگیا اور اُسی روز سے واصل کی گروہ کو
معتزلہ کہنے لگے علی ہذا القیاس جو جو لوگ جمہور اہل اسلام کے عقائد میں مخالف ہوتے گئے اُنکے
فرقوں کے جُدے جُدے نام مقرر کیے گئے یہانتک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے مطابق جمہور
اہل اسلام میں سے بہتر فرقے نکلے وہ سب کے سب گمراہ ہیں گر اُنکے عقائد کفر تک نہ پہنچے ہونگے تو
انجام کار دوزخ سے نجات پاوینگے تہتّرواں فرقہ جمہور اہل اسلام کا کہ جسکا نام اہل سنت
و فرقہ ناجیہ ہے اور خاص ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے آل و اصحاب کے طریقہ پر ہے سو وہ راہ
راست پر ہے چنانچہ اسکی تحقیق آگے آویگی انشاء اللہ تعالے معتزلہ اور شیعہ نے سوا بعض مسائل
مثل مسئلہ امامت کے اکثر جائے عقائد میں متفق ہیں واصل کے بعد اُسکے پیرو مدت دراز تک
اپنے عقائد کو ادلہ فلسفیہ سے مدلل کرکے لوگونکو بہکاتے رہے اور جمہور اہل اسلام میں سے کسی نے
کما ینبغی اُنکے رد کرنیکا اہتمام نکیا یہانتک کہ امام ابو الحسن اور اُنکے اُستاد ابو علی جبائی
معتزلی میں مسئلہ صلح میں کہ جسکا ذکر آگے آویگا گفتگو شروع ہوئی ابو علی نے الزام فاحش کھایا
اور سکوت اختیار کیا پھر تو ابو الحسن اور اُنکے پیرووں نے عقائد حقہ کا اثبات اور مخالفین خصوصاً
معتزلہ کا خوب ہی رد کرنا شروع کیا گویا متقدمین میں مخالفین کا رد کرنا انہیں سے شروع ہوا ہے
پھر جب خلفای عباسیہ کے عہد میں منطق اور فلسفہ کا یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا
تو متاخرین نے منطق اور فلسفہ کو تاکہ مخالفین اور خصوصاً حکمائے کافرین کا انہیں کے آلہ
سے خوب رد ہو علم کلام میں داخل کر دیا یہانتک کہ اس فن کی کتابونکو طبعیات اور الٰہیات اور

لوکان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابن زبعری کو اسکے عذر
پر الزام فاحش دیا تھا لیکن وہ منطق اور فلسفہ وغیرہ علوم کو دخل نہ دیتے تھے سو ہم
بھی اپنی اس کتاب میں متقدمین ہی کے طریقہ کو اختیار کریں گے انشاء اللہ تعالی مرتبہ
اس کتاب کا یہ ہے کہ پہلے کچھ لکھنا پڑھنا ضروری کہ جب یہ کتاب خوب سمجھ میں آوے اور
اسکا ہر ایک مسئلہ ذہن نشین ہو جاوے حاصل کرلیوے پھر اس کتاب کو دیکھے پھر اگر تعلقات
دنیاوی میں مصروف ہو جاویگا یا غیر جنس لوگوں کی صحبت کا اتفاق پڑیگا تو عقائد میں
کسیطرح کا فتور نہ آویگا اور ملاحدہ و یہود و نصاری کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے دین میں کچھ
قصور نہ آویگا **مسلمانوں** کو واجب ہے کہ اس علم کو سیکھیں اور اپنی بیویوں اور بچوں کو
سکھاویں تاکہ بلیات دنیوی اور اخروی سے نجات پاویں اور تاکہ لڑکوں کی فطرت سلیمہ
محفوظ رہے اور اوائل عمر میں عقائد حقہ نقش حجر ہو جاویں بالخصوص اس زمانہ میں
کہ ہر طرف سے گمراہی کا زور ہے اور گمراہ لوگوں کا کہ شیاطین الانس ہیں ہر گلی و کوچہ میں
غل و شور ہے اللہم اہدنا الصراط المستقیم بوجہ نبیک الکریم **واضح** ہو کہ جن چیزوں سے عقیدہ
متعلق ہے یا تو وہ ایسی ہیں کہ عالم برزخ میں یا آخرت میں انکا پایا جانا خاص نہیں ہے پس وہ
اول باب میں مذکور ہونگی یا وہ عالم برزخ ہی میں پائی جاتی ہیں تو وہ دوسرے باب میں
درج ہونگی یا وہ خاص عالم حشر و نشر میں پائی جائیں گی تو وہ تیسرے باب میں لکھی جاویں گی

---

۹۳ ابن زبعری ایک شخص کا نام ہے اسنے نبی ع م سے آکر کہا کہ اللہ فرماتا ہے انکم وما تعبدون حصب جہنم
یعنی تم اے مشرکین اور جنکو تم پوجتے ہو جہنم کے ایندھن ہو حالانکہ لوگ انبیاء ع م کو بھی پوجتے تھے پس چاہیئے کہ وہ بھی
جہنم میں جاویں حضرت نے فرمایا کہ تجھکو اپنی زبان کے محاورے کی بھی خبر نہیں تو نہیں جانتا کہ لفظ ما جو قرآن میں آیا ہے اس سے
غیر ذوی العقول چیزیں مراد ہوا کرتی ہیں پس انبیاء ذوی العقول تھے وہ مراد نہیں ہیں بلکہ حجر و شجر مراد ہیں ۱۲ کذا فی شرح المواقف

باب اول فصل اول

اور جن چیزوں میں کچھ عمل کو بھی دخل ہے لیکن اہل حق اور فرق ضالہ میں مابہ الامتیاز
اور متنازع فیہ ہیں انکو اور کلمات کفر کو خاتمہ میں ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ **باب**
اول اس باب میں چند فصلیں ہیں **فصل اول** خالق جہاں کے اثبات میں **معلوم** ہو
کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے میں کسی عقلمند کو شک نہیں ہے بلکہ اسکا موجود ہونا ہر شخص پر
آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس امر کا یقین کرنا ہر شخص کی فطرت میں داخل ہے کما فی القرآن
فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا[۱] الآیۃ وفی الحدیث **وما من مولود الا ویولد علی الفطرۃ**
الحدیث لہذا انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو توحید سکھایا کرتے تھے اور اللہ کے موجود
ہونے میں گفتگو نکیا کرتے تھے کیونکہ اسکا ہر ایک شخص کو اقرار تھا پس عاقل کے لیے
اسکے ہونے پر دلیل کی حاجت نہیں ہے وہ خود عالم کے احوال میں نظر کر کے یقین کریگا کہ
بیشک کسیکے پیدا کرنیسے یہ زمین و آسمان حجر و شجر انسان و حیوان پیدا ہوئے ہیں آخر کوئی تو ہے
کہ جسنے انکو معدوم سے موجود کر دیا ہے اور نیستی سے ہستی میں لایا ہی اور پھر جسطرح چاہتا ہے
اسمیں تصرف کرتا ہے جسطرح سے کہ کسی تخت کے دیکھنے سے یقین کامل ہو جاتا ہی کہ کوئی انکو
اسکا بنانیوالا ضرور ہے کیونکہ خود بخود اسکا ہونا محال ہے کسلیے کہ سبز درخت کے تختوں اور لوہے
کی کیلوں کی آپسے آپ بترتیب جمع ہونیکی کیا مجال ہے **پس** جسطرح کہ تخت کے بنانے
والیکا بن آنکھ کے دیکھے یقین کامل ہو جاتا ہے اسیطرح مخلوقات کو دیکھکر انکے خالق
اللہ رب العالمین کے ہونیکا یقین کامل ہو جاتا ہے اور بن دیکھے دلکو یقین آتا ہی کیا خوب کہا ہی
ایک اعرابی نے **البعرۃ تدل علی البعیر وآثار الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج والارض ذات**
فجاج کیف لا تدلان علی الصانع اللطیف الخبیر یعنی جبکہ اونٹ کی مینگنی دیکھکر بن دیکھے اونٹ کے ہونیکا

۱؎ سورہ روم رکوع ۳ ترجمہ تراش اللہ کی کہ جسپر تراش کیا لوگوں کو ۱۲ منہ

یقین کامل ہو جاتا ہے اور اسیطرح آدمی یا کسی اور کے نقش پا دیکھنے سے یقین آتا ہے کہ
بلاشبہ یہ نقش پا کسی نہ کسی کے پاؤں سے ہوا ہے تو پھر کیا برجوں والے بلند آسمان اور کشادہ
راستوں کی زمین دیکھنے سے اللہ صانع عالم لطیف وخبیر کے ہونیکا یقین نہوگا **الغرض**
جسطرح کہ مصنوعات کو دیکھکر اُنکے صانعوں کا یقین ہر عاقل کو آتا ہی اسیطرح اللہ کے مصنوعات
زمین و آسمان حجر و شجر بحر و بر حیوان و انسان کے دیکھنے سے اُنکے بنانیوالے اللہ تعالیٰ کا یقین
ہر ہوشمند کو حاصل ہوتا ہے پس اُنکے واسطے اور دلیل کی ضرورت نہیں لیکن ملحدونکو کہ اُنکی
چشم حق بین نابینا ہے بدون دلیل دندان شکن کے تسکین نہیں ہوتی ہی گو اُسکے ہونے پر دلیل
لانا عین دوپہر میں آفتاب کے موجود ہونے پر دلیل لانا ہے لہذا دلیل بیان کرتا ہوں ہونا **مقدمہ**
دلیل ہر ایک چیز کے اصل میں حقیقت ہے مثلاً جو چیزیں کہ ہمیں دکھلائی دیتی ہیں جیسا کہ انسان
و حجر و شجر وغیرہ وہ واقع میں موجود ہیں محض وہم و خیال ہی نہیں ہے جیسا کہ عنادیہ کہتے ہیں
اور یہ بھی نہیں ہے کہ جس چیز کو ہمنے جیسا خیال کرلیا وہ چیز وہی ہے مثلاً درخت کو اگر ہم
انسان سمجھ لیویں تو وہ انسان ہے اور اگر اُسکو کچھ اور سمجھ لیویں تو وہ اور ہی ہے چنانچہ بعض احمقوں
نے یہی رائے ہی اور انکو **سوفسطائیہ عندیہ** کہتے ہیں **مقدمہ دوم** اور اشیاء کے حقایق موجود ہونے
پر ہمکو اُنکا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے یعنی ہم اُن چیزونکو جانتے ہیں یہ نہیں ہے کہ ہمکو کوئی چیز معلوم
نہیں ہے اور ہمکو کسی چیز کا علم نہیں ہے چنانچہ بعض نادان کہ جنکو سوفسطائیہ **لاادریہ** کہتے ہیں
اسیکے قائل ہیں پس جب یہ ثابت ہوا تو ہم کہتے ہیں کہ کل عالم (یعنی سوائے ذات و صفات اللہ تعالیٰ کے)

لہ حکماء یونان میں سے ایک گروہ کا سوفسطائیہ نام ہے اُنھیں تین فریق ہیں ایک عنادیہ کہ بسبب
عناد کے حقایق اشیاء کے منکر ہیں دوسرا عندیہ کہ اپنے عندیہ یعنی خیال کے تابع ہر شے کو کہتے
ہیں منسوب اسلئے بعندیہ تیسرا لاادریہ وہ کہتے ہیں کہ ہمکو کسی چیز کا علم نہیں ۱۲ منہ

زمین وآسمان حجر و شجر وغیرہ کے سب حادث ہیں (یعنے پہلے نہیں تھے پھر موجود ہوئے ہیں)
پس جب تمام عالم حادث ہوا تو ضرور ہے کہ اُسکے لیے کوئی **محدث** یعنی پیدا کرنیوالا ہوگا
کس لیے کہ پیدا کرنا بدون کسی پیدا کرنیوالے کے ممکن نہیں ہے کیونکہ فعل بدون فاعل کے ہرگز
نہیں ہوسکتا ہے اور وہ پیدا کرنیوالا تمام عالم کا **اللہ تعالیٰ** ہے کس لیے کہ اُسکے ماسوا[۱]
ہر چیز عالم میں داخل ہے اور یہی مدعا ہے اب رہا عالم کے حادث ہونیکا ثبوت سو وہ
اس طور پر ہے کہ کل عالم یا **عین** ہے یا **عرض** کیونکہ اگر بذات خود پایا جاتا ہے جیسے کہ حجر و شجر و
زمین وآسمان تو عین ہے اور جوہر اور اگر بذات خود نہیں پایا جاتا بلکہ کسی اَور میں ہوکر
پایا جاتا ہے جسطرح سیاہی سفیدی کہ کسی کپڑے یا اور میں ہوکر پائی جاتی ہے اور خود بخود
نہیں پائی جاتی تو یہ **عرض** ہے اور کل **اعراض** حادث ہیں بعض کا حادث ہونا مشاہدہ سے معلوم
ہوتا ہے مثلاً سیاہی کے بعد سفیدی یا گرمی کے بعد سردی یا نور کے بعد ظلمت پیدا ہو جاتی ہے
اور بعض کا حادث ہوجانا اس دلیل سے ثابت ہے کہ عرض عدم کو قبول کرتا ہے یعنی فنا ہو جاتا ہے
مثلاً سفیدی جاکر سیاہی آجاتی ہے یا کسی بدن میں سردی آجانے سے گرمی دور ہو جاتی ہے
علی ہذا القیاس اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتی **پس**
ثابت ہوا کہ **اعراض** قدیم نہیں ہیں اور یہی مدعا ہے اور **اعیان** بھی سب حادث ہیں کیونکہ
عین یا تو جسم ہے یا جوہر فرد کہ جسکو جزو لا یتجزی کہتے ہیں یعنی نہایت چھوٹا ٹکڑا کہ پھر
اُسکے ٹکڑے نہو سکیں **پس** ہر جسم اور جوہر کو حرکت اور سکون عارض ہے کس لیے کہ اُنکے
واسطے مکان یا **حیز** یعنے ٹھیرنیکی جائے تو ضرور ہے پس اگر اس آن سے پہلے بھی اس حیز یا مکان
میں تھے تو ساکن ہیں ورنہ متحرک اور حرکت اور سکون بسبب عرض ہونیکے حادث ہیں

اعراض و اعیان کا حادث ہونا

[۱] کس لیے کہ عالم سوائے ذات و صفات اللہ کے سبکو شامل ہے ۱۲ منہ

پس یہ جسم اور جوہر کہ جنکو یہ حرکت اور سکون عارض ہے حادث ہیں ورنہ لازم آویگا
کہ حوادثات ازل میں پائے جاویں اور قدیم کہلاویں اور یہ محال ہے فتامل پس جب کل
اعیان اور کل اعراض کا حادث ہونا ثابت ہوا تو کل عالم کا حادث ہونا بھی ثابت
ہوگیا کیونکہ کل عالم انہیں دو میں منحصر ہے قرآن مجید کی آیات سے بھی عالم کا حادث ہونا ثابت
ہوتا ہے ازانجملہ یہ آیت ہے اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام یعنی چھہ روز
کے عرصہ میں اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے وازانجملہ یہ آیت ہے خلق کل شیئ فقدرہ
تقدیرا کہ اللہ تعالی نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اندازہ کیا اور کل شے عین عالم ہے ازانجملہ
یہ آیت ہے اللہ خالق کل شیئ یعنی ہر چیز کو اللہ نے بنایا ہے اور ہر شے کو ہستی میں لایا ہے
ازانجملہ یہ آیت ہے ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام اللہ نے آسمانوں
اور زمین کو اور جس قدر چیزیں کہ انمیں ہیں سب کو چھہ دن کی مقدار میں بنایا ہے اور حدیث
میں آیا ہے کان اللہ ولا شیئ یعنی ازل میں ایک اللہ تھا اور کوئی چیز اسکے ساتھ وہاں
نہ تھی ماسوا اس دلیل کے عالم کے جس قدر حالات ہیں انمیں سے ایک ایک اسکے لیے دلیل ہے
ازانجملہ تصرف ہے تمام جہان کیسا قبضہ قدرت میں ہے کیونکہ ہواؤنکا بدل دینا پھر
بادلونکا انپر سوار کرکے جس جگہ چاہیے لیجانا پھر کہیں مینہ برسانا کہیں برسانا آسمانونکو
ہر وقت گردش میں رکھنا کسی ستارے کو بڑا کسیکو چھوٹا کردینا آفتاب اور ماہتاب کو
نور اور جسم میں کم اور زیادہ بنانا شب روز میں اختلاف ہونا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے
ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنہار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع
الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتہا وبث فیہا من کل دابۃ
وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لایت لقوم یعقلون

از قرآن

از احادیث

تصرف صانع عالم

کہ آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے بدلنے میں اور کشتیوں میں جو انسانوں کے فائدہ
کی چیزیں لیکر دریا میں چلتی ہیں اور اُس پانی میں کہ اُسکو اللہ نے آسمان سے اُتارا پھر اُس سے
مردہ زمین کو زندہ کیا اور اُسمیں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہوا کے پھیرنے میں اور
بادلوں میں کہ جو آسمان اور زمین کے درمیان ادھر میں مسخر ہیں البتہ انمیں عقلمندوں کے
لیے نشانیاں ہیں باوجودیکہ سب افلاک کا مقتضے طبعی ایک ہے پھر قطبین کی جگہ سے
بالکل ساکن اور منطقہ کیجا ہی سے نہایت تیز رفتار ہونا علی ہذا القیاس بسائط کا مقتضی
طبعی ایک ہے پھر اختلاف بعید کا ہونا کہ مثلاً زمین کہیں سے نرم اور کہیں سے نہایت سخت
کہیں بلند اور کہیں پست کہیں کوئی رنگ کہیں اور رنگ اسیطرح شب و روز کا کم زیادہ ہونا
انسان وغیرہ اشیاء کا باوجود اتحاد شکل نوعی کے تشخصات میں ایسا اختلاف ہونا کہ ایک
دوسرے سے ممتاز اور پھر ایکدوسرے کے ساتھ نوع یا جنس میں متحد اور مشارک ہے صاف دلالت
کرتا ہے کہ یہ امور قادر مختار کے اختیار سے واقع ہوئے ہیں کس لیے کہ خود بخود انکا اسطرح
ہونا ایسا محال ہے کہ جیسا پتھر کا بدون کسیکے ہلائے ہلنا اور چلنا محال ہے پس عالم
کے یہ تصرفات دیکھکر عاقل کو یقین کامل ہوتا ہے کہ کسی مختار کے کرنیسے یہ امور ہوتے
ہیں جسطرح کہ پتلی کے حرکات و سکنات دیکھکر عاقل جان لیتا ہے کہ پس پردہ کوئی شخص
اسکو حرکت دے رہا ہے اور وہ تصرف کرنیوالا تمام عالم کے لیے **اللہ تعالیٰ ہے**
کیونکہ اُسکے سوائے ہر چیز عالم میں داخل ہے اور عالم یا جزو عالم کا تصرف کرنا عالم یا جزو
عالم میں محال ہے سو ضرور ہوا کہ وہ تصرف کرنیوالا غیر عالم کے ہونا چاہیے اور وہ غیر
عالم کے اللہ ہے اور یہی مدعا ہے **از انجملہ ترتیب ہے** کہ ہر شے کو درجہ بدرجہ اُسکے کمال
تک پہنچاتا ہے اور شیئاً فشیئاً پرورش کرتا ہے اسی لیے قرآن میں سب سے اول اللہ تعالیٰ کی

یہی صفت مذکور ہوئی ہے کما قال اللہ تعالی الحمد للہ رب العلمین کہ سب تعریفیں ہیں اللہ کو
کہ جو تمام عالم کا مربی ہے لہذا ہر ممکن کو ہر وقت اپنی ہستی میں اسکی طرف حاجت رہتی ہے
پس اگر یہ ممکنات خود بخود ہوتے تو ایک ہی بار ہو جاتے اور اپنے کمالات حسب دلخواہ حاصل
کرتے اور کوئی کسی سے کسی بات میں کم نہوتا کیونکہ جو اپنی ذات میں کسیکا محتاج نہیں
ہے تو وہ اپنی صفات میں بھی کسیکا محتاج نہیں ہے اور کبھی کوئی چیز فنا بھی نہوتی
کیونکہ جو اپنے وجود میں اور جمیع صفات میں کسیکا محتاج نہیں اور خود بخود ہے تو وہ فنا
نہیں ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز کبھی متغیر ہوتی کیونکہ تغیر غیر کیطرف احتیاج سے ہوا کرتا ہے
اور یہ ظاہر ہے کہ عالم میں یہ پانچوں اوصاف پائے جاتے ہیں کیونکہ عالم دفعتہً نہیں ہوا
جیسا کہ ستۃ ایام کا لفظ اسپر صاف دلالت کرتا ہے اور بہت سی چیزونکا تدریجاً پیدا
ہونا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے اور کمالات میں بھی ہر ایک چیز دوسری سے متفاوت ہے آفتاب
کا نور زیادہ ماہتاب کا کم ایک آدمی دوسرے سے قوت میں کم زیادہ ہے ایک درخت دوسرے
سے بڑا چھوٹا ہے علی ہذا القیاس اور صدہا چیزیں عالم کی بالمشاہدہ فنا ہوتی ہیں اور
روز بروز متغیر ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ عالم خود بخود نہیں ہوا پس ضرور ہے کہ اسکے لیے
کوئی اور شخص خالق اور مربی اور موجد ہو سو وہ اللہ تعالی ہے از انجملہ انتظام قوانین
عالم ہے آسمان سے زمین تک اور عرش سے فرش تک تمام عالم میں ایک عجیب انتظام رکھا ہوا ہے
کہ عاقل کی عقل حیران اور دانشمند کا فہم سرگرداں ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے
خلق السموت والارض بالحق یکور الیل علی النہار ویکور النہار علی الیل وسخر الشمس والقمر
کل یجری لاجل مسمی الآیات کہ اللہ نے بنایا آسمانوں اور زمینوں کو خوب سے لپیٹتا ہے
رات کو دن پر اور دن کو رات پر اور مسخر کیا سورج اور چاند کو کہ ہر ایک چلتا ہے ایک وقت

معین تک قال یدبر الامر من السماء الی الارض کرتدبیر کرتا ہے ہر کام کی آسمان سے زمین تک
وقال هو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلا ثم
لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخا ومنکم من یتوفی من قبل ولتبلغوا اجلا مسمی ولعلکم تعقلون
کہ اللہ وہ ہے کہ جسنے تمکو اول خاک سے بنایا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے بنایا پھر لڑکا بنا کر
باہر لایا پھر بعض تمسے جوانی کو پہنچتا ہے پھر بوڑھا ہوتا ہے اور بعض تمسے پہلے ہی مر جاتا ہے
یہ اس لیے کہ اپنی اجل مقرر تک پہنچو اور سمجھو پس گردش افلاک سے شب روز کا ہونا پھر ہر
موسم کا بدلنا اول مہینے میں ماہتاب کا اول شب میں نکلنا موسم پر برسات کا ہونا عین
انتظام ہے اگر انمیں سے کسی چیز میں فتور آوے تو سب کارخانہ درہم برہم ہو جاوے وعلی ہذا القیاس
اول انسان کا مادہ منی غذاؤں سے ہونا پھر چالیس روز کے بعد رحم میں اُسکا علقہ ہونا
پھر مضغہ پھر ہڈیوں پر گوشت کا پہنانا پھر چند روز کے بعد اُسکو باہر لاکر سمیع و بصیر کرنا
عین تدبیر ہے پھر ہزار ہا لوگونکو ایک شخص کے تابعدار کردینا اور حیوانات کو انسان کا
مسخر کرنا اور ہر شخص کو مختلف الاحوال کرنا کہ حکیم ہے اور کوئی سوداگر اور کوئی اہل حرفہ
اور کوئی کاشتکار اور کوئی نوکری پیشہ اور کوئی غنی اور کوئی فقیر اور پھر ہر شخص کے دلمیں ایک
جداگانہ غرض پیدا کرنا سب انتظام اور تدبیر ہے پس ضرور ہے کہ اس انتظام اور تدبیر کا کرنیوالا
سوائے عالم کے کوئی اور ہووے کیونکہ عالم کا ہر ایک جز اس انتظام اور تدبیر کے لیے مجبور اور
مقسور ہے کیونکہ اشرف المخلوقات انسان ہی کو دیکھو کہ وہ اپنے تدریجاً پیدا ہونے اور فنا
ہونیمیں بے اختیار ہے چنانچہ جماع کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ رحم میں کب نطفہ ٹھہرا اور کسوقت علقہ اور
مضغہ بنا اور پھر نر ہے یا مادہ اور بعد پیدا ہونیکے ایام طفولیت کے گذرنے اور جوانی کے آنے اور
شباب کے جانے اور بالوں کے سیاہ اور سفید ہونے اور بیمار و تندرست ہونیمیں اور غنی اور فقیر ہونیمیں

محض مجبور ہے علی ہذا القیاس غذا کھانیکے بعد یہ علم نہیں کہ ہضم کب ہوا اور صفرا سودا بلغم خون بنکر عروق میں کسطرح سے کسوقت گیا پس جب اسکو اپنے وجود و بقا میں اختیار ہے نہ اُنکے اسباب کا علم ہے تو مدبر عالم تو کیا اپنے نفس کا بھی مدبر نہیں ہے پس جب اشرف المخلوقات کا یہ حال ہے تو تو اور چیزونکا کیا ذکر ہے سو وہ عالم کا مدبر اور منتظم اللہ ہے از انجملہ یہ ہے کہ کسی حیوان کے گوشت کو برتن میں ڈالکر آگ پر جلانے سے اُسکے اجزاء خاک اور پانی وغیرہ جدا جدا ہوجایا کرتے ہیں لہذا عقلا ہر حیوان کے بلکہ حجر و شجر وغیرہ اجسام کے اربع عناصر یعنی آگ و ہوا خاک و پانی کو جز قرار دیتے ہیں پس ضرور ہے کہ کوئی اُنکا ایک جا جمع کرنیوالا ہو کس لیے کہ خود بخود ایسی ایسی مخالف طبایع چیزونکا اسطرح سے ایکجائے جمع ہونا اور اپنا اپنا حیز اصلی چھوڑنا محال ہے سو وہ جمع کرنیوالا اگر بغور دیکھیے تو اللہ تعالی ہے جیسا کہ پہلے گذرا قرآن مجید میں عالم کے بہت سے احوال سے اللہ تعالی کے وجود کا ثبوت ہے لہذا اس امر میں بہت سی آیات ہیں کہ اُنمیں سے ایک ایک آیت اُسکے وجود کے لیے برہان قاطع اور حجت ساطع ہے لیکن طوالت کے خوف سے قدر قلیل پر اکتفا کیا گیا ف اللہ لطیف الخبیر نہ جوہر ہے نہ عرض لیکن ان حواس سے کہ جو خاص جواہر اور اعراض کے دریافت کیواسطے مخصوص ہیں ہرگز محسوس نہیں ہوسکتا ہے بلکہ بعض جواہر لطیفہ بھی لطافت کے سبب سے آنکھہ سے نظر نہیں آتے ہیں جیسا کہ ہوا لطافت کے سبب سے دکھلائی نہیں دیتی ہے حالانکہ اُسکے موجود ہونیمیں کسیکو بھی شک نہیں ہے پس اسطرح ممکن ہے کہ وہ لطیف کہ جو سر سے سے جوہر ہی نہیں ہے سب حواس سے محسوس نہو سکے اور بدون چشم باطن کے دنیا میں نظر نہ آسکے اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب کوئی چیز غایت ظہور کرتی ہے تو نظر نہیں آتی جیسا کہ خفاش کو عین دوپہر میں آفتاب کہ اُسوقت

ف کیونکہ اُسکے سوا اُسکے جو ہے سب عالم میں داخل ہے ١٢ منہ

فائدہ

اُسکا نہایت ظہور ہوتا ہے نظر نہیں آتا یا جب کوئی چیز آنکھ کے نہایت قریب ہوتی ہے تو باوجود
قربت کے دکھائی نہیں دیتی اسیطرح اللہ تعالے کا کمال ظہور اور کمال قرب مانع آرہا ہے اسلیے اُسکے
دیکھنے سے دُنیا میں[1] ہر شخص عاجز ہے پس یہ شبہ کرنا کہ اگر اللہ تعالے موجود ہے تو دکھائی کیوں
نہیں دیتا محض نادانی ہے **ف** یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مکان یا غیر خاص جواہر یا اجسام
کیواسطے ہوتا ہے پس وہ اللہ تعالے جو جوہر اور جسم ہونیسے پاک ہے تو اُس شخص کو اپنے غم یا
خوشی کے موجود ہونیمیں کسیطرحکا شک نہیں ہوتا ہے لیکن غم یا خوشی نہ جسم ہے نہ جوہر
اس سبب سے اُسکے لیے اُسکے بدن میں کوئی جائے مقرر نہیں وہ یہ نہیں کہسکتا کہ میرے سر میں
یا سینہ میں یا پیٹ یا ران میں غم یا خوشی ہے گو مجازاً دلکو قرار دے لیکن حقیقت میں کوئی جائے
اُسکی نا معین ہے کہ غم یا خوشی وہاں ہو اور اگر اُس عضو کو چیر کر دیکھیں تو ملے اسیطرح اللہ تعالے
نہ جوہر ہے نہ جسم نہ عرض سو وہ بھی مکان کا محتاج نہیں پس اُسکے لیے بھی کوئی جائے مقرر
نہیں کہ وہ وہاں رہتا ہو ہاں اُسکا ظہور ہر جگہ ہے پھر یہ کہنا کہ وہ کہاں رہتا ہے اور کسطرف ہے
بالکل فضول ہے اُسکے آگے تمام عالم ایک ذرہ کی مانند ہے پس جسطرح قدسے یا گولر کے اندر
کی مخلوقات کا باہر کی موجودات کا ہونا محال سمجھنا اور یوں خیال کرنا کہ اِس قصبا وسے کوئی
چیز باہر نہیں ہے اور یہی محدود الجہات ہے غلط ہے ایسا ہی بعض نادانوں کا اللہ تعالے
کی نسبت ایسے شبہات اور شکوک کرنا غلط ہے اُسکی حقیقت کسیکو کیونکر معلوم ہوسکے
حالانکہ نہ کوئی اُسکی نظیر ہے نہ ہمجنس ہے ممکنات کی حقیقت تو دریافت کرنی مشکل ہے چہ جائیکہ
واجب الوجود کی حقیقت معلوم ہوسکے پس اس امر میں زیادہ عقل دوڑانا موجب تباہی اور
سبب گمراہی ہے کیا خوب فرمایا ہے کسی نے **س** نہ ہر جائے مرکب توان تاختن ۔ کہ
جاہا سپر باید انداختن ۔

فصل صفات

فصل صفات کے بیان میں اور وہ عالم کا بنانیوالا

[1] یہاں آخرت میں خدا ایسی بصارت دیگا کہ جس سے اُسکا دیکھنا میسر ہوگا ۱۲ منہ

جسکا نام اللہ ہے ایک ہے کما فی القرآن قل ھو اللہ احد یعنے اے نبی لوگونکو خبر دے کہ اللہ ایک ہے کیونکہ اگر دو ہونگے تو اُنکے آپس میں مخالفت ممکن ہوگی اگرچہ بالفعل اتفاق ہو مثلاً اُنمیں سے ایک زید کو مارنا چاہے اور دوسرا اُسیوقت اُسکے لیئے زندگی چاہے پس ضرور ہے کہ یا اُسکے لیے موت ہوگی یا زندگی کیونکہ دونوں کا ایک وقت میں پایا جانا محال ہے پس اگر اُسکو موت ہوئی تو جسنے اُسکی زندگی چاہی تھی وہ عاجز ہوگیا اور اگر وہ زندہ رہا تو جسنے اُسکے لیے مرنا چاہا وہ عاجز ہوا بہر تقدیر دونوں میں سے ایک کو ضرور عاجز ہونا پڑا اور جو عاجز ہے وہ عالم کا پیدا کرنیوالا اور واجب الوجود بھی نہیں ہے عاجز ہرگز خدا نہیں ہوسکتا ہے **سوال** ہوسکتا ہے کہ دونوں اتفاق کرلیں یا آپسمیں یہ مخالفت ہی ممکن نہو کیونکہ اس سے محال لازم آتا ہے یا دونوں کے ارادے ایک شخص پر جمع نہوسکیں **جواب** بالفعل اگرچہ اتفاق ہو لیکن مخالفت بھی ممکن ہے کس لیے کہ ہر ایک کو زید کے مارنے اور زندہ کرنیکا ارادہ ممکن بالذات ہے کما لایخفی اور یہی معنی امکان کے ہیں اور محال دو خدا فرض کرنیسے لازم آتا ہے نہ امکان اختلاف سے اور دونوں کے ارادہ کا جمع ہونا بھی ممکن ہے ہاں دونوں کی مرادیں جمع نہیں ہوسکتی ہیں کہ زید زندہ بھی رہے اور اُسی وقت میں مر بھی جاوے یہ برہان تمانع قرآن کی اس آیت سے مستفاد ہوتی ہے لوکان فیھما الھۃ[1] الا اللہ لفسدتا یعنی اگر آسمان و زمین میں کئی خدا ہوتے تو آسمان و زمین خراب ہوجاتے **طریق دوم** اگر دو خدا ہوں تو ہم پوچھتے ہیں کہ اُنمیں سے ایک کو دوسرے کی مخالفت کرنیکی قدرت ہے یا نہیں اگر کچھ قدرت ہے تو دوسرے کا عاجز ہونا ثابت ہوتا ہے کس لیے کہ جسکی مخالفت کی دوسرے کو قدرت ہوئی تو وہ کیا خدا

طریق اول مسمی برہان تمانع

طریق دوم

[1] سورۂ انبیا رکوع ٢

ہو سکتا ہے اور اگر کہو قدرت[1] نہیں ہے تو اب کیا خدا رہا جسمیں اپنے مثل کی مخالفت کرنیکی قدرت نہیں ہے ایسا کمزور اور ضعیف کیا خدائی کریگا **طریق سیوم** یہ ظاہر ہے کہ خالق کو اپنی مخلوق پر قبضہ و تصرف کامل ہوا کرتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک شخص کا قبضہ اور تصرف کامل جب ہی ہوتا ہے کہ دوسرے کا وہاں قبضہ اور تصرف کامل نہو کیونکہ ایک شے پر دو قبضہ کامل کا جمع ہونا ظاہر البطلان ہے، **سوال** دو شخصوں کا قبضہ و تصرف کامل ایک جگہ ہو سکتا ہے جیسا کہ ایک مکان یا غلام کے دو مالک ہوں اور دونوں کا اسپر قبضہ و تصرف ہو **جواب** مطلق قبضہ و تصرف میں کلام نہیں ہے بلکہ قبضہ و تصرف کامل میں گفتگو ہے اور بلاشک جہاں ایک غلام یا مکان کے کئی مالک ہونگے وہاں قبضہ اور تصرف کامل کسیکا بھی نہو گا کیونکہ وہاں ایکدوسرے کی مرضی بدون تصرف نہیں کر سکتا ہے پس جب دوسرے کی رضا کے تابع ہوا تو قبضہ اور تصرف کامل کہاں ہاں تصرف ناقص اور قبضہ غیر کامل ہر ایک شریک کو حاصل ہے جب یہ ثابت ہو چکا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر عالم کے دو خالق ہوں تو بموجب مقدمہ مذکورہ کے دونوں میں سے کسی کا بھی قبضہ اور تصرف کامل عالم میں نہو گا پس جب تصرف کامل اور پورا قبضہ نہوا تو بموجب مقدمہ اولے کے خالق ہونا بھی باطل ہو گیا فتامل ہذا ماسنح لی عند التحریر

---

[1] اگر کوئی یوں شبہ کرے کہ کفار کو اللہ تعالے کے ساتھہ مخالفت کی قدرت ہے بلکہ بالفعل مخالفت کر رہے ہیں پس اس سے اُسکی خدائی میں ضعف لازم آیا تو اُسکا یہ جواب ہے کہ جن امور میں کہ کفار اُسکے ساتھہ مخالفت کرتے ہیں اُن امور میں اُسنے اُنکو مختار کر رکھا ہے اور جن امور کا وہ ارادہ کرتا ہے اور اُنکا ہونا جبراً چاہتا ہے تو اُنمیں کسیکو مجال مخالفت نہیں جیسا کہ کفار وغیرہم کو موت و حیات صحت مرض وغیرہ امور میں کچھہ اختیار نہیں جس طرح اللہ چاہتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے ۱۲ منہ

ثبوت انہ تعدد طریق چہارم اگر دو خدا ہوں تو تمام عالم خراب ہو جاوے بلکہ سرے سے عالم کا
پیدا ہونا ہی ناممکن ہو جاوے کیونکہ ظاہر ہے کہ دو شخصوں کا کسی چیز میں اختلاف اسی وقت ہے
کہ دو شخص ہوں اور کوئی چیز بھی ہو کہ جسمیں انکی مخالفت ثابت ہووے کس لیے کہ اگر دو شخص
نہو نگے بلکہ ایک ہی ہوگا تو بھی مخالفت نہ پائی جاویگی کیونکہ مخالفت ایک شخص سے بدون
مقابل کے ناممکن ہے اور اسیطرح اگر کوئی چیز ہی نہوئی اگرچہ دو شخص ہوں تب بھی مخالفت
نہ ثابت ہوگی کیونکہ مخالفت کسی نہ کسی چیز میں ہوا کرتی ہے پس جب یہ ثابت ہوا تو اگر عالم کے
لیے دو خدا ہوں اور پھر عالم کو موجود ممکن بھی کہیں تو بموجب مقدمہ مذکورہ کے انمیں مخالفت
پائی جاوے یا ممکن ہو جاوے اور یہ محال ہے کما لا یخفی علی العاقل پس دفع مخالفت کے لیے
یا تو دو خدا نہ کہو گے پس مدعا حاصل ہوگا یا عالم کو موجود یا ممکن نہ کہو گے سو یہ باطل ہے کیونکہ
عالم موجود ہے اور یہی مقصود ہے ثابت ہوا کہ دو خدا کا ہونا باطل ہے اور یہ دلیل
بعینہ اس آیت میں مذکور ہے لو کان فیہما الہۃ الا اللہ لفسدتا توحید کے اثبات میں اور
بہت سی ادلہ قویہ ہیں لیکن اس مقام میں عام فہم سمجھکر انہیں چند دلیلوں پر اکتفا کیا اور کلام کو
طول نہ دیا فائدہ اللہ تعالی کو ایک سمجھنا ہر عاقل کی طبیعت میں داخل ہے اور مخلوقات میں سے
ہر چیز کی گواہی سے یہ امر حاصل ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ ففی کل شئ لہ آیۃ
یدل علی انہ واحد یعنی اگر بغور دیکھیے تو ہر ایک چیز اس عالم کی زبان حال سے اسکے ایک ہونیکی
گواہی دے رہی ہے اسلیے جس جگہ انبیا نہیں آئے اور احکام شریعت وہاں نہیں پہنچے وہاں کے
لوگوں پر صرف توحید یعنی اللہ تعالے کو ایک سمجھنا اور خاص اس سے معاملات عبودیت برتنا اور
اسکے ساتھ کسیکو شریک نکرنا فرض ہے اور قیامت کے روز اسی امر کا انسے سوال ہوگا اور مشرکوں
کے لیے شرک وبال ہوگا کیونکہ اس امر کو وہ اپنی عقل سے جان سکتے تھے اگرچہ اور احکام کو

انبیا علیہم السلام کے نہ آنیکے سبب سے نہ پہچان سکتے تھے اور اسی وجہ سے شرک اللہ کے نزدیک ایسا سخت جرم ہے کہ اُسکے کرنیوالیکو ہمیشہ جہنم میں جلایا جاویگا قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ[1] یعنے اللہ شرک کو ہرگز نہ بخشیگا اور اُسکے سوا جسے چاہیگا بخشتے گا اور اسی سبب سے جس مذہب میں شرک ہے وہ بالاتفاق سب اہل عقل کے نزدیک ردی ہے اور سب دانشمندوں کے نزدیک نہایت بد ہے (اور وہ قدیم ہے) یعنی ہمیشہ سے ہے یہ نہیں کہ کبھی پہلے نہ تھا پھر پیدا ہو گیا چنانچہ قرآن میں آیا ہے ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ یعنی وہی اللہ اول حقیقی ہے کہ اُسکے لیے ابتدا نہیں اور آخر حقیقی ہے کہ اُسکے لیے انتہا نہیں کیونکہ اگر وہ ازلی اور قدیم نہو بلکہ عدم کے بعد موجود ہو تو بالضرور کسی اور کے پیدا کرنیسے پیدا ہوگا اور وہ پیدا کرنیوالا جملہ عالم میں داخل ہوگا کیونکہ اُسکی ذات وصفات کے سوائے جو ہے عالم میں داخل ہے اور حالانکہ کل عالم کا پیدا کرنیوالا اللہ ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے علاوہ اسکے حقیقت میں عالم کا خالق وہی ہوگا کہ جسنے اللہ کو پیدا کیا ہے پس لازم آویگا کہ بعض عالم نے عالم کو پیدا کیا ہے اور یہ محال ہے (اور حی) یعنے اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور صفت حیات اُسکے لیے ثابت ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنے وہ زندہ اور ہر چیز کا قایم رکھنے والا ہے کس لیے کہ مردہ صانع عالم نہیں ہو سکتا ہے (اور قدیر) یعنے اُسکو صفت قدرت کی حاصل ہے کہ جسکے سبب مقدورات پر اثر کرتا ہے موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود کر سکتا ہے آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان اور کافر کو ولی اور ولی کو کافر بادشاہ کو فقیر اور فقیر کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا سکتا ہے غرض کسی چیز سے وہ عاجز نہیں ہے ہر چیز کی اُسکو قدرت ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کس لیے کہ اگر اُسمیں صفت قدرت حاصل نہو تو لازم آئیگا کہ وہ عاجز محض اور بیکار ہو جاوے پس عالم کا پیدا کرنا

[1] سورۂ نساء رکوع ۷-۱۲

باطل ہو جاوے کیونکہ عاجز سے عالم کا پیدا کرنا محال ہے پس جب تمام عالم اسکا پیدا کیا ہوا
تو اسکو مقدور پر قدرت بھی ہے **ف** اہل اسلام کے ماسوائے اکثر فرقوں نے اپنے عقائد
میں اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھ رکھا ہے چنانچہ **حکمائے** یونان نے اسکو اسکی مخلوقات
میں تصرف کرنیسے عاجز سمجھ رکھا ہے کہ آسمانوں کا فنا کرنا یا بلا واسطے عقول عشرہ کے
عالم پیدا کرنا وغیر ذلک کو اس سے محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں ایسے امور کی انکو قدرت
نہیں ہے **نصاریٰ** کہتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام کو یہودنے پھانسی دیا اور نہایت ذلت سے
مارا اور عیسے خدا سے بہت آہ وزاری کے ساتھ فریاد کرتے تھے کہ مجھے بچا اور انکے ہاتھ
سے چھڑا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسے اور روح القدس اور خدا تعالیٰ تینوں ملکر ایک ہیں پس
جب عیسے عین خدا یا جز خدا ہوئے تو گویا خدا یا جز خدا اپنے آپ کو نہ بچا سکا اور خدا یہود کے
ہاتھ سے قتل ہوا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا **یہود** کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام شب یعقوب سے
کشتی لڑتا رہا اور اندر جانسے یعقوب مانع آتے تھے **ہنود** کہتے ہیں کہ اوتار میں اللہ تعالیٰ حلول کرتا ہے
اور اوتار خود خدا ہوتا ہے حالانکہ رام چندر اوتار کی بیوی کو زبردستی سے **راون** لنکا کا
راجہ چھین کر لیگیا تھا پھر مدت تک رام اسکے عشق میں سرگردان رہا اور رہتا نہ لگا آخر جب
حال معلوم ہوا تو راون کو شکست دینا چاہا لیکن ہنومان وغیرہ بندرونکی مدد بغیر شکست
ندے سکا معاذ اللہ گویا انکے اعتقاد کے بموجب خدا ایک عورت کے عشق میں مبتلا رہا اور اسکو
اس عورت کا حال معلوم نہوا پھر راون کو بدون امداد غیر کے نہ مار سکا علی ہذا القیاس
اور بہت سے انکے ہاں عقائد ہیں کہ جنسے جمیع عیوب اللہ تعالیٰ میں ثابت ہوتے ہیں (اور یہ
مرید ہے) یعنے اسکو صفت ارادے کی حاصل ہے کہ جس سے موجود یا معدوم کرنیمیں کسی مقدور کو
باوجود اسکے کہ قدرت سب پر برابر ہے جسوقت اور جسطرح چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے لیکن

جو چیز ہوتی ہے اُسکے ارادے سے ہوتی ہے ازل میں جو ارادہ کر لیا تھا اب اُسیکے مطابق ہوتا ہے اُسکا ارادہ ازلی ہے اور تعلقات حادث ہیں اور مشیت اور ارادہ ایک ہی ہیں قال تعالیٰ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ یعنے جس چیز کا وہ ارادہ کرتا ہے اُسکو اسیوقت کرلیتا ہے یہ نہیں کہ وہ کسی چیز کا ارادہ کرے پھر وہ چیز نہووے ورنہ عجز لازم آوے کس لیے کہ یہ عالم کہ جسکے نظام سے عقلا کی عقل حیران اور یہ گوناگون عجائبات اُسمیں کہ جنسے حکماء سرگرداں ہیں بدون ارادے کے پیدا کرنا محال ہے کیونکہ جو افعال کہ بے ارادے کے خود بخود مثل مرتعش کے ہاتھ کی حرکت کے سرزد ہوتے ہیں اُنمیں یہ انتظام عجیب اور یہ نظام غریب نہیں ہوتا ہے پس حکماے کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ سے یہ عالم بدون ارادے اور اختیار کے خود بخود بایجاب سرزد ہوا ہے اور یہ عقیدہ اہل کتاب ہنود کا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض چیزوں کے پیدا کرنیکا ارادہ کرتا ہے لیکن اُس سے نہیں ہوسکتیں بالکل غلط اور خلاف تحقیق ہے اور انکے قائلین کے قصور فہم پر دلالت کرتا ہے **المختصر** یہ عالم اور ہر چیز اُسکے ارادے ازلی اور اختیار سے ہوتی ہے (**اور علیم** یعنی اُسکو صفت علم حاصل ہے کہ جس سے ہر ہر چیز کی اُسکو خبر ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی خبر ہے پس جو کچھ ہورہا ہے اور ہوا ہے اور ہوگا سب کو ذرا ذرا تفصیل سے روز ازل میں جان لیا تھا کہ فلاں وقت فلاں شخص کام کریگا اور فلاں وقتمیں یہ کچھ ہوگا یہانتک کے اگر ساتویں آسمان پر یا تحت الثری میں چیونٹی اپنے پر کو ہلادے یا کوئی شخص اپنے دلمیں کسیطرحکا وسوسہ لاوے وہ بھی اُسکو معلوم ہے **بیت** بر علم یک ذرہ پوشیدہ نیست ٭ کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکیست ٭ کس لیے کہ عالم کا پیدا کرنا اور پھر اسکو باقی رکھنا اور تربیت کرنا اور حسب حال ہر شخص کے حاجات روا کرنا بدون علم کے محال ہے پس **بعض حکماے** یونان کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ زید و عمرو وغیرہ جزئیات کو علی وجہ الکلی عام طور سے جانتا ہے اور تفصیل سے اُنکو اوقات مخصوصہ دلالت مخصوصہ میں نہیں جانتا بالکل غلط ہے **ف**

یہود و ہنود و نصاریٰ وغیرہ کے عقائد سے بھی مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بعض چیزوں کی خبر نہیں
نعوذ باللہ (اور سمیع) یعنی اسکو شنوائی کا وصف حاصل ہے کہ اُس سے ہر چیز کی آواز اور ہر کسی کی
پکار سن لیتا ہے خواہ ساتویں زمین پر چیونٹی کے پاؤں کی آواز ہو خواہ ساتویں آسمان پر پشہ سے کمتر جانور
کے پر کی آواز ہو خواہ کوئی آہستہ سے کچھ کہے یا پکار کر کہے وہ سب سنتا ہے جیسا کہ قرآن مجید
میں ہے ان اللہ سمیع علیم یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا اور خبردار ہے کس لیے کہ ایسے صانع
عالم اور جہان کے مالک کا بہرہ ہونا بڑا عیب اور سخت نقصان ہے (اور بصیر) یعنی اسکو وصف
بصارت حاصل ہے کہ جسکے سبب سے ہر چیز کو دیکھتا ہے خواہ کوئی چیز اندھیرے میں ہو خواہ اُجالے
میں خواہ نزدیک خواہ دور خواہ رات میں خواہ دن میں خواہ کسیقدر چھوٹی ہو خواہ بڑی سب کو ہر وقت
میں بلا تفاوت ایکساں دیکھتا ہے کسی وقت میں کوئی شے اُس سے چھپی ہوئی نہیں ہے کیونکہ اگر اُس میں
یہ وصف نہ ہوتے تو وہ اندھا کہلاوے اور اندھا ہونا ایسے صانع عالم کے لیے عیب اور سخت نقص کی
لہذا قرآن مجید میں بھی یہ صفت اُسکے واسطے اکثر آیات میں ثابت ہے از انجملہ یہ آیت ہے
انہ بکل شیء بصیر یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے کوئی شے اُسکی نظر سے غائب
نہیں ہے ف معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ کے سمع اور بصر سے کہ جو اُسنے اپنی ذات کے لیے ثابت
کی ہے اور قرآن میں اُسکا ذکر فرمایا ہے علم مراد ہے پس ان اللہ سمیع و بصیر کے یہ معنی
ہیں کہ اللہ تعالیٰ خبردار ہے کیونکہ سمع اور بصر اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اعضاء
اور جسم سے پاک ہے ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جسطرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور جمیع
صفات مخلوقات کی ذات اور صفات سے غیر ہے اسیطرح اُسکی سماعت اور بصارت بھی خلق
کی سماعت اور بصارت سے بالکل غیر ہے البتہ مخلوقات کو سماعت اور بصارت میں اعضاء کی
احتیاج ہے نہ اُس خالق کو ہاں اُسکے لیے ایسی سمع و بصر نہیں ثابت کرتے ہیں کہ جو ممکنات سے

پیر اس ضعیف شبہ سے قرآن کی آیات صریحہ کا تاویل کرنا جائز ہے (اور متکلم ہے)
یعنی اُسکو کلام کرنیکی صفت حاصل ہے کہ جبسے کلام کرسکتاہے پس جس سے جسطرح چاہتاہے
کلام کرتاہے جس چیز سے چاہتاہے منع کرتاہے اور جسکا چاہتاہے حکم کرتاہے اور جس چیز کی
چاہتاہے خبر دیتاہے کیونکہ گونگا ہونا ایسے صانع عالم فاعل مختار کے لیے جو انتظام عالم کے واسطے
محل ادعا ہو اُسکے حق میں بڑا سخت عیب ہے بہتا قرآن مجید میں اُس نے اپنے واسطے اس صفت کو
ثابت کیا ہے از انجملہ آیت ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا یعنی اللہ تعالےٰ نے موسی سے کلام
کیا تھا پس مطلقاً کلام کرنا سب اہل اسلام کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ ہے اور اُسکی حقیقت میں
کہ کیونکر ہے اور کسطرح ہے البتہ اختلاف ہے اور اسمیں کُل نو قول ہیں سبکو ملا علی قاری نے
فقہ اکبر کی شرح میں تفصیل سے لکھاہے سو اہل حق کے نزدیک جو کلام کہ خدا کی صفت ہے
وہ حروف اور آواز سے مرکب نہیں ہے بلکہ وہ صرف معانی ہیں جو اُسکی ذات پاک سے قائم ہیں
اور اُسکو کلام نفسی کہتے ہیں کیونکہ کلام اصل میں مضمون اور معانی ہی کو کہتے ہیں چنانچہ خطل شاعر
کہتاہے ؎ ان الکلام لفی الفواد وانما ۞ جعل اللسان على الفواد دليلا ۞ یعنی کلام دلمیں
ہوتاہے اور زبان اُس دل کے مضمون پر دلالت کرتی ہے لہذا مجازاً الفاظ اور اصوات سے جو مرکب
ہوتاہے اُسکو بھی کلام کہتے ہیں پس ہم لوگ اُس مضمون کو کبھی زبان سے ظاہر کرتے ہیں کبھی
لکھکر بتا دیتے ہیں کبھی اشارہ سے ظاہر کر دیتے ہیں اسی سبب سے اللہ تعالےٰ جو کسیکا کسی کام میں محتاج نہیں ہے بدون زبان کے
کلام کرتاہے پس جب زبان سے اُسکا کلام نہیں تو الفاظ اور صورت بھی نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ
اللہ کی جسطرح اور سب صفات ازلی ہیں اسی طرح سے صفت کلام بھی ازلی اور قدیم ہے پس اگر
اُسکے کلام الفاظ اور حروف سے مرکب ہو تو قدیم نہ رہے کس لیے کہ جو چیز قدیم ہوتی ہے وہ
کسیکے پیچھے نہیں ہوتی ہے اور کلام لفظی میں تقدیم و تاخیر ہوا کرتی ہے مثلاً زید میں جیتک

کلام نفسی

کلام لفظی

زبے ادا نہ کر لیں گے سی آواز ہو گی علیٰ ہذا القیاس پس یہ کلام لفظی جو حروف و صوات سے مرکب ہوتی ہے
اُسکی صفت نہیں **سوال** اگر کلام نفسی ہی اُسکی صفت ہے تو قرآن مجید کی عبارت عربیہ اُسکا
کلام نہیں ہے پس اُسکو کلام خدا کہنا نہ چاہیے حالانکہ باتفاق جمہور اہل اسلام جو قرآن مجید
کی عبارت کو کلام الٰہی نکہے قطعی کافر ہے اور قرآن میں بعض جا کفار سے معارضہ کیا ہے
کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے کلام کی مانند بنا لاؤ اور معارضہ الفاظ اور عبارت ہی ہو کرتا ہے
جواب کلام خدا کے دو معنی ہیں ایک کلام نفسی جو قدیم ہے یعنی صفت ازل سے ابد تک
اُسکو حاصل ہے اُسکے سبب سے جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے جیسا کہ ہمکو صفت کلام حاصل
ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے گو ہم کسی سے کلام نکریں یعنی صفت کلام بالاتفاق ازلی
ہے اور اُسکے ساتھ قایم ہے سو یہ کلام الٰہی اس سبب سے ہے کہ اُسکی صفت ہے دوسرے یہ الفاظ
اور عبارت قرآن کی انکو کلام الٰہی اسوجہ سے کہتے ہیں کہ یہ سوائے خدا کے کسی اور کی تالیف
اور تصنیف نہیں ہے بلکہ انکو خاص اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے پس اس معنی سے الفاظ اور
عبارت قرآن مجید کی بھی کلام الٰہی ہے سو بیشک اُسکا کلام الٰہی نکہنے والا بالاتفاق کافر
ہے اور اُسمیں معارضہ بھی درست ہے پس قرآن مجید اور پہلی کتابیں جو انبیاء علیہم السلام پر
نازل ہوئی تھیں سب کلام الٰہی ہیں بعض محققین اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ خدا کے کلام میں
تلفظ اور صوت بھی ہے کہ مخاطب سن لیتا ہے اور پھر قدیم ہے کیونکہ قدیم نوع کلام کو
کہتے ہیں اور صوت خاصہ اور الفاظ مخصوصہ کو قدیم نہیں کہتے ہیں پس انکے حادث ہونے
سے جنس مطلق کا حادث ہونا لازم نہیں آتا ہے جیسا کہ مطلقاً خالق ہونا اُسکے لیے صفت
قدیم ہے باوجودیکہ اُسکے تعلقات حادث ہیں اور اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا ہے کہ اُسکے
لیے زبان ہو مضغہ گوشت بھی ہو کیونکہ اُسکے الفاظ اور صورت ہمارے الفاظ اور صوت کی

طرح نہیں ہے بلکہ جیسا اُسکی ذات کے مناسب ہو اسیطرح سے ہے نقلہ مُلّا علی القاری
فی شرح فقہ اکبر وقال ہذا ہو لما ثور عن ائمۃ الحدیث والسنۃ انتہی (اہل حق کے نزدیک
قرآن مجید قدیم ہے) اہل سنت معانی اور مضامین کا اعتبار کرکے قرآن کو قدیم اور اسکی
صفت قرار دیتے ہیں معتزلہ اُسکے الفاظ اور عبارت پر نظر کرکے اُسکو حادث کہتے ہیں تقدیم
وتاخیر الفاظ کا اور تیئیس برس میں نازل ہونا قدیم ہونیکی منافی ہے اور حادث ہونے پر دلالت
کرتا ہے البتہ معتزلہ کا یہ شبہ بعض حنبلی لوگوں پر وارد ہوتا ہے کہ وہ الفاظ اور معانی سب
کو قدیم کہتے ہیں جمہور اہل سنت پر یہ شبہ ہرگز وارد نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ وہ الفاظ کو
قدیم نہیں کہتے ہیں اور تقدیم وتاخیر الفاظ میں ہے نہ کہ معانی میں واللہ اعلم زیادہ تحقیق
اس مسئلہ کلام کی بڑی کتابوں میں ہے جسکو منظور ہو وہاں دیکھ لے اس مختصر میں اسکی گنجائش
نہ تھی لہذا قدر قلیل پر اکتفا کیا **ف** ان صفات مذکورہ کو صفات ذاتیہ اور امہات الصفات
بھی کہتے ہیں انکا اور سب صفات باری تعالی پر رتبہ مقدم ہے کیونکہ مثلاً اُسکے لیے حیات نہو
تو خدا نہ ہے پس جب حیات پہلے ہوگی تب کچھ اور صفات پائے جائینگے گویا صفت حیات
اور صفات کی اصل ٹھیری علی ہذا القیاس اب صفات فعلیہ کو ذکر کرتا ہوں (اور وہ
مکوّن ہے) یعنی پیدا کرنیکی صفت اُسکو حاصل ہے صفات ذاتیہ کے سوائے اللہ تعالی کے
جسقدر اور صفات ہیں جیسا مارنا جلانا روزی دینا تندرست وبیمار کرنا عزت وذلت دینا
علی ہذا القیاس اُنکو صفات فعلیہ کہتے ہیں ہمارے نزدیک صفات فعلیہ اور ذاتیہ میں
یہ فرق ہے کہ جس خاص صفت سے وہ موصوف ہوا اور اُسکی ضد سے موصوف نہو سکے تو
وہ ذاتیہ ہیں جسطرح کہ علم پس اللہ تعالی اُس سے موصوف ہوتا ہے اور اُسکی ضد جہل اُس سے
موصوف نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ اُسکو کسی حالمیں جاہل نہیں کہہ سکتے اور جو صفات ایسی ہیں

کہ اُسنے اور اُنکی ضدسے دونوں کے ساتھ وہ موصوف ہوسکے سو وہ فعلیہ ہیں جیسا مارنا جلانا
رزق دینا پس اُسکو زید کا مارنیوالا اور عمر کو نہ مارنیوالا اُسکی حالت حیات میں کہ سکتے ہیں
کذا فی شرح فقہ اکبر سو یہ صفات فعلیہ صفت تکوین میں داخل ہیں گویا وہ ان سب کا مجمل
ہے اور یہ سب اُسکی تفصیل ہیں پس اگر اُسکو یہ صفت حاصل نہو تو وہ صانع عالم نہو سکے
اور بیکار رہو جاوے وقال انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کُن فیکون
یعنی اُسکے کُن کہتے ہی ہر چیز کہ جسکا وہ ارادہ کرتا ہے ہو جاتی ہے کچھ دیر اور دیر میں تیس
کسی سامان اور اسباب اور معین مددگار کی حاجت نہیں ہے (صفت تکوین بھی
اور صفات ذاتیہ کی مثل ازلی ہے لیکن عالم کو اور ہر چیز کو
اُسکے وقت پر پیدا کیا ہے) اللہ تعالی کی سب صفات خواہ ذاتیہ خواہ فعلیہ
ازلی ہیں یعنی ازل سے خدا تعالی اُن صفات سے موصوف ہے یہ نہیں کہ پہلے خدا تعالے
میں یہ صفات نتھے پھر ہو گئے بلکہ جب سے وہ ہے تب ہی سے اُسکے یہ صفات بھی ہیں کیونکہ
اگر ازل میں اُسکے صفات نہوں تو لازم آوے کہ وہ ازل میں ان صفات سے خالی تھا پھر کسی کے
سبب سے یہ صفات اُسکو حاصل ہوئے اور یہ اللہ تعالے کی نسبت محال اور نقصان ہے لیس ازل میں
جبکہ زمین و آسمان کچھ نتھے اُسکو حیات ہی تھی اور ارادہ اور قدرت اور علم اور سماعت اور بصارت
اور کلام بھی تھا علی ہذا القیاس صفت تکوین سے بھی موصوف تھا سوال صفت تکوین
لیے مکونات کے کیونکہ ازلی ہوگی حالانکہ کسی مکون کو بھی ازلی نہیں کہتے ہیں مثلاً صفت
تکوین کی ایک قسم رزق دینا ہے پس جب تک کوئی شخص کہ جسکو رزق دیا ازل میں پایا نہ
جاویگا رزق دینا بھی ازل میں ثابت نہوگا علی ہذا القیاس عالم کا اور اُسکی ہر ہر چیز کا پیدا
کرنا بھی اُسکی صفت ہے حالانکہ عالم ازلی نہیں ہے نہ اُسکی کوئی چیز ازلی ہے جواب

صفات فعلیہ کا ظہور البتہ غیر پر موقوف ہے کہ جبتک کوئی غیر نہوگا یہ صفت ظاہر نہوگی اور خود صفت کسی پر موقوف نہیں مثلاً ایک شخص کو لکھنا خوب آتا ہے اور یہ وصف اُسکو ابتدا سے حاصل ہے سو یہ صفت ظاہر جب ہوگا کہ وہ کچھ لکھیگا اور خود وصف لکھنے کی موقوف نہیں اگر تمام عمر نہ لکھے گا جب بھی اُسکو وہ وصف حاصل رہیگا پس اگرچہ کوئی چیز ازل میں موجود نہ تھی اور کسی مکون کی وہاں ہستی نہ تھی لیکن اُسکو وہ صفت تکوین ازل میں حاصل تھی پس تو یہ لازم آیا کہ صفت فعلیہ ازلی نہو اور نہ یہ کہ مکونات ازلی ہوجاویں بلکہ ہر مکون کی اُسکے وقت پر تکوین کی آسمان و زمین کو بھی ایک وقت خاص میں بنایا علی ہذا القیاس (ازل سے ابد تک اُسکی سب صفات بے تفاوت اُسمیں موجود ہیں) اُسکی صفات کا ازلی ہونا تو پہلے ہی ثابت ہوچکا ہے اور ابدی ہونا اسلیے کہ جو قدیم اور ازلی ہوتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا ہے پس اُسکی صفات بھی کبھی فنا نہونگی پس ثابت ہوا کہ ابدی ہیں کیونکہ ابدی وہ ہے کہ جو کبھی فنا نہو اور ہمیشہ رہے دوسری یہ وجہ ہے کہ اگر اُسکی صفات کبھی اُس سے دور ہوجاویں تو لازم آئے کہ اسوقت وہ ان صفات سے خالی ہو اور یہ واجب تعالی کے لیے محال ہے قال اللہ تعالی ھو الاول والاخر یعنی وہ اول حقیقی یعنی ازلی ہے اور آخر حقیقی یعنی ابدی ہے پس جب وہ ابدی اور ازلی ہوا تو اُسکی صفات بھی ابدی ازلی ہیں کیونکہ اُسکا بے صفات کے کسی وقت میں پایا جانا محال ہے پس تفاوت اور تغیر بھی اُسکی صفات میں محال ہے کیونکہ تغیر یا تو یوں ہوگا کہ اُسکی کوئی صفت بالکل جاتی رہے سو یہ محال ہے اور منافی ابدیت یا کوئی صفت کم یا زیادہ ہوجاوے سو یہ بھی محال ہے کیونکہ زیادہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ صفت ناقص تھی اور نقصان اُسکے لیے منافی وجوب کے

اور کم صفت کا ہونا تو صریح ابطلان ہے پس اُسکی حیات اور علم اور قدرت و
ارادہ وسمع و بصر و کلام وتکوین ازل سے ابدتک یکساں ہیں کبھی اُنہیں کمی زیادتی
نہیں ہوئی اور نہ ہوگی ہاں ممکنات میں تغیر ہوتا ہے مثلاً زید اگر پہلے کافر تھا
پھر مومن ہوگیا یا کھڑا تھا بیٹھہ گیا یہ زید میں تغیر ہوا علم الٰہی میں کچہ بھی تغیر نہیں
آیا علی ہذا القیاس اُسکی صفت تکوین بھی ازل سے ابدتک ایکساں ہے پس جب
اُسنے زید کو پیدا کیا یا عمرو کو بیمار کردیا تو اُسکے پیدا کرنے کی اور بیمار کرنے کی
صفت ہمیشہ سے ہے اور کچہ تفاوت بھی اُسمیں نہیں ہے لیکن اُسکے تعلقات
حادث ہیں ف اللہ تعالیٰ سب عالم کا خالق اور صانع ہے پس جسطرح اُسکی
ذات کسی کے ساتہ مشابہ اور کسیکی مانند نہیں ہے جیسا کہ قرآن میں ہے لیس
کمثلہ شئے یعنی اُسکی ذات اور صفات میں کوئی شئے اُسکی مثل نہیں بلکہ
سب سے الگ ہے اسی طرح اُسکے اوصاف بھی کسیکے اوصاف کے ساتہ مشابہ اور
مانند اور متحد الحقیقت نہیں ہیں پس اُسکی زندگی ہماری زندگی کی طرح نہیں ہے
اور اُسکی قدرت اور اُسکا ارادہ اور علم بھی ہماری قدرت اور ارادے اور علم سے
مشابہ نہیں ہے اور اُسکا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا بھی ہمارے سُننے اور
دیکھنے اور کلام کرنیکے غیر ہے ہم کان سے سنتے ہیں اور آنکہ سے دیکھتے ہیں اور
زبان سے بولتے ہیں وہ واجب الوجود جسنے ہمارے گوشت کے ٹکڑے میں جسکو
کان کہتے ہیں ایک قوت سامع رکھدی ہے اور دوسری جا قوت بصر اور تیسری جا
قوت نطق رکھدی ہے بے کان کے سنتا ہے اور بے آنکہ کے دیکھتا ہے اور
بے زبان کے بولتا ہے اور ان اعضا کا محتاج نہیں ہے پس اُسکے اوصاف میں

اور ہمارے اوصاف میں لفظ میں شرکت ہے اور دونوں کی حقیقت جدی ہے سُننا ہمارے لیے بھی ثابت ہے اور اُسکے لیے بھی لیکن اُسکا سُننا ہمارے سُننے سے مغائر ہے فقط نام سُننے کا دونوں کو شامل ہے **فصل ۲ تنزیہات کے بیان میں** **(وہ کسی کا کسی چیز میں محتاج نہیں ہے)** اپنی ذات اور صفات اور کسی کار میں وہ کسیکا محتاج نہیں ہے کیونکہ اُسکی ذات اور صفات کے سوا سب عالم میں داخل ہیں اور کل عالم اُسکا محتاج اور بنایا ہوا ہے پس اگر اُسکو کسی چیز میں کسیکی طرف حاجت ہو تو لازم آوے کہ اللہ اپنے محتاج کا محتاج ہو جاوے اور یہ محال ہے لہذا اُسکے ماسوا ہر چیز ممکن ہے اور وہ واجب ہے کما قال تعالے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ؕ یعنی تم سب لوگ اللہ کے محتاج ہو اور وہ ہر چیز سے بے پروا یعنی اپنی ذات اور صفات میں غیر محتاج اور سراہا گیا ہے **(اور نہ عرض ہے)** عرض وہ ہے کہ جو کسی اور میں ہو کر پایا جاوے جیسے سیاہی سفیدی کہ بدون کسی جسم کے ہرگز نہیں پائی جاتی ہے پس اگر اللہ تعالے بھی ایسا ہو تو اُسکو غیر کیطرف احتیاج ثابت ہو جاوے اور یہ محال ہے کما مر **(اور نہ جسم ہے)** جسم اُسکو کہتے ہیں کہ جس میں تینوں بعد طول عرض عمق ہوں جیسا درخت پتھر آدمی وغیرہ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر جسم میں اجزا ہوا کرتے ہیں اور کوئی جسم بے اجزا کے نہیں ہوتا ہے خواہ وہ ہیولی و صورت ہوں خواہ وہ اجزا لا تتجزے ہوں خواہ اجزا ثانویہ اربع عناصر آب آتش ہوا خاک ہوں مثلاً پس اگر اللہ تعالے کے لیے بھی بدن ہو تو اُسکو بھی اپنے اجزا کی طرف حاجت ہو جاوے اور اجزا کا محتاج کہلاوے دوسرے جو چیز اجزا سے مرکب ہوتی ہے تو ضرور کسی مرکب کے ترکیب دینے سے ہوتی ہے کیونکہ آپسے آپ اجزا جمع نہیں ہو سکتے ہیں پس اگر خدا کے لیے بدن ہو تو کسی اور شخص ترکیب دینے والے کیطرف حاجت ہو جاوے

تیسرے ہر مرکب حادث ہوتا ہے پس اگر خدا کے لیے بدن ہو تو مرکب ہونیکے سبب قدیم نہ رہیگا
بلکہ حادث ہو جاویگا نصارٰی[1] اور ہنود کس قدر بے سمجھ ہیں کہ اللہ تعالےٰ کو اجزا سے مرکب کہتے ہیں
اور یہود بھی اُسکے لیے بدن ثابت کرتے ہیں (**لیس اُسکے لیے کوئی رنگ ہے نہ بو ہے**)
کیونکہ رنگ اور بو خاص جسم میں پیدا ہوا کرتی ہیں اور بیدون بدن کے رنگ اور بو نہیں پائی
جاتے ہیں پس جب اللہ تعالےٰ کے لیے بدن نہیں تو رنگ اور بو بھی نہیں پس نہ وہ سیاہ ہے
نہ سفید ہے نہ زرد ہے نہ نیلا مثلاً اُسمیں خوشبو ہے نہ بدبو ہے نہ لنبا ہے نہ پست قد نہ دبلا ہے
نہ موٹا نہ گرم ہے نہ سرد ہے نہ سخت ہے نہ نرم ہے (**نہ اُسکے لیے مکان ہے**) کیونکہ مکان
جسم دار چیز کے لیے ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالےٰ جسم سے پاک ہے پس نہ وہ آسمانوں میں رہتا ہے
نہ زمین میں نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں بلکہ تمام عالم اُسکے آگے ایک ذرہ کے برابر ہے پس وہ
اُسمیں کیونکر سماوے لیکن ہر جگہ اُسکا ظہور ہے کوئی جا اُس سے غائب نہیں ہے ہر جگہ اور ہر مکان

[1] نصارٰی کے ہاں خدا کے تین جزء ہیں اب ابن روح القدس ہنود کے ہاں بشن مہادیو برہما خدا کے تین جزء ہیں
ان تینوں جزوں سے مرکب کا نام خدا ہے قطع نظر اس خرابی کے کہ جو مرکب ہوتا ہے وہ حادث ہوتا ہے اور اجزا
کا محتاج اور کسی غیر کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے یہ کتنی حماقت ہے کہ خدا کے جزؤں کو جدا جدا بھی کہتے ہیں اور پھر خدا کو
ویسا ہی پورا جانتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جہاں مجموعہ میں سے ایک جزء جدا ہوا مجموعہ فوت ہوا اور سب سے
زیادہ یہ عذر بدتر از گناہ ہے کہ اُنکو اوصاف بھی کہہ بیٹھتے ہیں اور اعتراضوں سے اسمیں مخلصی ڈھونڈھتے ہیں اور
یہ نہیں سمجھتے کہ وصف اپنے موصوف سے جدا مجسم ہو کر چلا پھرا نہیں کرتا ہے حالانکہ ابن کا دنیا میں آنا کھانا کھانا
اور پیاس پانا نصارٰی کے ہاں ثابت ہے علی ہذا القیاس برہما کا اپنی بیٹی سُرستی سے زنا کرنا اور مہادیو کا پاربتی
سے جماع کرنا اور بشن کا جلندھر کی جورو سے ترکیب حرام ہونا ہنود کے ہاں ثابت ہے سوا اہل اسلام کے ہر فرقہ
نے اللہ تعالیٰ میں نہایت عیوب قایم کر رکھے ہیں نصارٰی اور ہنود اور یہود نے تو یہ کچھ سمجھ رکھا ہے حکماء یونان
نے عاجز محض سمجھا ہے کہ بے اختیار جیسا کہ رعشہ سے ہاتھ ہلتا ہے عالم اُس سے پیدا ہوا
ہے اور پھر اُسکے فنا پر قادر نہیں اور اُسکو جاہل بھی سمجھتے ہیں کہ اُسکو جزئیات کا حال
معلوم نہیں سبحان اللہ عما یصفون ۱۲ منہ

صفات متشابہات

اسکی نسبت برابر ہے سوال قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ اللہ تعالی آسمانوں پر ہے کما قال الرحمٰن علی العرش استوی یعنے اللہ تعالی عرش پر
قایم ہوا اور مشکوۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ینزل تبارک وتعالی کل
لیلۃ الی السماء الدنیا الحدیث یعنی اللہ تبارک وتعالی ہر شب آسمان دنیا پر اترتا ہے جواب
یہ آیت و حدیث اور اسیطرح وہ آیات و احادیث کہ جنمیں اللہ کے لیے مُنہ اور ہاتھ اور پاؤں
اور انگلیاں اور پنڈلی اور آنکھہ اور نفس وغیرہا ثابت ہے انکو متشابہات کہتے ہیں فرقہ قدریہ انکے
ظاہری معنی چھوڑکر تاویلات کرتا ہے مثلا ید سے قبضہ اور وجہ سے اسکی ذات مراد لیتا ہے
اور یہ آیت پیش کرتا ہے لیس کمثلہ شئی پس اگر اسکے لیے ہاتھہ اور منہ وغیرہ چیزیں ثابت ہوں
تو ممکنات کے مشابہ ہوجاوے اور مشابہت لازم آوے فرقہ مشبہ کہ جسکو مجسمہ بھی کہتے ہیں انکا
یہ قول ہے کہ ہاتھہ منہ وغیرہ اعضا جو آیات و احادیث میں آئے ہیں وہ اسکے لیے ثابت ہیں
اور وہ عرش پر اسطرح بیٹھا ہے کہ جسطرح کوئی بادشاہ دنیا میں اپنے تخت چوبی پر بیٹھا ہے
دلیل انکی بھی آیات و احادیث ہیں کہ جنمیں ان امور کا ذکر ہے مگر وہ پہلی آیت انکے قول کو
بالکل رد کرتی ہے اور فرقہ اہل حق کہ جسکو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ جسمیں تمام
صحابہ اور اہل بیت داخل ہیں وہ ان دونوں فریق کی افراط و تفریط کو ناپسند رکھتے ہیں
کس لیے کہ یہ دونو فریق ایک آیت کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں مثلا قدریہ کو آیات متشابہات
کا انکار لازم آتا ہے اور مجسمہ کو آیت تنزیہ لیس کمثلہ شئی کا انکار لازم آتا ہے اور مذہب
اہل حق کا یہ ہے کہ یہ صفات خدا کے لیے ثابت ہیں تاکہ قدریہ کی مانند ان آیات واحادیث
کا کہ جنمیں یہ صفات ہیں انکار لازم آوے اور حقیقت ان صفات کی اللہ ہی کو معلوم ہے
ہاں ہمارے ہاتھہ منہ کی مانند اور ہمارے استوی کی مانند مثلا اسکے لیے ہاتھہ منہ اور استوی

ہرگز نہیں تا کہ مجسمہ کی مانند اس آیت لیس کمثلہ شئی کا انکار نہ لازم آئے کیونکہ وہ کسی ممکن کی مثل اور مانند نہیں جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا یہی عقیدہ ہے چنانچہ فقہ اکبر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

فرماتے ہیں فما ذکرہ اللہ فی القرآن من ذکر الوجہ والید والنفس والعین فہو لہ صفات ولا یقال

ان یدہ قدرتہ او نعمتہ لان فیہ ابطال الصفۃ وہو قول اہل القدر والاعتزال ولکن یدہ

صفتہ بلا کیف انتہی کہ قرآن میں جو اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین ذکر کیا ہی سو یہ سب اسکی صفات ہیں اور معتزلہ اور قدریہ کیطرح یوں نہ کہنا چاہیے کہ ہاتھ سے مراد اسکی قدرت اور نعمت ہے کیونکہ اس سے اللہ کی صفات کا باطل کرنا ثابت ہوتا ہے پس ید سے مراد اسکی ایک صفت ہے کہ ہم اسکی کیفیت نہیں جانتے ہیں امام مالک رح سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور امام احمد حنبل اور امام شافعی اور جمہور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے کذا فی النظامیہ (نہ **شکل وصورت ہے**) کیونکہ صورت وشکل جسمانی چیز کے لیے ہوتی ہے اور وہ جسم سے پاک ہے پس وہ آدمی کی صورت پہ ہے نہ جن کی نہ ہجر وشجر کی نہ کسی اور شئے کی پس جو بعض کم علم کہتے ہیں کہ خدا پیر کی شکل میں آتا ہے بلکہ پیر ہی خدا ہو جاتا ہے یا رسول کی صورت میں خدا آیا تھا صاف کفر اور صریح گمراہی ہے (**نہ اسپر زمانہ گذرتا ہے**) کس لیے کہ زمانہ حادث چیزوں کے لیے ہوتا ہے کیونکہ متکلمین کے نزدیک زمانہ ایسے متجدد کو کہتے ہیں کہ جس سے دوسرے متجدد کا اندازہ کیا جاوے اور حکماء کے نزدیک مقدار حرکت فلک کو زمانہ کہتے ہیں پہلی صورت میں اسکا متجدد ہونا دوسری میں حدوث ثابت ہوتا ہے سو وہ حادث نہیں ہے پس اسکو یوں نہ کہینگے کہ سو برس کا ہے یا ہزار برس کی عمر رکھتا ہے یا لاکھ کی علی ہذا القیاس (**نہ بڈھا ہے نہ جوان ہے**) کیونکہ بڈھا اور جوان ہونا جسمانی اور زمانی چیزوں کے لیے مخصوص ہے اور وہ نہ زمانی ہے نہ جسمانی (**کھانے پینے پیشاب و پاخانے اور صحت ومرض اور**

خوشی و رنج وغیرہ سے پاک ہے) کیونکہ یہ سب چیزیں حادث اور زمانی چیزوں میں
پائی جاتی ہیں اور وہ حادث اور زمانی نہیں ہے پس وہ ان چیزوں سے بھی پاک ہے علی ہذا القیاس
نیند اور اونگھ اور سب لذات وغیرہ سے جو حادث اور زمانی چیزوں سے خاص ہیں پاک اور
مُبرا ہے **(اور نہ جوہر ہے)** متکلمین کے نزدیک جوہر جزء لایتجزی یعنی جسم کے نہایت
چھوٹے ٹکڑے کو کہ پھر اسکا جز نہ نکلے کہتے ہیں اور جوہر فرد بھی اسکا نام رکھتے ہیں اور حکماء
کے نزدیک جو خارج میں کسی اور دوسری چیز میں ہو کر نہ پایا جاوے اُسے جوہر کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ
جوہر بھی نہیں ہے کیونکہ متکلمین کا جوہر کسی جسم کا جز ہوتا ہے سو اللہ تعالیٰ کسی چیز کا جز نہیں ہے
اور حکماء کا جوہر بھی ممکنات میں داخل ہے سو اللہ تعالیٰ ممکن نہیں ہے بلکہ واجب ہے لہذا جوہر
نہ کہنا چاہیے۔ **(اور نہ وہ کسیکا ہمجنس اور نہ کسیکے ساتھ مشابہ نہ کسیکے ساتھ
متحد ہے)** کس لیے کہ اگر اُسکے لیے کوئی جنس ہو تو اسمیں تمیز اور فرق کسی فصل سے
ہوگا پس اُسکا مرکب ہونا لازم آویگا اور یہ محال ہے اور کوئی اُسکی مانند بھی نہیں ہے کیونکہ
اگر ہو پس یا تو ذات میں اُس جیسا ہوگا یا صفات میں ذات میں ہونا تو محال ہے کیونکہ
پھر توحید نہ رہے گی حالانکہ وہ ثابت ہو چکی ہے اور صفات میں بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ
اُسکے سوا جو ہے وہ عالم یعنی مخلوق میں داخل ہے اور مخلوق میں سے ایسا کوئی نہیں کہ اُسکی
صفات اُسکی مانند ہوں نہ کسیکا علم اُسکے علم کے برابر ہے کیونکہ اُسکا علم حضوری ہے کہ تمام
عالم اُسکے نزدیک حاضر ہے سو وہ سب کو ہر وقت میں یکساں جانتا ہے مخلوق میں سے
یہ بات کسیکو حاصل نہیں خواہ کوئی ولی ہو یا نبی یا فرشتہ علی ہذا القیاس اُسکی قدرت
و ارادہ و حیات وغیرہا صفات سب بے مثل ہیں اگر مخلوق میں حیات یا قدرت یا ارادہ ہے
تو اُسکی طرف سے ہے خود نہ کسی میں قدرت ہے نہ حیات نہ ارادہ مثلاً اسمیں ولی نبی فرشتہ

سب یکساں ہیں اور متحد بھی اُسکے ساتھ کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر کوئی ہوگا تو مخلوق
میں سے ہوگا اور مخلوق اور خالق کا ایک ہونا صریح البطلان ہے پس بعض نادانوں کا یہ قول کہ
انسان حجر و شجر جو کچھ ہے سب ہی ہے صریح کفر ہے بعض صوفیہ کرام جو وحدت الوجود کے
قائل ہیں سو اُس سے بھی یہ نہیں ثابت ہوتا کہ یہ مخلوقات عین خالق ہے کس لیے کہ وہ وحدت الوجود
کے قائل ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ سبکی ایک ہستی ہے یعنی اللہ کی ہستی ہے خلق موجود ہے اور
فی نفسہ کچھ نہیں نہ کہ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور جس سے صاف کفر لازم آوے مثال
اسکی یہ ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو در و دیوار اور جتنی شفاف چیزیں ہیں سب منور
ہوجاتی ہیں اور جب وہ غروب ہوتا ہے تو سب میں اندھیرا آجاتا ہے پس کہہ سکتے ہیں کہ
ان سب منور چیزوں میں ایک ہی نور چمکتا ہے یعنی آفتاب کے نور سے منور ہیں لیکن منور
الگ الگ ہیں پس آفتاب اور ہے در اور ہے شفاف چیزیں آئینہ وغیرہ اور ہیں انکو کوئی عاقل
ایک کہیگا پس یہ بعض صوفیہ کرام کا مذہب ہے اور اگر کوئی کہے کہ وحدت الوجود سے خالق
اور مخلوق کا ایک ہونا ثابت ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں یہ صاف کفر ہے خواہ یہ کسیکا
مذہب ہو اور کوئی اسکا قائل ہو ہم قرآن پر ایمان لائے ہیں وہ اسکے مخالف ہے

(نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے نہ کوئی اور چیز اُسمیں حلول کرسکتی ہے) ایک چیز کے دوسری چیز میں سماجانے اور پیوست ہوجانیکو حلول
کہتے ہیں جیسے کپڑے میں سیاہ یا سفید رنگ پیوست ہوجاوے سو اللہ تعالیٰ کی نسبت
حلول محال ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول کرے تو حال اپنے محل کا جسطرح
محتاج ہوتا ہے وہ بھی ہو اور یہ اُسکے لیے محال ہے اور اگر کوئی اور اُسمیں حلول کرے
تو وہ محل اور قابل ہوجاویگا اور قبولیت اور استعداد ممکنات کا خاصہ ہے پس اللہ تعالیٰ نے

کسی چیز میں اسطرح سے نہیں ہے کہ جیسے برتن میں پانی یا کپڑے پر رنگ ہوتا ہے یا گرم
پانی سرد میں ملکر ایک ہو جاتا ہے دونو میں فرق نہیں رہتا ہے یا برف پانی میں گھل کر ایک
ہو جاتا ہے نہ کوئی اور چیز اسمیں اسطرح سے مل سکتی ہے پس وہ جو کم عقل لوگ کہتے ہیں کہ
ممکنات خصوص بندہ کامل ولی اسکی ذات میں اسطرح ملجاتا ہے جیسا برف پانی میں یا
قطرہ دریا میں یا اولیا اللہ اور اللہ ایک ہی ہیں کیونکہ وہ انکی ذات میں حلول کرتا ہے
اور انکے اندر سما جاتا ہے سو یہ بالکل غلط اور صاف کفر ہے (اسکی ذات اور
صفات کو کبھی فنا اور تغیر نہیں ہے) دلیل عقلی اسکے پہلے آچکی ہے قال اللہ تعالیٰ
كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ یعنی اسکی ذات کے سوا ہر شے فانی اور ہلاک ہونیوالی ہے پس
اسکی ذات مع صفات ہمیشہ باقی رہیگی وقال وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
یعنی اللہ جلال اور اکرام والا ہمیشہ باقی رہیگا (نہ وہ کسی کی اولاد ہے نہ
کوئی اسکی اولاد ہے) کیونکہ اولاد میں اور ماں باپ میں ہمجنس ہونا ضروری
ہے پس اگر اسکے لیے اولاد ہوگی تو بالضرور اسکے ہمجنس ہوگی اور اگر وہ کسی کی اولاد
ہوگا تو اسمیں اور اسکی ماں میں بالضرور مجانست ہوگی اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی
چیز ہمجنس نہیں ہے جیسا کہ اسکا بیان گذرا پس کوئی اسکی اولاد ہے نہ وہ کسیکی نہ اسکے
ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی برادر ہے نہ کوئی اسکا ہم قوم ہے نہ ہم کفو ہے نہ اسکے لیے
بیٹا ہے نہ بیٹی ہے نہ وہ نر ہے نہ مادہ ہے قال اللہ تعالیٰ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ کہ اے نبی اللہ ایک ہے اور بے نیاز ہے نہ جنے
کسیکو جنا کسی نے اسکو جنا اور نہ کوئی اسکا کفو ہے نصاریٰ کس قدر دینی امور میں
احمق ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں (کوئی چیز اسپر واجب اور

ضرور نہیں ہے) کیونکہ اس سے اُسکا اختیار باطل ہوتا ہے اور اضطرار ثابت ہوتا ہے اور
یہ اُسکے لیے عیب ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ جو چیز بندے کے حق میں خیر اور اصلح ہو اللہ کو اُسکا
کرنا ضرور ہے ورنہ بخل لازم آویگا سو یہ اُنکی نافہمی ہے قال اللہ تعالیٰ فلو شاء لھدٰکم
اجمعین اگر اللہ چاہتا تو تم سبکو ہدایت کرتا دیکھو سب کے حق میں ہدایت بہتر تھی لیکن
اُسنے سبکو ہدایت ندی ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ اپنی رحمت اور فضل سے بعض چیزونکو اپنے
اوپر لازم کرلیا ہے جیسے مومنونکو جنت دینا اور اُسمیں بھی اُسکو اختیار باقی رہتا ہے چاہے
کرے چاہے نکرے (کوئی چیز اُسکی علم اور قدرت سے باہر نہیں ہے) کیونکہ
اُسمیں اُسکے لیے نقصان ثابت ہوتا ہے اور وہ ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے پس وہ ہر چیز پر
قادر ہے اور ہر چیز کی اُسکو خبر ہے کما مر سابقًا (اُسکے حکم کو کوئی پھیر نہیں
سکتا ہے) کیونکہ اگر کوئی اُسکے حکم کو ٹالدے تو اُسکا عاجز ہونا ثابت ہو جاوے ولا
مانع لحکمہ (سب عیبوں سے پاک ہے اور سب کمال اُسکو حاصل ہیں) کیونکہ
اُسمیں عیب ہونا اور کسی کمال سے خالی ہونا محال ہے ف یہ تنزیہات قرآن کی بہت سی
آیات سے ثابت ہیں از انجملہ یہ آیت ہے لیس کمثلہ شیٔ الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں
از انجملہ یہ آیت ہے ہو الغنی الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کسیکا محتاج نہیں
پس مجسم ہونا اور عرض اور جوہر ہونا اور مکانی زمانی ہونا کھانا پینا سونا پیشاب پائخانہ
پھرنا اور لاد جنا ناعلی ہذا القیاس جس قدر جسم سے اور جوہر سے متعلق ہیں اور اسیطرح جو چیزیں
کہ ممکنات سے مختص ہیں اور اُسکی صمدیت اور غنی یعنی وجوب الوجود کو منافی ہیں مثل حلول
اور اتحاد اور مشابہت اور تغیر و حدوث و احتیاج و جہل و عجز و موت و ضعف وغیرہ چیزیں
ان سب کی نفی ان آیات سے صراحتًا اور دلالۃً ثابت ہوتی ہے سبحان اللہ عما یصفون

ف اہل حق کے نزدیک صفات باری تعالیٰ کی نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات یعنی نہ یہ اوصاف خود اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ وصف خود موصوف نہیں ہوتا ہے اور نہ اُس سے جدا ہیں کہ منفصل ہو جاویں سو غیر کے معنی یہاں منفصل کے ہیں نہ نقیض عین کے پس ارتفاع نقیضین لازم نہ آیا اور یا یوں کہیے کہ جیسے لال ٹین میں ایک شمع روشن کر نیسے وہ شمع سُرخ آئینہ میں سے سُرخ اور زرد میں سے زرد اور سبز میں سے سبز نظر آتی ہے حالانکہ یہ مختلف رنگ کی شمعیں تو اُس اصل شمع کی عین ہیں نہ غیر فقط اور حکما اور معتزلہ کے نزدیک اسکی صفات عین ذات ہیں اور یہ مذہب خلاف تحقیق ہے ؛ فصل ۴ در رسالت عامہ کے اثبات میں ؛ (اللہ تعالیٰ نے خلق کی ہدایت کو جیسے بندے خالص کتابیں اور معجزے دیکر بھیجے ہیں انکو رسول کہتے ہیں) اسکے ثبوت کے لیے چند دلیل ہیں دلیل اوّل ضرور ہے کہ لوگوں کے افعال مختلف میں سے بعض کام اللہ کو پسند اور بعض ناپسند ہیں مثلاً بعض لوگ بعض کام کو اچھا جانکر کرتے ہیں اور بعض بُرا سمجھکر اُس سے دور رہتے ہیں تو لامحالہ یا تو اللہ کے ہاں اُسکا کرنا پسند ہوگا یا ناپسند اور رضائے الٰہی کے دریافت کرنیسے عقلیں قاصر ہیں اسلیے بعض عقلا بعض افعال کو بدلیل عقلی اچھا کہتے ہیں اور بعض بُرا ایسی یہ تعارض صریح دلیل ہے کہ اصل حال معلوم نہیں پس خدا کی مرضی کما حقہ بے اسکے بتلانے کے ہرگز معلوم نہیں ہو سکتی ہیں کوئی شخص خدا کی طرف سے آنا چاہیے کہ وہ مرضی الٰہی سے اطلاع دیوے تا کہ بے بسی اور بیخبری کی حالت میں اُسکے بندے گرفتار عذاب الٰہی نہوں اور اس اطلاع دینے والے کو رسول الٰہی کہتے ہیں پس مدعا ثابت ہوگیا دلیل دوم بندوں کو اپنے خالق کیطرف امور دینی اور دنیوی میں نہایت احتیاج ہے جسطرح کہ بادشاہ کیطرف رعا کو بہت حاجت ہوتی ہے

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عدم مماثلت کے سبب سے ہر شخص بے واسطہ خدا سے ہمکلام نہیں ہو سکتا ہے
نہ اپنی حالت کو پورا کر سکتا ہے پس کوئی شخص ایسا واسطہ بیچ میں ہونا چاہیے کہ طرفین سے
اُسکو مناسبت ہو اور وہ ضروریات کو جاری کیا کرے ورنہ انتظام عالم بگڑ جاویگا اور حرج
عظیم پیش آویگا سو ایسے شخص کو رسول کہتے ہیں اور یہی مدعا ہے **دلیل سوم** تین
چیزوں کی خبر نہایت ضرور ہے اوّل عذاب و ثواب آخرت کے کہ جسکی ترغیب و ترہیب سے
اچھے افعال کیے جاویں بُرے افعال سے باز آویں دوم طریق قبولیت عبادت کے کیونکہ
جبتک یہ نہ معلوم ہو کہ فلاں عبادت فلان طور سے اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ فلاں ناپسند
ہے تو مفت اوقات ضائع کرنا ہے اور یہ ہر شے سے بڑا بھاری فرض ہے تیسرے تعلیم روحانی کی
یعنے اُسکی ذات و صفات کا علم اور ان تینوں امور میں گو فی الجملہ عقل کو لگاؤ ہے مگر کماحقہ
ادراک مشکل ہے بلکہ بدون الہام الٰہی کے محال ہے پس ایسے شخص کیطرف حاجت پڑی کہ
جو ان امور سے بالہام الٰہی واقف کرے اور وہ نہیں اور کوئی مگر نبی پس یہ جو بعض بندے
کہتے ہیں کہ عقل کافی ہے محض غلط ہے اور ان تینوں ادلہ کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے
اس آیت میں ذکر فرمایا ہے رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ
الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ٭ یعنی بھیجے پیغمبروں کو خوشی سنانے اور ڈر سنانے کو بھیجا
تاکہ لوگوں کو اللہ پر رسولوں کے بعد کچھ الزام کی جگہ باقی نہ رہے اور اللہ زبردست اور
حکمت والا ہے عند التحریر جو وجہ دل میں گذری بے فکر اُسکو لکھدیا ہے ورنہ اس مدعا
کے اثبات کے لیے علماء کرام نے اپنے مطولات میں اور بہت سی ادلہ بیان کیے ہیں
ف انبیا علیہم السلام کے ساتھ کتاب ہوا کرتی ہے کہ اُنکے بعد اور اُنکے روبرو اُسپر
عمل کیا کریں اور جو چیز اُس کتاب کے مخالف ہو اُسے چھوڑ دیا کریں **ف** اور معجزہ بھی اپنی

تصدیق کے لیے دکھلایا کرتے ہیں معجزے سے سچے اور جھوٹے میں تمیز ہو جایا کرتی ہے بس جو شخص جھوٹا
ہوگا نبوت کا دعوی کرکے کوئی خرق عادت ظاہر نہ کر سکیگا کیونکہ عادت اللہ اسطرح سے جاری ہے
کہ سچے سے بعد دعوی نبوت کے منکروں کے یقین کرانیکو کوئی امر خارق عادت ظاہر کرا دیتا ہے
اور جھوٹے سے نبوت کے دعوی کرنیکے بعد ظاہر نہیں ہونے دیتا لہذا معجزہ دیکھنے کے بعد یقین ہوجاتا
ہے کیونکہ اگر اسطرح سے عادت جاری نہو تو انتظام عالم بگڑ جاوے دنیا میں اگر کوئی شخص بادشاہ
کی نیابت یا پیغامبری کا جھوٹا دعوی کرکے جعلی سند بناتا ہے تو بادشاہ خبر پانیکے بعد انتظام
ملک کے لیے اس جھوٹے کو بڑی سزا کو پہنچاتا ہے جب بادشاہان دنیا کو اسقدر انتظام ملک مقصود
ہے تو کیا اللہ تعالے احکم الحاکمین کو اپنے عالم کا انتظام مقصود نہوگا پس ہرگز جھوٹے شخص سے
معجزہ ظاہر نہونے دیگا اور اس جھوٹے کو دنیا ہی میں رسوا کریگا چنانچہ مسیلمہ کذاب اور اسود
وغیرہ کو رسوا کیا چنانچہ توریت میں اللہ تعالے نے اس مضمون کی خبر دی ہے کہ جو شخص نبوت کا
جھوٹا دعوی کریگا اور اپنی طرف سے کچھ کہیگا تو قتل کیا جاویگا اور اپنی سزا پاویگا اور قرآن مجید میں
بھی اسکی خبر دی ہے قال تعالی وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ؏ ف

(معجزہ) جو امر خارق عادت کہ نبی علیہ السلام سے ظاہر ہو اسکو معجزہ کہتے ہیں جیسا تھوڑے سے پانی سے
لشکر کو سیراب کر دینا اور بلانے سے درختوں کا چلا آنا اور کلام کرنا اسکی نبوت کی شہادت دینا
مردے کو زندہ کر دینا چاند کا اشارے سے شق کر دینا اور اگر قبل نبوت اس نبی سے ظاہر ہو تو
(ارہاص) اسکو ارہاص کہتے ہیں اور اگر یہ خارق عادت نبی کے پیرو سے ظاہر ہو پس اگر ولی سے ظاہر ہو

ف ترجمہ اور اگر بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اسکا داہنا ہاتھ پھر کاٹ ڈالتے اسکے دل کی رگ
پھر تم میں سے کوئی نہیں روکنے والا عرب میں دستور تھا کہ جب کسی کی گردن مارتے تھے تو داہنا
ہاتھ پکڑتے تھے تا سر کٹ جائے ۱۲ منہ

تو اسکو کرامت کہتے ہیں اور اگر مومن صالح سے ظاہر ہو تو اسکو **معونت** کہتے ہیں اور یہ دونوں
پیغمبری انکے نبی کیواسطے معجزہ شمار کیجاتی ہیں کیونکہ پیرو لوگوں سے ایسے امور کا ظاہر ہونا اس نبی
کی صداقت کے لیے دلیل بین ہے اور اگر یہ خارق عادت کافر سے ظاہر ہو تو اسکو **قضاء حاجت**
کہتے ہیں کہ اللہ تعالے کافرونکو انکی مرادیں دیکر اور انکی حاجات حسب نخواہ عطا فرما کر اور زیادہ
گمراہی میں ڈالتا ہے آگے سحر اور استدراج اسکے اقسام ہیں پس اگر بلا مباشرت اسباب خفیہ و جلیہ کے
ہو جیساکہ فرعون سے دریاے نیل کا جاری ہونا یا دجال کا قرب قیامت مردہ کا زندہ کرنا یا مینہ
کا برسانا سو اسکو **استدراج** کہتے ہیں کہ رفتہ رفتہ خدا اس کافر کو مغرور کر کے ہلاک کریگا لیکن اگر وہ
کافر مدعی نبوت ہو کر ظاہر کیا چاہیگا تو اس سے خارق عادت موافق ظاہر نہونگے بلکہ اسکے خلاف
ظاہر ہونگے جیساکہ مسیلمہ کذاب سے کسی نے کہا تھا کہ محمد علیہ السلام نے دعا سے فلان شخص کی آنکھ
اندھی درست کردی اگر تو نبی ہے سو تو بھی کر پس اسنے دعا کی اسکی دوسری بھی اندھی ہوگئی سو
اسکو **اہانت** کہتے ہیں اور اگر بواسطہ اسباب خفیہ ظاہر ہو تو اسکو سحر کہتے ہیں یعنے جادو استدراج
میں تعلیم کو دخل نہیں سحر تعلیم سے حاصل ہوسکتا ہے بعض کے نزدیک سحر خوارق عادات سے الگ
ہے کیونکہ وہ اسباب پر مبنی ہے جیساکہ دواؤں سے مریض کا اچھا ہوجانا پس جسطرح دواے
مرض کے دور ہونیکو خوارق عادات میں داخل نہیں کرتے ہیں اسیطرح سحر کو بھی داخل نکرینگے لیکن
سحر کے اسباب خفی ہوتے ہیں اس وجہ سے خارق عادت معلوم ہوتا ہے (**وہ سب انبیا
اور نیکوکار اور کبیرہ صغیرہ گناہ سے پاک تھے**) تفصیل اسکی یہ ہے کہ کل انبیا
علیہم السلام وحی آنیکے بعد یعنی نبی ہونیکے بعد کفر اور شرک اور جمیع کبائر سے خواہ عمداً ہوں خواہ
سہواً اور عمداً صغائر سے بھی اشاعرہ اور جمہور معتزلہ کے نزدیک معصوم تھے مگر بعض اہل سنت
کے نزدیک سہواً صغیرہ ہونا ممکن ہے پس کسی نبی سے بعد نبوت کے نہ کوئی صغیرہ نہ کوئی کبیرہ

بیان معونت

بیان قضاء حاجت

بیان استدراج

بیان اہانت

سرزد ہوا، جمہور اہل حق اسکے قائل ہیں کہ بعد نبوت کے بھولے سے صغیرہ گناہ ہونا انبیاءؑ
سے ممکن ہے بخلاف معتزلہ کے وہ کہتے ہیں کہ اُنسے سہواً بھی صغیرہ ممکن نہیں ہاں نبوت سے پہلے زمانہ
میں اختلاف ہے مگر کفر اور شرک سے بالاتفاق معصوم تھے پس کسی نبی سے قبل نبوت کفر اور شرک
نہیں سرزد ہوا اب باقی رہے کبائر و صغائر عمداً و سہواً سو اہل حق کے نزدیک قبل نبوت کے ایسے امور
اُنسے ممکن الوقوع ہیں کیونکہ نبوت کا درجہ عالیہ بشایانیت چاہتا ہے کہ اُنسے یہ امور سرزد نہوں تاکہ تکذیب
معجزہ نہ لازم آوے اور اُنکا اقتدا کرنے سے خلقت نہ بگڑ جائے مگر قبل نبوت کے ممکن کہ پھر اُنکو خدا تعالیٰ
معاف کردے اور اصلاح حال فرما کر نبی بنا کے بھیجے ہمیں کچھ کسیطرح کا محال نہیں لازم آتا ہے معتزلہ
کہتے ہیں کہ قبل نبوت کے بھی یہ امور اُنسے ممکن الوقوع نہیں کیونکہ اس سے خلق کو نفرت پیدا ہوتی ہے
جو ہدایت کے مانع ہے مگر جواب یہ ہے کہ انکو ہم باعث نفرت کہ جو مانع ہدایت ہو نہیں تسلیم کرتے اور حق
یہ ہے کہ جو چیز باعث نفرت مذکورہ ہو مثل ولد الزنا ہونا یا فجور میں مبتلا ہونا یا جو امور خست پر دلالت
کریں اُن امور سے انبیاء علیہم السلام بری تھے معتزلہ اور شیعہ کا اِس باب میں ایک ہی عقیدہ ہے
مگر تقیہ سے کفر سرزد ہونا انکے نزدیک ممکن ہے اب رہا یہ اختلاف کہ یہ عصمت انبیاء علیہم السلام کی
دلیل عقلی سے ثابت ہے یا نقلی سے سو اہل حق کے نزدیک دلائل نقلیہ احادیث و اجماع پر مبنی
ہے معتزلہ کے نزدیک عقلیہ پر پس جب یہ ثابت ہو چکا تو جن روایتوں میں کہ انبیاء علیہم السلام کی
نسبت گناہ کرنا آیا ہے اگر وہ خبر احاد میں تو اُن روایات کا اعتبار نکیا جاویگا اور اگر متواتر
منقول ہیں تو گناہ سے مراد صغیرہ لیا جاویگا یا قبل نبوت کے اُسکا سرزد ہونا قرار دیا جاویگا
پس یہ جو قرآن مجید میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی کما قال فَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ
فَغَوٰی یا موسیٰ علیہ السلام کی نسبت مذکور ہے کہ اُنہوں نے ایک قبطی کے مکا مارا سو وہ مر گیا یا یوسف
علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے زلیخا پر قصد بد کر لیا تھا کما قال وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ

وَهَمَّ بِهَا الآیۃ یا اُنکے بھائیوں کی نسبت مذکور ہے کہ یوسف کو کوئیں میں ڈالا اور پھر نکالکر چند
دراہم کو بیچا یا داود علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ انکے پاس دو فرشتے فتوی پوچھنے کو آئے کہ میری
ایک دُنبی ہی اس میرے بھائی نے چھین لی اور اسکے پاس ننانویں دنبیان موجود ہیں اور اسکی تفسیر میں
مفسرین نے لکھا ہے کہ داود نے ایک سپاہی کی بیوی کو دیکھا خوبصورت تھی پسند آئی اُسکے شوہر کو
جہاد میں بھیجا قضارا وہ شہید ہوا پھر داود نے اس عورت سے نکاح کرلیا سو یہ فتوی اس امر کا تھا
یا یونس علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ بے حکم الہی اپنی قوم سے عذاب آنیکا دن مقرر کردیا تھا جب
سمجھے تو گھبرائے کہ اگر روز معین پہ عذاب نہ آیا تو میری رسوائی ہوگی لہذا وہاں سے کہیں چلدیے کہ
راستہ میں دریا میں گرائے گئے مچھلی نے انکو لقمہ کرلیا پھر وہاں استغفار کیا سو باہر آئے یا ابراہیم
علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ آفتاب کو دیکھکر کہا تھا ہذا ربی کہ یہ میرا رب ہے سو یہ ظاہر شرک کی
صورت ہے یا بعض آیات و احادیث سے ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت ہے ایکبار جبکہ انکی
قوم نے انکو عید میں لیجانا چاہا تو ابراہیم نے فرمایا انی سقیم کہ میں بیمار ہوں پھر جب وہ لوگ واپس
آئے تو دیکھا کہ چھوٹے بتوں کو کسی نے توڑ ڈالا اور بڑے کے کاندھے پہ کلھاڑی رکھی ہوئی ہے
ابراہیم سے پوچھا تو کہا انکے بڑے نے کیا ہے اور ایکبار جبکہ ایک بادشاہ نے انکی بیوی کو حسین
جانکر چھین لیا اُسنے پوچھا کہ یہ تمہاری کون ہے کہا میری بہن ہے سو واضح ہو کہ ان سب اشکالوں کا
جواب ہمارے پہلے بیان سے خوب واضح ہوگیا مگر کچھ یہاں بھی صراحت ضروری ہے سو کہتا ہوں کہ
بعض تو انمیں سے گناہ نہیں گو بظاہر گناہ معلوم ہو چنانچہ موسی علیہ السلام کا قبطی ظالم کو کہ جو ایک
بنی اسرائیل پہ ظلم کر رہا تھا اعانت کیلئے مکا مارنا کچھ گناہ نہ تھا بلکہ واجب تھا مگر قضارا الہی سے
مرگیا موسی علیہ السلام کی اولوالعزمی کی نسبت گو یہ محض خطا تھی کسی قسم کا نقصان نہ تھا آخر
استغفار کیا خدا نے اس چوک کو معاف کردیا اور اسیطرح داود علیہ السلام کا سپاہی کو جہاد میں بھیجا

بھیجنا کچھ گناہ نتہا اور اُسکے شہید ہونیکے بعد اُسکی بی بی سے نکاح کرنا بھی گناہ نہ تھا اور سیطرح اچانک نظر پڑجانیکے بعد حسین عورت کا مرغوب دل ہونا بھی امر بے اختیاری ہے انہیں ہر شبر مجبور ہے یہ گناہ نہیں مگر اُنکی اولوالعزمی کی شان سے یہ بات نازیبا تھی لہذا عتاب ہوا پھر استغفار کیا معاف ہوگیا اور ابراہیم علیہ السلام نے ہذا ربی استہزاءً کفار کو الزام دینے کے لیے فرمایا تھا نہ کہ اعتقاداً کما قال تعالی وَلَقَدْ اٰتَیْنَا اِبْرَاهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ الآیۃ کہ ہمنے اول عمر سے ابراہیم کو رشد عطا کیا تھا پس رشد کی یہ منافی ہے کہ آفتاب کو خدا سمجھیں اور وہ تینوں جھوٹھ نہیں تھے بلکہ توریہ تھا کیونکہ بیمار ابراہیم یا حقیقۃً تھے ورنہ دل اُنکے حرکات سے بیمار تہا سو یہ جھوٹ نہیں اور واقعی سب سے بڑے نے جو خدا تعالی ہے چھوٹے بتونکو زخمی کیا تہا کیونکہ بندے کے کل افعال خدا کیطرف منسوب ہوسکتے ہیں لہذا صراحتاً نہ کہا بلکہ ذومعنیین بات کہہ گئے تاکہ دو مطلب حاصل ہوویں سو یہ جھوٹھ نہیں گنا جاتا اور اُنکی بی بی چچازادی بہن تھی پس اگر اُس موذی سے دفع شر کے لیے بہن کہا تو کچھ جھوٹھ نتہا لیکن یہ توریہ بھی اُنکے علوشان کو مناسب نتہا لہذا اپنی عندیہ میں ابراہیم گناہگار ٹھیرے اور یونس کا بلا امر الٰہی وعدہ کردینا گناہ نہ تہا کیونکہ اسی کے لیے بھیجے گئے تھے مگر پھر توکل نکرنا اور وہاں سے چلا جانا منافی علوشان تہا لہذا عتاب آیا پھر استغفار کیا معاف کیا گیا ہاں آدم علیہ السلام نے بھولکر اُس درخت کو کھایا تہا سو یہ سہو گناہ اُنسے سرزد ہوا کما قال تعالے وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کہ آدم کا ہمنے عزم یعنی ارادہ اُس گناہ میں نہ دیکھا لہذا عتاب ہوا پھر استغفار سے معاف ہوگیا اور یوسف علیہ السلام سے گناہ صغیرہ سرزد ہوا کیونکہ بقصد کرنا گناہ صغیرہ ہے نہ کہ کبیرہ کما قال النبی علیہ السلام والفرج یصدق ذلک و یکذبہ کہ شرمگاہ تکذیب تصدیق کرتی ہے یعنی اگر دخول کرلیا تو سب بوس کنار ومساس وغیرہ کبائر ہوگئے ورنہ صغیرہ کے صغیرہ رہے پس اسکی دو توجیہ ہیں یا تو یوں کہو کہ صغیرہ قصداً

بعض اہل سنت کے نزدیک بعد نبوت کے سرزد ہونا ممکن ہے یا موافق جمہور کے یوں کہا جاوے کہ سوا یوسف
علیہ السلام نبی نہ تھے کما یدل علیہ قصتہ پس قبل نبوت صغیرہ عمداً ہونا بالاتفاق جمہور کے
نزدیک ممکن ہے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت میں اختلاف ہے پس جنکے نزدیک
وہ نبی نہیں تو کچھ اعتراض نہیں اور جنکے نزدیک وہ نبی ہیں تو یہ افعال اُنسے قبل نبوت سرزد ہوئے
تھے کما لا یخفی اور انبیاء کی اس لغزش کو زلت کہتے ہیں اور جن جن انبیاء سے زلات سرزد
ہوگئی ہیں سب معاف کردیے گئے ہیں انبیاء علیہم السلام سے زلات صادر ہونے میں چند حکمتیں ہیں
ازانجملہ یہ کہ وہ ہمیشہ اپنی اُس لغزش کو یاد کرکے بہت رویا کریں اور عبادت زیادہ کیا کریں ازانجملہ
یہ ہے کہ کبھی نفس بشری اُنکو اپنی عبادت کے غرور میں نہیں ڈالتا ہے بلکہ وہ اپنی عبادت کو اُس لغزش
ہی کے مکافی نہیں سمجھتے ہیں ازانجملہ یہ ہے کہ وہ اپنی اُمت کے گناہ دیکھکر اُنسے متنفر نہ ہوجاویں
بلکہ انکو بھی اپنے کثرت استغفار میں شامل کرلیا کریں (احکام الٰہی کے پہنچانیمیں کمی
نکرتے تھے) کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ کے امین ہوتے ہیں اور اسی لیے اللہ اُنکو اور خلق سے ممتاز
کرلیتا ہے پس امین الٰہی سے محال ہے کہ وہ کافروں کے ڈر کر احکام الٰہی کے پہنچانیمیں کمی کرے اور کافروں سے
ڈر کر دین میں مداہنت فرمائے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو اور اُسکی فوج کو اور موسیٰ نے فرعون کو
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو باوجود ایذا دینے کے پورے پورے احکام الٰہی پہنچائے اور اُنکی
تکالیف دینے کو خیال میں نہ لائے قال تعالیٰ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ
تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (کوئی نبی اپنی نبوت سے معزول نہیں
ہوا ہے) کیونکہ اللہ علیم وحکیم کو ہر چیز کا ابتدا اور انجام معلوم ہے پس وہ کسی ایسے شخص نالایق
کو یہ بڑا رتبہ کیوں دیگا کہ وہ آخر کسی امر نا ملایم کا مرتکب ہوکر اس مرتبہ عالیہ سے معزول کیا جاوے
اور جو خلق اُسکے ہاتھ پر راہ ہدایت پر آئی تھی اسکے بگڑنے سے گمراہ ہوجاوے ۞

(انکی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے انکا موافق مقبول مخالف مردود ہے)

کیونکہ رسول کو ماننا بعینہ اسکو ماننا ہے کہ جسکی طرف سے وہ آیا پس جب یہ ثابت ہوا کہ وہ اللہ کی
طرف سے آئے ہیں تو انکی نافرمانی اللہ کی نافرمانی اور انکی فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے،
اور جو بات رسول فرماتے ہیں تو اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں پس جو طریق انکا ہے وہ بعینہ
اللہ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کا موافق مقبول ہوتا ہے اور مخالف مردود ہوتا ہے علی ہذا القیاس جس خبریں
غیب کی رسول نے دی ہیں وہ سب سچی ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالے کے حکم کے مطابق
خبریں دی ہیں پس جو انکو مخالف بتلاوے تو وہ گویا اپنے آپکو اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیب دان
سمجھتا ہے اور انکو غلطی پر اور اپنے آپ کو حق پر گمان کرتا ہے وقال تعالیٰ اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ
وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ۚ کیا وہ نہیں جانتا جسنے تمام عالم پیدا کیا اور حالانکہ وہ لطیف اور
بہت خبردار ہے وقال تعالیٰ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ یعنی جسنے حکم مانا رسول کا اسنے
حکم مانا اسکا ؛ **فصل ۵ ؛ سب رسولوں سے افضل اور سب کے بعد محمد بن
عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں صلی اللہ
علیہ وسلم** اس مقام میں تین بحث ہیں اول میں حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی
نبوت کا اثبات دوسری میں آپ کا خاتم النبیین ہونا تیسری میں آپکا افضل الانبیاء ہونا ؛؛

بحث اول دو قسم پر ہے **قسم اول مقدمہ** رسول اس بشر کو کہتے ہیں جو اللہ کیطرف سے
لوگوں کو اسکے احکام پہنچاوے اور نبوت کا دعوی کرکے اپنی تصدیق کے لیے معجزہ دکھاوے پس
جس شخص میں یہ اوصاف ہونگے وہ قطعی اللہ کا رسول ہوگا کسلیے کہ ایسے ہی شخص کو رسول
کہتے ہیں سوا اسکے رسول کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ کھانا نہ کھایا کرے اور پانی نہ پیا کرے
یا اسکی شکل و صورت کسی اور ہی طرح کی ہوا کرے پس جب یہ ثابت ہوچکا تو ہم کہتے ہیں

کہ جناب رسالت مآب محمد صلے اللہ علیہ سلم میں تو اوصاف سب موجود تھے سو وہ بھی موجب تعداد
مذکورہ کے رسول برحق تھے اب ان اوصاف کا اثبات آپ کی ذات بابرکات میں سو وہ
اس طور سے ہے کہ آپکے **معجزات** میں سے ایک معجزہ دائمہ **قرآن مجید** ہے کس لیے کہ معجزہ ایسی
خارق عادت کو کہتے ہیں جو نبوت کے دعوی کرنیوالے سے اسطرح ظہور میں آوے کہ منکر اسکی مثل
ظاہر کرنے میں عاجز ہو جاویں پس معجزہ کو اسی لیے معجزہ کہتے ہیں کہ منکر سے وہ ہرگز نہیں ہوسکتا
ہے اور وہ اسکو اسکی مثل ظاہر کرنیسے عاجز کردیتا ہے سو معجزے کی سب تعریف قرآن مجید میں
پائی جاتی ہی کیونکہ اسمیں ہزاروں قسم کے عجائب ہیں اسکی فصاحت و بلاغت سے تمام عرب کے بڑے
بڑے فصیح و بلیغ شاعر عاجز آگئے تھے شب و روز انکو عار دلا کر کہا جاتا تھا کہ اگر قرآن کو تم
کلام الٰہی نہیں جانتے بلکہ بشر کا کلام کہتے ہو سو تم بھی تو بشر ہو ایک چھوٹی سی صورت ہی کی
مثل تم بنا لاؤ سو کبھی کسی سے یہ نہو سکا بلکہ اسکے مقابلہ کو محال سمجھتے تھے اور قرآن مجید کی
فصاحت و بلاغت کو نظر کرکے قرآن کو امر خارق عادت کہتے تھے اور جسطرح انبیاء سابقین کے
معجزات کو منکرین خارق عادت سمجھکر سحر کہتے تھے اسیطرح یہ لوگ بھی قرآن کو اِنْ ھٰذَا اِلَّا
سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہنے لگے **غیب کی خبریں** قرآن مجید میں کثرت سے ہیں بہت سی ظاہر ہو چکی ہیں اور
بہت سی آئندہ کو اپنے وقت پر ظاہر ہونگی **حکمت نظریہ** قرآن مجید میں ایسی ہی کہ بڑے بڑے علماء
زمان اور عقلاء یونان کی حکمت کی اس سے آب جاتی رہی اور جسطرح آفتاب جہانتاب کے نور کے مقابل
ذرہ خیرہ ہوتا ہے اسطرح سے اسکو خیرہ کردیا خصوصًا الٰہیات اور مبدء و معاد کا اسمیں نہایت خوبی
کے ساتھ بیان ہے کہ اہل کتابنے بھی سرمو اسکو متفاوت نہ پایا بلکہ اسکے آگے سر تسلیم کو جھکایا ۔
حکمت عملیہ قرآن مجید میں ایسی خوب ہے کہ جسکی ثنا و صفت ہر شخص کی زبان پر جاری ہے
افراط و تفریط سے بالکل خالی ہی کیونکہ **تدبیر المنزل** اسمیں ایسا خوب ہے کہ کبھی اسکے اوپر عمل کرنیسے

انتظام میں خلل نہ آوے اور سیاست ملک ایسا عمدہ کہ اُسکے عامل کے ہاتھ سے کبھی
ملک نہ جاوے چنانچہ نصاری بھی اس امر کے شاہد ہیں اور اکثر اپنے قوانین کو یہاں سے مستنبط
کرتے ہیں جس جا مخالفت کرتے ہیں نہایت بدنظامی دیکھتے ہیں اور ہر سال بہت روپیہ صرف
کرکے نئے قانون بدلتے ہیں چونکہ قرآن کے قوانین آسمانی ہیں ہر ملک میں اور ہر قوم میں روز نزول
سے قیامت تک اُنپر عمل درآمد سزاوار اور بجا ہے اور اُنکے قوانین اپنی اٹکل کے ہیں تو ایک قوم کے
موافق دوسرے کے مخالف ہیں اور چھہ مہینے تک بھی اُنپر عمل کرنا ناروا ہے چنانچہ قرآن کے قوانین پہ
عمل کرنے سے خلفاء راشدین کی فتوحات کا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے آجتک کہیں نظیر نہ پایا
گیا اور تطہیر باطن اسمیں نہایت عمدہ ہے یہانتک کہ اُسکے پڑھنے سے باطن کی سب نجاستیں
دور ہو جاتی ہیں جس قدر اخلاق بد ہیں سب کو صابن کی طرح دھو ڈالتا ہے خود صحابہ رضوان اللہ علیہم
اجمعین و تابعین و تبع تابعین کے اخلاق و عادات کو تعصب دور کرکے دیکھیے ایک ایک شخص کو نبوت
نہی کہیں تو بجا ہے اور ولی کامل قرار دیں تو روا ہے اُنکے حالات سننے سے اور خلق کے اخلاق درست
ہوتے ہیں اور اُنکے ذکر سے مکارم اخلاق حاصل ہوتے ہیں راست بازی امانت داری صلہ رحمی رحم دلی
مروت تواضع علم حلم سخاوت شجاعت عبادت ریاضت زہد تقوی وغیرہ خوبیاں اُنکو حاصل
تھیں اور اب بھی جو قرآن والے ہیں ویسے ہی ہیں تطہیر ظاہر بھی اسمیں ایسی خوب ہے کہ ہر مسلمان
پاکی بدن و مکان میں اپنا نظیر نہیں رکھتا ہے پیشاب و پاخانہ کی نجاست سے دور رہتا ہے بتلاو
یہ اور کسی قوم میں کہاں ہے اسکی زیادہ تفصیل سے کتاب کے دراز ہو جانے کا ڈر ہے لہذا مختصر کرتا ہوں
الغرض اور بہت سی خوبیاں قرآن میں موجود ہیں گویا ہر علم کا معدن و مخزن قرآن ہے
اور اسی سبب سے وجہ اعجاز کے تعین میں علما کا اختلاف ہے پس ایسی کتاب کا ایسے شخص سے
ظاہر ہونا کہ جسنے کبھی کسی استاد سے تعلیم نپائی ہو نہ کبھی کسی مکتب کے دروازہ کو جھانکا ہو

بلکہ امی محض ہو باوجود اسکے نہ کسی ملک کی سیر کی ہو کہ وہاں سے کچھ سیکھ آئے ہوں نہ کسی فن ہی علم
دانشمند حکیم کی صحبت اٹھائی ہو کہ اسکی صحبت کا اثر کہا جاوے یہانتک کہ ماں باپ کو بھی
جسنے اچھی طرح سے نہ دیکھا ہو کہ انکی تعلیم و تربیت کا ثمرہ قرار دیا جاوے باوجود ان سب باتوں
کے پھر ایسے ملک کا رہنے والا ہو کہ جہاں علوم و فنون کا کچھ ذکر بھی نہو اور اکثر لوگ اس ملک کے
جہالت منش وحشی سیر ہوں البتہ مردہ کے زندہ کرنے سے بھی زیادہ خارق عادت ہے کما
لایخفی اب رہی یہ بات کہ مدعی نبوت سے اسکا ظہور ہوا سو حضرت چالیس برس کی عمر سے آخر عمر
تک نبوت کا دعوی کرتے رہے ایک عالم اسکا بھی شاہد ہے اب رہا یہ امر کہ مخالف اسکا مثل بنانے
سے عاجز آگئے ہوں سو وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باواز بلند دم آخر تک کفار سے یہی کہتے
رہے کہ اگر کسیکو قرآن میں شک ہو وہ اسکی ایک سورت کے برابر تو بنا لاوے اور جس سے چاہے
اسمیں مدد لے پھر کسی سے بھی آج تک یہ نہو سکا حالانکہ وہ لوگ رات دن شعر و سخن میں مصروف
رہتے تھے اور آپکے ہم قوم اور ہم زبان بھی تھے اور آپ انکو دعوی کرکے عار بھی دلاتے تھے اور خاص
دعوی کے وقت اسکے مقابلہ کرنیکو ہر ایک شخص کے جی میں آگ بھڑکا کرتی تھی سو آپ اسی طمینان
قلب سے یہ دعوی کرتے رہے تمام عرب خصوص قریش کو قرآن کے حروف کے مقابلہ سے سیوف کا
مقابلہ آسان معلوم ہوتا تھا **برہان دوسری** اعجاز قرآن پر یہ ہے کہ قرآن مجید دو حال سے خالی نہیں
ہے کیونکہ یا اور فصحا و بلغا کے کلام سے برابر ہے یا انسے زائد اور زیادتی بھی دو حال سے خالی نہیں
کیونکہ یا تو اسقدر زائد ہے کہ عادتاً ایک کلام دوسرے سے اسقدر زائد ہوتا ہی یا اسقدر زائد کہ عادت کے
خلاف اور خارق ہے پس پہلی دونوں قسمیں باطل ہیں کیونکہ اگر قرآن اور فصحاء و بلغاء کی کلام کے
برابر یا زائد بقدر معتاد ہوتا تو بیشک ایک ایک یا مجتمع ہوکر قرآن کی کسی ایک آیت کے برابر بنا لاتے
کیونکہ وہ لوگ قواعد فصاحت و بلاغت و لغات کو نہایت عمدہ طرح سے جانتے تھے اور بدرجہ نہایت

برہان دوسری

اسکے ماہر تھے اور حضرت نبی علیہ السلام کے قول کے ابطال میں نہایت سرگرم ہوتے تھے اور اسکی بڑی
حرص رکھتے تھے یہانتک کہ جان و مال صرف کر ڈالا اور صدہا مشقتیں اٹھائیں باوجود اسکے انکو
ہر شب روز عار دلا کر کہا جاتا تھا کہ اسکی مثل لاؤ لیکن نہ لا سکے اور حضرت اسی طرح یہی اخیر تک
دعوی کرتے رہے اگر کوئی یوں کہے کہ شاید اس نظر سے وہ قرآن کی مثل بنانیکا ارادہ نہیں کرتے
تھے کہ کوئی انکے کلام کو قبول نکریگا اور نزاع ہوگی تو اسکا یہ جواب ہے کہ ایسی سخت ضرورت کے وقت
بالخصوص نبی مقابلہ میں ہر ایک فصیح و بلیغ کی رگ غیرت جوش میں آکر حرکت کیا کرتی ہے سو ایسے
مواقع پر ایسے امور کیطرف نظر نہیں کیا کرتے بلکہ خواہ مخواہ اسکی مثل بنانیکا قصد کیا کرتے ہیں اور عدم
قبولیت کے خوف سے طرفین میں حکم مقرر ہو جایا کرتے ہیں بلکہ وہ حضرت سے پہلے حکم مقرر کرنیکی درخواست
کرکے پھر بناتے لیکن انکو کبھی اسکا حوصلہ ہی نہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسقدر حسن خوبی کا کلام
طاقت بشریہ سے خارج ہے ہمسے ہرگز نہو سکیگا مفت حکموں کے سامنے ندامت ہوگی اگر کوئی یوں کہے
کہ شاید حضرت کے رعب سے یہ قصد نکرتے ہوں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا رعب ہوتا تو وہ جنگ و جدال سے
پیش نہ آتے پس جب یہ دونو قسمیں یعنی برابر یا زائد بقدر معتاد ہونا باطل ہوئیں تو تیسری قسم ثابت ہوئی کہ
قرآن حسن و خوبی میں اور فصحاء و بلغاء کے کلام سے زائد خلاف عادت ہے پس ثابت ہوا کہ قرآن خارق عادت ہے
پس قرآن معجزہ ہے اور یہی مدعا ہے **تیسری برہان** اعجاز قرآن پر یہ ہے کہ قرآن فصاحت بلاغت میں
حد اعجاز کو پہنچ گیا ہے یا نہیں اگر کہو ہاں تو مدعا ثابت ہے اور اگر کہو نہیں تب بھی مدعا ثابت ہے کیونکہ باوجود
قرآن کے معجز نہونیکے پھر اسکا معارضہ ممکن نہونا خارق عادت ہے اور اگر کہو کہ ممکن ہے تب بھی مدعا ثابت ہے
کیونکہ باوجود امکان معارضہ اور توافر دواعی کے اس امر یعنی معارضہ کا وقوع میں آنا خارق عادت ہے
پس ثابت ہوا کہ جمیع وجوہ سے قرآن معجزہ ہے اور ہر طرح سے خارق عادت واضح ہو کہ قرآن مجید میں چند اوصاف
خاص ہیں اور چند ایسے امور ہیں کہ وہ اگر کسی اور کلام میں پائے جاتے ہیں تو اس کلام کو فصاحت سے دور کر دیتے لیکن باوجود

ان امور کے پہر قرآن غایت درجہ کا بلیغ ہے پس ثابت ہوا کہ قرآن معجزہ ہے اور وہ امور محل فصاحت یہ ہیں اول
یہ کہ عرب کی فصاحت و بلاغت اکثر مشاہدات کی تعریف و صفت میں ہوتی ہے جیسا کہ اونٹ یا
گھوڑے کی تعریف یا کسی معشوق کے حسن جمال کی مدح یا کسی شجاع کے جنگ جدال کا ذکر یا کسی بزم کے
عیش و سامان کا باندہنا لیکن قرآن ان امور سے خالی ہی باوجود اسکے پہر فصاحت میں عالی ہے دوم
یہ کہ ہر جگہ قرآن میں صدق کی رعایت ہے حالانکہ جو فصیح و بلیغ اس امر کا التزام کرتا ہے اسکا شعر پہیکا
پڑجاتا ہے چنانچہ لبید بن ربیعہ اور حسان بن ثابت کے جو شعر زمانہ جاہلیت کے ہیں زمانہ اسلام کے اشعار
سے نہایت بلیغ ہیں سوم یہ کہ ہر شاعر کے تمام قصیدہ یا غزل میں کل دو تین شعر اچھے ہوتے ہیں باقی
بہرتی لیکن قرآن مجید اول سے آخر تک یکساں اعلی درجہ کا بلیغ و فصیح ہے چہارم یہ کہ جب کوئی
شاعر کسیکے وصف میں کچھ اشعار کہتا ہے پہر جب دوبارہ اسکا وصف کرتا ہے تو دونوں کلاموں میں
مساوات نہیں ہوتی اور کلام ثانی بے مزہ معلوم ہوتا ہے بخلاف قرآن مجید کے کہ اسمیں بہت سے مضامین
کو بار بار ذکر کیا ہے لیکن سب اعجاز میں برابر ہیں اور ہر جگہ جداگانہ لطف ہے پنجم یہ کہ قرآن میں ایجاب
عبادات و تحریم قبایح و ترغیب مکارم اخلاق اور ترک دنیا و اختیار آخرت وغیرہ امور پر اقتصار ہے حالانکہ
جن اشعار میں اس قسم کے مضامین ہوتے ہیں وہ اشعار کم درجہ کے بلیغ ہوتے ہیں لیکن قرآن اعلے
درجہ کا بلیغ ہے ششم یہ مشہور ہے کہ ہر ایک شاعر کا کلام ایک خاص بیان میں عمدہ ہوتا ہے دوسرے
میں ضعیف پس کوئی رزم میں کوئی بزم میں زیادہ ہوتا ہے چنانچہ امر القیس عورتوں اور گھوڑوں کی
مدح میں عمدہ اشعار کہتا ہے اور نابغہ کے اشعار بیان خوف میں اچھے ہوتے ہیں اور اعشی کے اشعار حسن طلب
میں اور وصف شراب میں بے نظیر ہیں اور زہیر کے اشعار رغبت و رجا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے لیکن قرآن
مجید میں صدہا فنون اور ہر قسم کے بیان ہیں مگر سب جگہ نہایت درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے
کسی میں کمی نہیں چنانچہ ترغیب میں یہ آیت کس درجہ کی بلیغ ہے قال تعالے فلا تعلم نفس

مَا اُخفِیَ لَهُم مِن قُرَّةِ اَعیُنٍ جَزَاءً بِمَا کَانُوا یَعمَلُونَ وَقَالَ وَفِیهَا مَا تَشتَهِیهِ الاَنفُسُ وَتَلَذُّ الاَعیُنُ وَ
هُم فِیهَا خَالِدُونَ اور ترہیب میں آیات نہایت درجہ کی بلیغ ہیں قال تعالی اَفَاَمِنتُم اَن یَخسِفَ بِکُم
جَانِبَ البَرِّ الآیات وقال ءَاَمِنتُم مَن فِی السَّمَاءِ اَن یَخسِفَ بِکُمُ الاَرضَ فَاِذَا هِیَ تَمُورُ
اَم اَمِنتُم الآیۃ وقال وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیدٍ الی قولہ وَیَاتِیهِ المَوتُ مِن کُلِّ مَکَانٍ اور زجر میں یہ آیات اسقدر
بلیغ ہیں کہ خیال بشری سے باہر ہیں قال تعالی فَکُلًّا اَخَذنَا بِذَنبِهِ الی قولہ وَمِنهُم مَن اَغرَقنَا
الآیہ اور تہذیب النفس میں یہ بڑی بلیغ آیات ہیں قال تعالی قَد اَفلَحَ مَن زَکّٰهَا وَقَد خَابَ مَن دَسّٰهَا
وقال فَاَمَّا مَن طَغٰی وَآثَرَ الحَیٰوةَ الدُّنیَا فَاِنَّ الجَحِیمَ هِیَ المَاوٰی وَاَمَّا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ
وَنَهَی النَّفسَ عَنِ الهَوٰی فَاِنَّ الجَنَّةَ هِیَ المَاوٰی اس مقام پر اسکی تفصیل کی گنجایش نہیں لہذا دو تین مضامین
کے چند آیات بطور نمونہ کے لکھدیں اور جسے تفصیل مطلوب ہو وہ قرآن کی تفاسیر دیکھے ہفتم یہ کہ
قرآن میں سب علوم کے اصول موجود ہیں علم فقہ و علم کلام و تہذیب اخلاق و الہیات وغیرہا سب علوم قرآن
میں مذکور ہیں یہ بھی امر ایسا ہی کہ آجتک کسی بلیغ نے اسکا التزام نہیں کیا اور اگر کیا تو اسکا کلام بے لطف
ہو گیا ہشتم باوجود اسکے کہ قرآن ضخیم کتاب ہے مگر بسبب بلاغت کے اسکا حفظ کرنا نہایت آسان ہے
ہر گاؤں اور شہر میں صدہا آدمی اسکے حافظ ہیں اور بعض کو تو تمام عمر بھی پڑھنے کا اتفاق نہوا ہوگا مگر
یاد ہے یہ کسی کتاب میں صفت نہیں کوئی اپنے مذہب کی کتاب کے دس بیس حافظ تو دکھا دے آجتک
کوئی پادری انجیل کا حافظ بھی نہ سنا نہ کوئی یہودی توراۃ کا حافظ دیکھا نہ کوئی پنڈت بید کا
حافظ نظر آیا نہم ایک تاثیر خاص اسکی یہ ہے کہ جب کوئی سمجھکر اسے بکثرت پڑھتا ہے نہایت رقیق القلب
اور زاہد و متقی ہو جاتا ہے اور امراض نفسانی زائل ہو جاتے ہیں یہ کسی کلام میں تاثیر نہیں ہے سوا ان وجوہات
کے اور بھی وجہ اعجاز قرآن میں موجود ہیں اسلیے تعین وجہ میں اختلاف ہے بعض نے کوئی وجہ بعض نے کوئی
وجہ اعجاز کی قرار دی لیکن بلاغت و فصاحت کی وجہ غالب ہے لہذا اسکا بہ اتفاق ہی اصح ہو

کہ قرآن کا معجزہ جمیع انبیا کے معجزات سے افضل ہے چند وجوہ سے اول یہ کہ یہ معجزہ جب سے ظاہر ہوا قیامت
تک باقی رہیگا لہذا اور انبیا کو بار بار معجزات دکھلانے کی ضرورت پڑتی تھی اور ہمارے حضرت سے جب کفار
بار بار معجزات طلب کرتے تھے تو من اللہ یہ جواب آتا تھا کہ ایک بڑا عظیم الشان معجزہ کہ جسکو یہ ہر وقت
دیکھتے ہیں موجود ہے پس جب اسکو نہ مانا تو اور کو کب مانینگے یہی کافی ہے لہذا لوگوں کی خواہش کے بموجب
کمتر معجزات آپ ظاہر فرماتے تھے کیونکہ مقصود نبی کے آنے سے ہدایت ہے اور اسکی تصدیق کے لیے
کسی معجزہ کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ مقصود نہیں کہ یہاں تیوں کیطرح انبیا علیہم السلام کثرت معجزات
دکھلایا کریں اور لوگ تماشا سمجھیں دوم اور معجزات فقط نبی کی تصدیق کا فائدہ دیتے ہیں لیکن قرآن میں
دونو وصف حاصل ہیں تصدیق بھی اور اصلی مقصود کی رہنمائی بھی اور معجزات میں اگر معاند بابدرازی کرے
تو کر سکتا ہے کیونکہ مردہ کے زندہ کرنیمیں کہہ سکتا ہے کہ طبیب ہے اور یہ شخص مرا نہ تھا بلکہ بیمار تھا اسنے
تندرست کر دیا یا یوں کہیں کہ کوئی جن اور شیطان اسکی صورت میں ظاہر ہو گیا ہے علی ہذا القیاس بخلاف
قرآن کے کہ اسمیں اس گفتگو کو مجال نہیں جسے زیادہ اسکی تشریح مطلوب ہو وہ امام رازی کے
دلائل الاعجاز کو دیکھے پس جب سب اوصاف معجزہ ہونیکے قرآن میں پائے گئے تو قرآن قطعی معجزہ ہے
گو جاہل معاند اسی تسلیم نکرے قرآن کے سوا اور بہت سے معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر
ہوئے ہیں جیسے چاند کا اشارہ سے شق کرنا درختوں کا آپکے بلانے سے حاضر ہونا پھر آپکے رسول ہونیکی
سب کے سامنے گواہی دینا آپ کی انگلیوں سے اسقدر پانی نکلنا کہ لشکر نے شکم سیر ہو کر پیا مردہ زندہ کرنا
علی ہذا القیاس اور صدہا معجزے ہیں کہ انکی تفصیل مطولات میں موجود ہے پھر آپکے بعد آپکی امت
سے آجتک اسقدر خوارق عادات ظاہر ہوئے ہیں کہ معاند اور مکابر کے سوائے کوئی شخص انکا انکار
نہیں کر سکتا ہے سو یہ خوارق بھی آپ ہی کے معجزات ہیں اب ہاں آپکا خلق کو ہدایت کرنا اور احکام الہی
پہنچانا سو وہ اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے آپنے ایک عالم کو بت پرستی سے چھڑا کر اللہ پرست بنا دیا

زمین کو ایمان و خیر سے بھر دیا خصوص ملک عرب کو دیکھو کہ آپ سے پہلے تمام ملک جہالت آباد اور مرکز شر
و فساد تھا ذلت دینی و دنیوی میں بھی یہ ملک سب ملکوں سے زیادہ تھا پھر آپ کی برکت سے شرافت
دینی اور دنیوی میں تمام جہان سے فوقیت لیگیا معدن علوم و فنون ہو گیا یہاں کا مکارم اخلاق سے ایسا
آراستہ و پیراستہ ہوا کہ اور لوگ اسکے افعال و اقوال کو اپنی تہذیب کے لیے سند بنانے لگے اور اسکے حالات
کو اپنے ہاں لکھہ لکھہ لیجانے لگے چنانچہ سب اہل تاریخ اس امر کے شاہد ہیں الغرض جب ایسے صفات نبوت کے
آپکی ذات بابرکات میں اسطرح پائے گئے کہ کبھی کسی نبی میں نہ پائے گئے تو آپکے سید المرسلین ہونے میں کیا
شک ہے اور امام النبیین ہونے میں کونسا شبہ ہے پس اب جو کوئی شبہ کرے تو اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص
بادشاہت کے سب اسباب سکندر میں تسلیم کرکے اسکی بادشاہت میں شک کرے سو ایسے معاند کے
انکار کا جواب بجز جہنم ہے ایسا معاند اگر ٹھیک دوپہر میں آفتاب کا انکار کر بیٹھے تو اس سے کچھ بعید نہیں
فقیر عبد الحق تو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اور خواہ کسی بدبخت کو شبہ ہو یہ تو باواز بلند
اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابداً ابداً **دلیل دوسری** حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعوی کرکے لوگوں کو معجزات دکھلائے اور تمام عالم کو اپنے دین کی طرف
بلایا اور لاکھوں آدمیوں نے آپکے روبرو آپکا دین قبول کیا اور روز بروز ترقی دین کی ہوتی گئی یہانتک
کہ چند روز میں زمین کے کناروں تک اسلام پھیل گیا اور بڑی بڑی شان و شوکت کی سلطنتیں اہل اسلام
کے قبضہ میں آئیں اور دم آخر تک حضرت کی شان و شوکت زیادہ ہوتی گئی پس معلوم ہوا کہ آنحضرت اللہ کے
بھیجے ہوئے سچے رسول تھے کیونکہ اگر جھوٹے ہوتے تو بموجب عادۂ الٰہی کی شان و شوکت کے عوض ذلت اٹھاتے
اور آخر بہت رسوائی سے قتل کیے جاتے چنانچہ مسیلمہ کذاب وغیرہ قتل کیے گئے کیونکہ اللہ تعالے جھوٹے کو دین کو
جو اسکے ہاں ناپسند ہو اسطرح سے ہرگز ترقی نہیں دیتا چنانچہ اسکا بیان پہلے ہو چکا ہے **دلیل تیسری**
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اخلاق عظیمہ اور اوصاف جزیلہ اور کمالات علمیہ اور عملیہ سب مجتمع ہے

بیان دلیل دوسری

یہانتک کہ کفار قریش کو کہ باوجود اسکے کہ بسبب عداوت مذہبی کے شب و روز آپکی عیب جوئی میں
مصروف رہتے تھے کبھی کوئی عیب نقصان حضرت کی سیرت و صورت میں نظر نہ آیا کہ اُس سے حضرت کے
طعن کرتے اور آپکے دین میں خلل انداز ہوتے پیش کبھی کسی معاملہ میں حضرت کا جھوٹ معلوم ہوا نہ کبھی
آپکو بددیانت متکبر بدخلق ایذارسان شراب خوار زنا و فسق شعار دیکھا نہ کبھی جاہ و مال عز و جلال
کیطرف آپکی رغبت دیکھی بلکہ شب و روز دنیا و ما فیہا سے نفور اور ہمہ وقت زہد و تقوی و عبادت خدا
میں مسرور دیکھتے تھے یہانتک کہ تمام قریش نبوت ظاہر کرنیسے پہلے آپکو نہایت محبوب کہتے تھے
اور یہ کہتے تھے کہ آجتک ایسا دانا اور ایسا نیک کردار شخص ہمنے کبھی دیکھا نہ سنا چنانچہ آجتک یہود
و نصاری بھی اس بات پر متفق ہیں [سلہ] پس عقل سلیم کے نزدیک محال ہے کہ ایسا عقلمند اور ایسا سچا اور ایسا
عابد و زاہد جاہ و مال سے دور بھاگنے والا شخص جھوٹ سے ایک ایسی نئی چیز کا دعوی کرے کہ جسکو
نہ کبھی کسی نے سنا تھا نہ دیکھا تھا اور ایسا خداشناس دین کے معاملہ میں خدا پر جھوٹ باندھکر نبی ہونیکا
دعوی کرے کہ جسمیں نہ کچھ دینی فائدہ نہ دنیوی ظہور میں آوے بلکہ تمام فوائد دنیوی فوت ہو جاویں
صدہا اذیت سر پر آویں خرید و فروخت بند ہو جاوے شہر سے نکالا جاوے آپس کی بیاہ شادی موقوف
کیجاوے ہر شخص ہر دم خون کا پیاسا ہونے لگے اور زد و کوب و سب و شتم پر آمادہ ہو جاوے ہرگز ہرگز عقل
سلیم کبھی تسلیم نہ کریگی کہ ایسا عاقل دنیا کے معاملات کا سچا بے فائدہ تمام قوم کو دشمن بنا لیوے اور
بے غرض ہر ایک قسم کی ایذا اٹھاوے اور دینی امر میں اللہ پر جھوٹ باندھ لیوے **دلیل چوتھی** آپکی
شریعت غرا کے دیکھنے سے عاقل کو فوراً یقین کامل ہو جاتا ہے کہ یہ شریعت آسمانی ہے اور جو شخص
شریعت آسمانی اور دین حقانی لیکر آتا ہے وہ قطعی نبی ہوتا ہے پس آپ یہ شریعت لائے ہیں تو معلوم ہوا
کہ آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور یہی مدعا ہے۔ دوسرا مقدمہ تو ظاہر ہے کہ جو آسمانی شریعت لاتا ہے وہ

دلیل چوتھی

سلہ سیل صاحب جس نے جو ترجمہ قرآن لکھا ہے اُسکے مقدمہ میں وہ بھی حضرت
کے کمالات کا قائل ہوا ہے ۱۲

نبی ہوتا ہے اب ہاں پہلے مقدمہ کا ثبوت کہ آپکی شریعت آسمانی ہے سو وہ بہت تفصیل چاہتا ہے مطولات میں اُسکو خوب تفصیل سے ثابت کردیا ہے لیکن مجملاً یہاں بھی ذکر کرتا ہوں - شریعت آسمانی کے یہ چند اصول ضروری ہیں اول اصل الاصول توحید ہے کہ بڑا مطلب رسول کے بھیجنے سے یہی ہے پس توحید تمام وکمال جیسے شریعت احمدیہ علی صاحبہا السلام میں ہے آجتک کسی کے ہاں پائی نہیں گئی مشرق سے مغرب تک جس مسلمان کو دیکھیے گا وہ ایک بڑا موحد ہوگا ہنود و نصاری کیطرح کبھی کسی غیر کو نہ خدا کہیگا نہ خدا کا بیٹا بناویگا المختصر تمام صفات کمال سے موصوف اور سب عیبوں سے پاک جسطرح اللہ کو اہل اسلام نے جانا ہے کسی نے نہیں جانا یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے - دوم تہذیب اخلاق وطہارت جسمانی و روحانی سو وہ بھی اس شریعت میں اسقدر ہے کہ آجتک کہیں اُسکا مثل نہیں دکھلائی دیتا ہے - سوم معاشرت کے طریقے سو وہ بھی ایسے عمدہ ہیں کہ جہان کے بڑے بڑے عقلاء اور حکماء کو سوائے تسلیم کے چارہ نہوا اور پہلی شریعتوں کا اُسکو ناسخ ماننا پڑا چہارم خدا کے احکام کو سیاست سے جاری کیا جانا اور خاص خدا کا خزانہ کہ جسکا بادشاہ مالک نہوسکے جمع ہونا اور فوج کا بے تنخواہ کے لڑنا اور سردار کا پابند کتاب الہی کا ہونا اور بے غرض دنیوی جنگ و قتال ہونا یہ شریعت محمدیہ ہی میں ہے اور کسی میں نہیں الغرض یہ سب اصول اسمیں ایسے عمدہ ہیں بشر سے اُنکی مثل ایجاد کرنا محال ہے اور خصوص ایسے شخص سے جو جاہلوں کے ملک کا رہنے والا ہو نہ کبھی اُسنے کچھ پڑھا ہو نہ لکھا ہو نہ حکماء کی صحبت اُٹھائی ہو نہ جہان کی سیر کی ہو **دلیل پانچویں** محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں ظاہر ہوئے کہ اُس وقت میں نبی کی نہایت ضرورت تھی کس لیے کہ تمام عالم میں نہایت کفر و شرک موجود تھا چنانچہ عرب کے لوگ لڑکیوں کو مارتے تھے اور راہ لوٹتے تھے اور کفر و شرک میں رات دن مصروف تھے اور فارسی لوگ دو خدا ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے اور ماں بہن بیٹی کے ساتھ جماع کرنیکو درست سمجھتے تھے اور ترک لوگ لوٹ مار میں مصروف تھے اور ہنود گائے بیل درخت و پتھر کی عبادت میں مشغول تھے اور یہود دین تشبیہ اور تحریف کتب میں

سرگرم تھے اور نصاری پرستش صلیب و تصویر میں مصروف تھے یعنی بدرالقیاس سب فرقوں میں گمراہیاں
اور بدکاریاں اور کفر و شرک کا ظہور تھا پس اللہ کے انعام عام اور حکمت تمام کا یہی مقتضی تھا کہ ایسے
کے وقت میں اپنا رسول بھیجے اور اس وقت میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص دعویٰ نبوت کا نہیں کیا
پس معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں اور یہ ادعا سے ف منصف مزاج کے لیے
یہ چند دلائل کافی ہیں اور شقی نا انصاف کے لیے ہزار دلیل بھی وافی نہیں ہیں منکروں سے ہم یہ سوال کرتے
ہیں کہ تمہارے نزدیک بھی کوئی نبی مسلم ہے یا نہیں اگر کہیں ہاں تو ہم اسنے انکی نبوت کی دلیل طلب کرینگے
پس جس دلیل سے وہ انکی نبوت ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اسی دلیل سے ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی نبوت کو ثابت کر دینگے اور اگر کہیں ہمارے نزدیک کوئی نبی مسلم نہیں تو لازم آویگا کہ خدا نے کوئی نبی
نہیں بھیجا حالانکہ اسکا ثبوت پہلی فصل میں ہو چکا ہے **قسم دوم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کی خبر پہلے انبیاء نے دی ہے اور اب تک اہل کتاب کے ہاں وہ بشارتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ انہوں نے اکثر
کو بدل ڈالا اور اکثر کو اپنی کتابوں میں سے نکال ڈالا لیکن علماء یہود اور علماء نصاری عوام کو غلطی میں
ڈالتے ہیں اور ان بقیہ خبروں کی تاویلات کرتے ہیں پس اولی یہ ہے کہ چند امور جنسے انکی خیانت ظاہر
ہو جاوے اور کوئی مسلمان پھر دھوکہ نہ کھاوے ذکر کردوں **امر اول** انبیاء بنی اسرائیل میں سے اکثر نبیوں نے
مثل شعیا و ارمیا و دانیال و حزقیال و عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام کے آئندہ کے حالات کی خبر دی ہے
جیسے بخت نصر و سکندر و [illegible] کا ظاہر ہونا اور زمین ادوم اور نینوی اور مصر پر حوادث کا گزرنا پس
عقل سلیم کے نزدیک نہایت بعید ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے چھوٹے چھوٹے حوادث کی خبر دیں اور
انمیں سے کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونیکا حال نہ بیان کرے حالانکہ [illegible]
[illegible] بادشاہ اور لاکھوں بڑے بڑے عالم [illegible] پیدا ہوئے [illegible] مشرق سے مغرب تک [illegible]
گیا ہے [illegible] اہل کتاب [illegible] نہیں [illegible] یہود و نصاری جنہوں نے مقابلہ کیا

سرگرم تھے اور نصاریٰ پرستش صلیب و تصاویر میں مصروف تھے علیٰ ہذا القیاس سب فرقوں میں گمراہیاں
اور بدکاریاں اور کفر و شرک کا ظہور تھا پس اللہ کے انعام عام اور حکمت تمام کا یہ مقتضیٰ نہیں کہ ایسے ضرورت
کے وقت میں اپنا رسول نہ بھیجے اور اس وقت میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی شخص ظاہر نہیں ہوا
پس معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں اور یہی مدعا ہے **ف** منصف مزاج کے لیے
یہ چند دلائل کافی ہیں اور شقی نا انصاف کے لیے ہزار دلیل بھی وافی نہیں ہیں منکروں سے ہم یہ سوال کرتے
ہیں کہ تمہارے نزدیک بھی کوئی نبی مسلم ہے یا نہیں اگر کہیں ہاں تو ہم اسنے اسکی نبوت کی دلیل طلب کرینگے
پس جس دلیل سے وہ اسکی نبوت ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ اسی دلیل سے ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی نبوت کو ثابت کر دینگے اور اگر کہیں ہمارے نزدیک کوئی نبی مسلم نہیں تو لازم آویگا کہ خدا نے کوئی نبی
نہیں بھیجا حالانکہ اسکا ثبوت پہلی فصل میں ہو چکا ہے **قسم دوم** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کی خبر پہلے انبیاء نے دی ہے اور اب تک اہل کتاب کے ہاں وہ بشارتیں پائی جاتی ہیں اگرچہ انہوں نے اکثر
کو بدل ڈالا اور اکثر کو اپنی کتابوں میں سے نکال ڈالا لیکن علماء یہود اور علماء نصاریٰ عوام کو غلطی میں
ڈالتے ہیں اور ان بقیہ خبروں کی تاویلات کرتے ہیں پس اولیٰ یہ ہے کہ چند امور جن سے انکی خیانت ظاہر
ہو جاوے اور کوئی مسلمان پھر دھوکہ نہ کھاوے ذکر کر دوں **امر اول** انبیاء بنی اسرائیل میں سے اکثر نبیوں نے
مثل شعیا و ارمیا و دانیال و حزقیال و عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہم السلام کے آئندہ کے حالات کی خبر دی ہے
جیسے بخت نصر و سکندر و قورش کا ظاہر ہونا اور زمین ادوم اور نینوی اور مصر پر حوادث کا گزرنا پس
عقل سلیم کے نزدیک نہایت بعید ہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے چھوٹے چھوٹے حوادث کی خبر دیویں اور
انمیں سے کوئی بھی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونیکا حال نہ بیان کرے حالانکہ آپکی امت میں
ہزارہا بادشاہ اور لاکھوں بڑے بڑے حکیم دانشمند پیدا ہوئے ہیں مشرق سے مغرب تک آپکا دین پھیل
گیا ہے بلکہ آج تک حکومتیں آپ کی امت کے ہاتھ میں ہیں لاکھوں یہود و نصاریٰ کے جنہوں نے مقابلہ کیا

قتل کیے گئے ہیں اور ہزاروں اہل کتاب آپکے دین میں داخل ہوگئے ہیں الغرض عقل نہایت بعید جانتی ہے کہ انبیاء
بنی اسرائیل ارض روم و نینوی وغیرہ کمتر حادثات کی خبر دیویں اور ایسے حادثہ عظیمہ کی کوئی خبر نہ دیویں
لیکن ہمیں صاف ظاہر ہوگیا کہ اہل کتاب نے عداوت سے وہ خبریں جنمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر
ہونیکا ذکر تھا اور آپکی نبوت کی بشارت تھی نکال ڈالیں یا بدل دیں امر دوم یہ ہے کہ پہلے انبیاء اگر کسی
پچھلے نبی کے ظاہر ہونیکی خبر دیویں تو تحقیق شرط نہیں کہ پچھلے نبی کے باپ ماں شہر خاندان قوم
سن سال صورت و سیرت کی خوب صراحت کیا کریں کہ کسیکو شبہ باقی نرہا کرے اور ہر شخص پہچان لیا
کرے کہ یہی نبی ہے بلکہ اکثر خبریں مجمل ہوتی ہیں کہ انکو عوام لوگ نبی موعود کے کہنے سے جان
لیتے ہیں اور ان اوصاف کو اسپر مطابق کر لیتے ہیں اور خواص لوگ کبھی قرائن سے معلوم کر لیتے
ہیں کہ یہی نبی ہے کہ جنکی خبر فلاں فلاں انبیاء نے دی تھی اور کبھی خواص بھی نہیں معلوم
کر سکتے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس نبی کی خبر دی گئی ہے وہ خود نہیں جانتا کہ فلاں خبر کا مصداق
میں ہی ہوں اور یہ امر خود انجیل سے ثابت ہے چنانچہ یوحنا اپنی انجیل کے باب اول آیت ۱۹ سے لیکر
پچیس آیت تک لکھتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت یوحنا پیغمبر کے پاس کاہنوں اور لاویوں کو دریافت
کرنیکے لیے بھیجا کہ تم کونسے پیغمبر ہو یا الیاس ہو یا مسیح ہو یا وہ نبی حضرت یوحنا نے جواب دیا کہ ان تینوں
میں سے کوئی نہیں ہوں بلکہ سوائے اسکے اور ایک نبی ہوں جسکی خبر اشعیا نبی نے دی ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ
کاہنوں اور لاویوں کو جو علماء یہود سے تھے اور توریت کو خوب جانتے تھے حضرت یوحنا یعنی یحیی پیغمبر کو پہچاننا
نہیں معلوم ہوا کہ انکا تحقق قبل سے ایسے علامات مذکور نہ تھے جنسے وہ اگر پہچان لیتے کہ یہ ایلیاء ہیں بلکہ
یحیی علیہ السلام کو خود بھی معلوم نہوا کہ میں ہی ایلیاء ہوں حالانکہ حضرت عیسی کے قول سے ثابت ہے کہ
یہی ایلیاء ہیں چنانچہ انجیل متی کے گیارہویں باب میں تصریح ہے حالانکہ حضرت یحیی اپنے ایلیاء ہونے سے

---

۵ وہ نبی سے مراد ہمارے حضرت ہیں علیہ الصلوۃ والسلام ۱۲ منہ

انکار ہے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ حضرت یحییٰ کو اپنے ایلیا ہونیکی خبر نہوئی پس اگر ہم اہل کتاب کی
اس بات کو تسلیم کر لیں کہ انہوں نے تورات و انجیل وغیرہ کتابوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی وہ خبریں
جنمیں تفصیل سے سب علامتیں حضرت کی مذکور تھیں اُنہیں دور کی ہیں تو بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
نبوت کے واسطے جو خبریں باقیماندہ تورات انجیل میں مجملًا ہیں کافی ہیں امر سوم دعویٰ کہ اہل کتاب سوا
مسیح اور ایلیا علیہ السلام کے اور کسیکا انتظار نکرتے تھے بالکل غلط ہے کیونکہ اور کا بھی اُنکو انتظار تھا چنانچہ
امر دوم میں معلوم ہو چکا ہے کہ علماء یہود نے جو یحییٰ علیہ السلام سے اکر پوچھا کیا تم مسیح ہو پھر جب اُنہوں نے
اسکا انکار کیا تو پوچھا کیا تم ایلیا ہو پھر جب اُنہوں نے اسکا بھی انکار کیا تو پوچھا کیا تم وہ نبی ہو جسکی موسیٰ
علیہ السلام نے خبر دی ہے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اس نبی معہود کا اُنہیں انتظار ایلیا اور مسیح کے انتظار کے
برابر تھا اور یہ نبی معہود ایسا مشہور تھا کہ اسکے نام ذکر کرنیکی حاجت نہ تھی بلکہ اسکی طرف اشارہ ہی کافی
تھا انجیل یوحنا کے ساتویں باب میں عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر کے یہ لکھا ہے ۴۰ تب اُن لوگوں میں
سے بہتیروں نے سنکر کہا کہ حقیقت میں یہ وہ نبی ہے ۴۱ اوروں نے کہا یہ مسیح ہے یہاں سے ظاہر ہوا
کہ نبی معہود اُنکے نزدیک مسیح کے سوا کوئی اور شخص ہے کیونکہ اسکو مسیح کے مقابلہ میں ذکر کیا پس وہ نبی سے
ہمارے حضرت مراد ہیں اور آپکے وہ لوگ منتظر تھے امر چہارم نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام
خاتم النبیین ہیں کہ انکے بعد اور کوئی نبی نہ آویگا بالکل غلط ہے کیونکہ امر سوم میں معلوم ہو چکا ہے کہ وہ
لوگ نبی معہود کا جو عیسیٰ اور ایلیا علیہم السلام کے سوا کوئی اور شخص ہے انتظار کرتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ سوائے
عیسیٰ اور ایلیا کے اور تیسرا نبی جسکی موسیٰ نے خبر دی تھی ظاہر ہوگا پس جب نبی معہود کا عیسیٰ علیہ السلام کے
پہلے ظاہر ہونا دلیل قوی سے معلوم نہوا تو ضرور وہ نبی عیسیٰ کے بعد ظاہر ہوگا پس عیسیٰ علیہ السلام کا
خاتم النبیین سمجھنا غلط ہوگیا دوسرے نصاریٰ پولوس اور حواریوں کی نبوت کے قائل ہیں حالانکہ یہ سب

امر سوم

امر چہارم

ط پس اہل کتاب کا یہ شبہ کہ تمہارے نبی کا نام اور تفصیل سے نشان ہمارے ہاں نہیں
ہے لہذا وہ نبی نہیں ہیں رفع ہوگیا ۱۲ منہ

عیسے کے بعد ہی تیسرے کتاب اعمال کے گیارہویں باب میں لکھا ہے ۲۷-۲۸ اور انہیں دنوں میں کئی ایک نبی اورشلیم سے انطاکیہ میں آئے سو انمیں سے ایک نے جسکا نام اگبس تھا اٹھکے روح کے باعث سے بتلایا کہ ساری جہان میں عنقریب بڑا کال پڑیگا جیسا قلادیوس قیصر کے عہد میں پڑا تھا ۔ یہاں سے صاف ظاہر ہوا کہ اورشلیم سے انطاکیہ میں نبی لوگ آئے تھے انمیں سے ایک کا نام اگبس تھا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ قصہ عیسی علیہ السلام کے بعد کا ہے اور انکے بعد بھی نبی ثابت ہوئے پس عیسی علیہ السلام کا خاتم النبیین کہنا بالکل غلط مخالف ہے چوتھے نصرانیوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ عیسے علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہوگا پس اس قول سے ہمارے حضرت کی نبوت کا باطل کرنا باطل ہوگیا **امر پنجم** عیسائیوں نے جو خبریں کہ عیسے کی نبوت کے لیے نقل کی ہیں سو وہ خبریں یہود کی تفسیر اور تاویل کے مطابق عیسے پر ہرگز صادق نہیں آتی ہیں اسی لیے یہود سخت انکار کرتے ہیں لیکن عیسائی لوگ اپنی سینہ زوری سے یہود کی تاویلات اور جہالتوں پر کچھ التفات نہیں کرتے ہیں اور اپنے طور پر انکی ایسی تاویلات کرتے ہیں جو حضرت عیسے پر صادق آتی ہیں پس جسطرح آیات مذکورہ میں یہود کی تاویلیں عیسائیوں کے نزدیک مردود اور نامقبول ہیں اسیطرح جن خبروں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت ہوتی ہے انمیں عیسائیوں کی واہیات تاویلیں ہمارے نزدیک مردود اور نامقبول ہیں جیسے وہ یہود کی تاویلات کیطرف التفات نہیں کرتے ہیں اسی طرح ہم انکی تاویلات کو لغو اور ہذیان سمجھتے ہیں باوجود اسکے جو خبریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں عیسائیوں کی خبروں سے نہایت قوی ہیں **امر ششم** سب اہل کتاب کے سلف اور خلف میں ہمیشہ سے یہ عادت جاری ہے کہ نام کا ترجمہ کرتے ہیں اور کبھی کلام الہی میں بطور تفسیر کے کچھ بڑھا دیا کرتے ہیں اور اصل کلام میں اور تفسیر میں کوئی علامت امتیاز کی نہیں کرتے ہیں پس اس سبب سے خبط ہوجاتا ہے اور مطلب اصلی بے ربط ہوجاتا ہے انکی مختلف زبانوں کے ترجموں کے دیکھنے سے یہ امر صاف ظاہر ہوجاتا ہے لیکن بطریق نمونہ کے کچھ ذکر کرتا ہوں کہ واقعی اہل کتاب چالاکی کرتے ہیں **ازانجملہ** یہ ہے سفر تکوین کے ترجمہ عربی میں جو سنہ ۱۶۲۵ اور

سنہ ۱۸۴۴ء میں چھپا تھا باب ۴۹ آیت ۱۰ یہ ہے - فلا یزال القضیب من یہوذا والمدبر من فخذہ حتی یجئ الذی لہ الکل وایاہ تنتظر الامم ٭ پس الذی لہ الکل لفظ شیلوہ کا ترجمہ ہے وہ یہ ترجمہ بیانی ترجمہ کیا ہوا ہے اور ایک عربی ترجمہ میں جو سنہ ۱۸۱۱ء میں چھپا ہے اسمیں یوں ہے (فلا یزال القضیب من یہوذا والرسم من تحت امرہ الی ان یجئ الذی ہو لہ والیہ تجتمع الشعوب) اور اردو کے ترجمہ میں جو سنہ ۱۸۲۵ء میں چھپا تھا لفظ شیلوہ ہی اصل میں ہے لفظ شیلوہ ایک شخص مشہور کا نام تھا مترجموں نے اسکا اپنی اپنی رائے کے موافق ترجمہ کر دیا ٭ از انجملہ یہ ہے ترجمہ عربی سفر خروج مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ء و سنہ ۱۸۴۴ء کے تیسرے باب کی چودہویں آیت میں یوں ہے (فقال اللہ لموسی اہیہ اشر اہیہ) ٭ اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ سنہ ۱۸۱۱ء میں یوں ہے (فقال لہ الازلی الذی لایزال) ٭ پس لفظ اہیہ اشر اہیہ بمنزلہ اسم ذات کے ہے اسکا ترجمہ الازلی الذی لایزال کر دیا ٭ از انجملہ یہ ہے ترجمہ عربی سفر خروج مطبوعہ سنہ ۱۸۴۴ء کے آٹھویں باب کی گیارہویں آیت میں اسطرح ہے ٭ تبقی فی النہر فقط ٭ اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ سنہ ۱۸۱۱ء میں مسطور ہے (تبقی فی النیل) ٭ دیکھیے نیل ایک خاص دریا کا نام ہے جو مصر کے نیچے بہتا ہے اسکا ترجمہ نہر کیا حالانکہ نہر کا لفظ سب دریاؤں کو شامل ہے ٭ از انجملہ یہ ہے ترجمہ عربی کتاب یوشع مطبوعہ سنہ ۱۸۴۴ء کے دسویں باب کی تیرہویں آیت میں اسطرح سے ہے ٭ (الیس ہذا مکتوبا فی سفر الابرار) ٭ اور دوسرے ترجمہ عربی مطبوعہ سنہ ۱۸۱۱ء میں سفر الابرار کی جائے سفر المستقیم ہے اور ترجمہ فارسی مطبوعہ سنہ ۱۸۳۸ء میں لفظ ابرار اور مستقیم کی جا لفظ یاصار ہے اور دوسرے ترجمہ فارسی مطبوعہ سنہ ۱۸۴۵ء میں لفظ یاشر ہے اور ترجمہ اردو مطبوعہ سنہ ۱۸۲۵ء میں لفظ یاشاہی پس اصل میں یاشا یا یاصار یا یاشر کتاب کے مصنف کا نام ہے مترجموں نے اسکو اپنی اپنی رائے سے ابرار اور مستقیم کے ساتھ ترجمہ کر دیا ٭ از انجملہ یہ ہے کتاب اول انجیل یوحنا مطبوعہ سنہ ۱۸۴۴ء میں یوں ہے (قد وجدنا مسیا الذی تاویلہ المسیح) اور ترجمہ فارسی مطبوعہ سنہ ۱۸۱۶ء میں اسطرح ہے (مسیح را کہ ترجمہ آن کرسطوس میباشد یافتیم) اور ترجمہ اردو مطبوعہ سنہ ۱۸۳۹ء میں اصل لفظ خرستس اور مسیح اسکا ترجمہ قرار دیا ہے - اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اصل نام مسیاہی یا مسیح ہے یا خرستس ہے عربی ترجمہ

اصل سا معلوم ہوتا ہے و درست ہے اسکا ترجمہ اور ترجمہ فارسی سے اصل صحیح اور کرسطوس ترجمہ ظاہر ہوتا ہے اور
اردو سے اصل غیر معتبر اور ترجمہ صحیح سمجھا جاتا ہے دیکھو نام کا اسطرح پر ترجمہ کیا کہ معلوم نہیں کہ اصل کیا ہے
اور ترجمہ کیسا ہے پس اگر اہل کتاب نے اسیطرح جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا بہی ترجمہ
کردیا یا اسکو معین اور وکیل سے بدلدیا ہو تو کچھ بعید نہیں کیونکہ بعض اہل کتاب زمانہ سابق میں حضرت کے
کا نام انجیل و توریت میں لکھا دیکھکر ایمان لائے تھے **امر ہفتم** پولس نصاری کے نزدیک اگرچہ حواریوں کے
مرتبہ میں ہے اور اہل تثلیث اسکو اپنا بزرگ اور پیشوا سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ عیسے علیہ السلام کا دشمن اور
دین عیسائی کا خراب کرنیوالا تہا اُسنے حرام چیزونکو حلال کردیا اُسنے خنزیر اور شراب نصاری کے لیے
مباح کردی اول بیش دین عیسائی کا نہایت دشمن تھا بہت عیسائیونکو اُسنے قتل کیا آخر اُسنے فریب سے
مارا کہ ظاہر میں اپنے آپ کو عیسائی مشہور کیا سو اُسکے دہوکے میں نصاری آگئے لہذا ہمارے نزدیک اُسکے
اقوال کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اُسکی تاویلات واجب الرد ہیں جب یہ امور ثابت ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ
باوجود تحریف اور تبدیل کے ابتک توریت و انجیل میں بہت سی ایسی خبریں ہیں کہ جنسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
نبوت ثابت ہوتی ہے سو انمیں سے چند خبریں نقل کرتا ہوں **بشارت پہلی** توریت کے باب استثنا میں اللہ تعالی
کا کلام اسطرح منقول ہے ٭ میں اُنکے لیے انکے بھائیوں میں سے تجھسا ایک نبی برپا کرونگا ٭ اور اپنا کلام اُسکے
منہ میں ڈالونگا ٭ اور جو کچھ میں اُسے فرماونگا وہ سب اُنسے کہیگا ٭ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو
جنہیں وہ میرا نام لیکے کہیگا نسنے گا تو میں اُسکا حساب اُس سے لونگا ٭ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ
کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا مینے اُسکو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل
کیا جاویگا ٭ یہی بشارت نہ تو عیسے علیہ السلام کے لیے ہے جیسا کہ نصاری کہتے ہیں نہ یوشع علیہ السلام
کے لیے ہے جیسا کہ یہود کہتے ہیں بلکہ یہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے چند وجہ سے **وجہ اول**
امر ثالث میں ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت یحیے اور عیسے علیہما السلام کے زمانہ میں بہی کہ جو آخر زمانہ تہا

امر ہفتم

بشارت پہلی

وجہ اول

اس نبی کا کہ جسکی یہ بشارت ہے انتظار رہتا اور اس وقت کے علماء توریت اس نبی کے منتظر تھے پس اس سے
عیسے مراد ہیں یوشع علیہما السلام کیونکہ یہ آنسے بھی پہلے تھے **وجہ دوم** اس بشارت میں اللہ تعالے موسے
علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ تیری مانند نبی برپا کرونگا اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسی کی مانند نہ تو یوشع
ہیں نہ عیسے ہیں کیونکہ یہ دونو بنی اسرائیل میں سے ہیں اور توریت کے باب استثناء میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں
کوئی نبی موسی کی مثل نہیں ہوا دوسرے موسی علیہ السلام کو شریعت جدید عطا ہوئی تھی وہ کسی اور نبی کی
شریعت کے تابع نہ تھے اور یوشع علیہ السلام حضرت موسی کی شریعت کے تابع تھے نہ انکے اوپر کوئی نئی کتاب
نازل ہوئی تھی نہ انکی شریعت جدید تھی پس وہ موسی کی مانند ہرگز نہیں ہو سکتے اور عیسے علیہ السلام نصارے
کے اعتقاد کے موجب خدا کے بیٹے اور خود خدا تھے اور موسی آدمی تھے پس خدا کے بیٹے میں اور آدمی میں کیونکر مماثلت
نہیں پائی جاتی تیسرے عیسے بقول نصارے ملعون ہوئے اور پھانسی دیے گئے اور بعد مرنیکے دوزخ میں بھی داخل ہوئے
چنانچہ اہل تثلیث کے عقائد میں اسکی تصریح ہے اور موسی میں یہ اوصاف ہرگز نہیں پائے گئے چوتھے موسی کو ایسی شریعت
ملی تھی کہ جسمیں تعزیرات اور حدود اور غسل اور طہارت اور کھانے پینے کی چیزوں کے حرام و حلال ہونیکے احکام تھے
اور عیسے علیہ السلام کی شریعت میں یہ بات ہرگز نہیں پائی جاتی ہے جیسا کہ انکی انجیل متداول سے صاف ظاہر ہے
اور موسی علیہ السلام احکام جاری کرنے پر قادر تھے بخلاف عیسے علیہ السلام کے کہ انکو یہ قدرت نہ تھی ہاں محمد
صلی اللہ علیہ وسلم میں اور موسی علیہ السلام میں خوب مماثلت تامہ پائی جاتی ہے جسطرح حضرت موسی کی شریعت
میں حرام و حلال کے احکام ہیں ویسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہیں جسطرح موسی نے بنی اسرائیل
کو فرعون کی ذلت سے نکالکر عزت دی اور راہ راست دکھائی اسیطرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کو فارس
اور روم کی قید سے نکالکر موحد بنایا اور مہذب اور شائستہ کر دیا اور اسیطرح موسی علیہ السلام انسان تھے
بیوی بچے رکھتے تھے ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے اسیطرح جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے علی ہذا القیاس
ہر امر میں ان دونوں پیغمبروں میں جیسی مماثلت پائی جاتی ہے کسی میں نہیں پائی جاتی جو شخص

وجہ سوم

دونوں کی شریعت اور حالت سے واقف ہے وہ اس امر کو خوب جانتا ہی اور اسی لیے قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہی
اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاہِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا وجہ سوم اس بشارت
میں سے بنی اسرائیل کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ انکے بھائیوں میں تجھسا نبی برپا کرونگا اور ظاہر ہے
کہ سب بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل کے غیر ہونے چاہییں جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں
داخل ہوں کیونکہ عرف میں جب کوئی شخص کسی قوم سے خطاب کرکے مثلاً یوں کہے کہ تمہارے بھائی
آتے ہیں تو اس قوم مخاطب کے غیر لوگ سمجھے جایا کرتے ہیں بنا برعلیہ بنی اسرائیل کے غیر لوگوں میں سے
نبی ہونا چاہیے جو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہوا ور تورات میں اسحاق علیہ السلام کے سوا اور
کسی بیٹے کو ابراہیم کی اولاد میں سے بجز اسماعیل علیہ السلام کے برکت کا وعدہ نہیں کیا ہے تورات کے باب
پیدایش میں یوں ہے۔ اور اسمٰعیل کے حق میں مینے تیری سنی۔ دیکہہ میں اُسے برکت دونگا اور اُسے برومند
کرونگا اور اُسے بہت بڑہاؤنگا اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ پس ضرور ہے کہ یہ شخص اسمٰعیل کی اولاد سے
ہو اور بنی اسرائیل کے بھائیوں سے وہاں بنی اسمٰعیل ہی مراد ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسمٰعیل میں سے سوائے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ایسا نبی نہیں ہوا ہے وجہ چہارم اس بشارت میں یوں فرمایا ہے کہ اپنا
کلام اُسکے منہ میں ڈالونگا یعنی تورات وزبور وغیرہ کتب کی مانند لکہی ہوئی کتاب اُسکے اوپر نہ آتریگی
بلکہ فرشتہ آکر اُسکے روبرو پڑہیگا وہ نبی اُمی ہوگا اُس سے سُنکر یاد کریگا اور لوگوں کو اپنے منہ سے پڑہکر
سنائیگا یہ بات بھی سوائے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کسی نبی میں نہیں پائی جاتی خصوصاً
یوشع علیہ السلام پڑہے ہوئے تھے سو وہ کسی طرح اس خبر سے مراد نہیں ہوسکتی ہیں وجہ پنجم اس
بشارت میں اس نبی کے اعزاز و اکرام کے لیے یوں فرمایا کہ جو شخص اُس نبی کے سخن کو نہ مانیگا تو
میں اُسے سزا دونگا اور یہ ظاہر ہے کہ سزا سے خاص عذاب آخرت ہی مراد نہیں کیونکہ اسمیں کسی نبی
کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر نبی کے نافرمان کو عذاب اُخروی ہوگا بلکہ اس سے مراد دنیا کی سزا ہے کیا

وجہ چہارم

وجہ پنجم

سلہ اور اسحاق کی اولاد بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل کے غیر بنی اسماعیل ہیں جنکے لیے برومند کیا وعدہ ہے ۱۲

اس نبی کے سنانیوالوں کو جہاد و قتال سے زیر کرونگا اور محکوم و ذلیل بنا دونگا سو یہ بات نہ یوشع علیہ السلام
کو حاصل تھی نہ عیسے علیہ السلام کو البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی پس اس بشارت سے وہی مراد لیا
وجہ ششم اس بشارت میں تصریح ہے کہ یہ نبی اگر کوئی بات اپنی طرف سے کہیگا تو قتل کیا جاویگا
اور یہ ظاہر ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بعد دعوی نبوت کے قتل نہیں کیے گئے بلکہ ہر روز انکی شان و شوکت
زیادہ ہوتی گئی پس اگر حضرت وہ نبی نہوتے تو موجب وعدہ خدا کے قتل کیے جاتے عیسے علیہ السلام نصاری
کے اعتقاد میں قتل کیے گئے ہیں پس اگر یہ بشارت انکے لیے قرار دیجاوے تو انکا جھوٹا نبی ہونا لازم آوے
جیسا کہ یہود کہتے ہیں والعیاذ باللہ تعالے **بشارت دوسری** توریت کی کتاب استثنا میں یوں ہے انہوں نے
اسکے سبب سے جو خدا نہیں ہے مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا ۞ سو میں بھی
انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالونگا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کرونگا ۞ پس گروہ بے عقل
اور جاہل سے مراد عرب ہیں کیونکہ تمام جہان سے جاہل یہی لوگ تھے انکے ہاں نہ علوم عقلیہ تھے نہ نقلیہ
لکھنا پڑھنا ہی نہ جانتے تھے اور بتوں کی عبادت کے سوائے اور کچھ نہ پہچانتے تھے خصوصاً یہود کے نزدیک
نہایت حقیر اور ذلیل تھے کہ وہ انکو ہاجرہ لونڈی کی اولاد سمجھتے تھے پس مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے
جھوٹے معبودوں اور حقیر چیزوں کی عبادت کرکے جسطرح مجھے خفا کیا اور غیرت دلائی تھی اسیطرح میں بھی
ایک نہایت حقیر اور جاہل قوم کو کہ وہ عرب ہیں عزت اور سرفرازی اور علم و معرفت دیکر بنی اسرائیل کو جلاونگا
اور غیرت دلاونگا سو اللہ تعالے نے وہ وعدہ پورا کیا کہ عرب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کرکے بھیجا پھر انہوں نے
عزت دین و دنیا عرب کو بخشی یہود کو انکے ہاتھ سے قتل کرایا روم و شام ایران کو زیر اور کمبل پوشوں کو ان کا متصرف
کرادیا کما قال اللہ تعالے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ [1]

---

[1] باب ۳۲ آیت ۲۱ ۱۲ منہ [2] سورہ جمعہ رکوع اول ترجمہ اللہ وہ ہے کہ جسنے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول
انہیں میں کا کہ وہ پڑھکر سناتا ہے انکو اسکی آیتیں اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے کتاب اور عقلمندی اور اس سے
پہلے تھے صریح گمراہی میں ۱۲ منہ

وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ ؁ عیسے
علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کی قوم جاہل اور حقیر نہ تھی اور نہ اُنسے بنی اسرائیل کو غیرت دلائی گئی ہے
پس سوائے قوم عرب کے اور کسی پر یہ خبر صادق نہیں آتی ہے **بشارت تیسری** توراۃ کے باب
استثنا میں ہے - اور اُسنے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُنپر طلوع ہوا فاران کے پہاڑ سے
وہ جلوہ گر ہوگا اور اُسکے ساتھ ہزاروں پاک لوگ ہونگے اور اُسکے داہنے ہاتھ آتشی شریعت
ہوگی ✽ پہاڑ سینا سے آنا رب کا یہ تھا کہ اُسنے وہاں موسیٰ کو توراۃ دی اور کوہ شعیر پر طلوع ہونے سے
مراد ہے عیسے علی نبینا و علیہ السلام کو انجیل دینا کہ اس پہاڑ پر اُنکو یہ کتاب ملی اور فاران مکہ کے
ایک پہاڑ کا نام ہے کہ وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے
اور وہاں ہی حضرت پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تھا پس کوہ فاران سے خدا کے جلوہ گر ہونے سے
قرآن اتارنا مراد ہے کہ حضرت پر وہاں اُتارا اور موافق وعدہ کے ہزاروں صحابہ پاک اور قدوس حضرت
کے ساتھ تھے اور آتشی شریعت بھی حضرت کے ہاتھ پر تھی آتشی شریعت سے مراد سخت احکام ہیں سو مشرکوں
اور راہ زنوں اور حرام کاروں اور چور بدمعاشوں کے لیے اس شریعت میں نہایت سخت احکام ہیں بخلاف
شریعت عیسے علیہ السلام کے کہ اُنکی شریعت میں ایسے احکام نہیں ہیں نہ زنا کار کے لیے رجم ہے نہ چور کے
لیے ہاتھ کاٹنا ہے نہ قزاق کے لیے قتل اور قطع اعضا ہے علی ہذا القیاس اور یہ بات کہ فاران
مکہ کے پہاڑ کو کہتے ہیں توراۃ کے باب تکوین سے ثابت ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی نسبت یوں فرمایا ہے
اور وہ فاران کے بیابان میں رہا ✽ اور متفق علیہ ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام مکہ کے بیابان میں رہا کرتے تھے
اور وہاں ہی انہوں نے پرورش پائی ہے اب اگر کوئی منکر اس بشارت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے قرار
نہ دیوے تو وہ بتلاوے کہ مکہ کے بیابان سے خدا کیونکر جلوہ گر ہوا اور کسکے ساتھ ہزارہا لوگ تھے اور کسکے ہاتھ
سخت شریعت تھی **بشارت چوتھی** توراۃ کے باب تکوین میں ہے - یہودا سے ریاست کا عصا

ؔ ترجمہ عربیہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء سے نقل کیا ہے ۱۲

جدا ہوگا اور نہ حکم اُسکے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہیگا جبتک کہ شیلا نہ آوے اور قومیں اُسکے پاس اکٹھی ہونگی ۔ پس شیلا سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگرچہ اسکے ترجمہ میں اہل کتاب کا بہت اختلاف ہے جیسا کہ امر ششم میں بیان ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک یہودیوں کی حکومت رہی بعد آپکے آجتک جہاں کہیں یہود ہیں غیر لوگوں کی رعیت و حکومت میں اکثر یہود اہل اسلام کی رعیت ہیں کچھ اور لوگوں کی بھی لیکن کہیں اپنی حکومت سے نہیں پائے جاتے ہیں پس یہ بشارت سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق ہی نہیں آتی نہ یوشع پر نہ عیسیٰ پر کیونکہ انکے عہد تک اور بعد انکے یہود اپنے زور اور حکومت سے نہ تھے کسیکی رعیت تھے اور دوسری یہ عبارت کہ اُسکے پاس قومیں اکٹھی ہونگی صاف دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قومیں اور مختلف لوگ حضرت ہی کے دین میں آئے ہیں اور حضرت ہی کے پاس مجتمع ہوئے ہیں **بشارت پانچویں** ۴۵ زبور میں یوں ہے میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے میں اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنایا ہے بیان کرتا ہوں ۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے ۔ تیرے ہونٹوں میں لطف ڈالا گیا ہے ۔ اسی لیے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا ۔ اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگی ہے حمائل کرکے اپنی ران پر لٹکا ۔ اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملائمت اور صداقت کیواسطے اقبالمندی سے آگے بڑھ ۔ تیرا دہنا ہاتھ تجھکو مہیب کام سکھلاویگا ۔ تیرے تیر تیز ہیں ۔ لوگ تیرے نیچے گرتے پڑتے ہیں ۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دلمیں لگجاتے ہیں ۔ تیرا تخت اے خداوند ابد الآباد ہے ۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے ۔ اس سبب خدا نے تجھکو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا ۔ تیرے سارے لباس سے مُر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے کہ جنسے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہیں تجھکو خوش کیا ہے ۔ ۹ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہوکے تیرے دہنے ہاتھ کھڑی ہے ۔ ۱۶ آیت میں یہ ہے ۔ تیرے بیٹے باپ دادوں کے قایم مقام ہونگے تو انہیں تمام زمین کے

بشارت پانچویں زبور ۴۵

ملہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ۱۲ منہ

جدا نہو گا اور نہ حکم اُسکے پاؤنکے درمیان سے جاتا رہیگا جبتک کہ شیلا نہ آوے اور قومیں اُسکے پاس اکھٹی ہونگی ۔ پس شیلا سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اگرچہ اسکے ترجمہ میں اہل کتاب کا بہت اختلاف ہے جیسا کہ امر ششم میں بیان ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک یہود میں رد حکومت رہی بعد آپکے آجتک جہاں کہیں یہود ہیں غیر لوگوں کی زیر حکومت ہیں اکثر یہود اہل اسلام کی رعیت ہیں کچھ اور لوگوں کی ہیں لیکن کہیں اپنی حکومت سے نہیں پائے جاتے ہیں پس یہ بشارت سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق ہی نہیں آتی ۔ نہ یوشع پر نہ عیسےٰ پر کیونکہ انکے عہد تک اور بعد انکے یہود اپنے زور اور حکومت سے تھے کسیکی رعیت نہ تھے اور دوسری یہ عبارت کہ اُسکے پاس قومیں اکھٹی ہونگی صاف دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ قومیں اور مختلف لوگ حضرت ہی کے دین میں آئی ہیں اور حضرت کے پاس مجتمع ہوئی ہیں **بشارت پانچویں** ۴۵ زبور میں یوں ہے کہ میرے دلمیں اچھا مضمون جوش مارتا ہے میں اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے حق میں بنایا ہے بیان کرتا ہوں ۔ میری زبان ماہر لکھنے والے کا قلم ہے تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے ۔ تیرے ہونٹوں میں لطف ڈالا گیا ہے ۔ اسی لیے خدا نے تجھکو ابد تک مبارک کیا ۔ ای پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگی ہے حمایل کر کے اپنی ران پر لٹکا ۔ اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور ملایمت اور صداقت کیواسطے اقبالمندی سے آگے بڑھ ۔ تیرا دہنا ہاتھ تجھکو ہیبت ناک کام سکھلاویگا ۔ تیرے تیر تیز ہیں ۔ لوگ تیرے نیچے گرتے پڑتے ہیں وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دلمیں لگجاتے ہیں ۔ تیرا تخت ای خداوند ابد الآباد ہے ۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے ۔ اس سبب خدا نے تجھکو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ مسح کیا ۔ تیرے سارے لباس سے مُر اور عود اور تج کی خوشبو آتی ہے کہ جنسے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہیں نے تجھکو خوش کیا ہے ۔ ۹ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہو کے تیرے دہنے ہاتہ کھڑی ہے ۔ ۱۶ آیت میں یہ ہے ۔ تیرے بیٹے باپ دادوں کے قایم مقام ہونگے تو انہیں تمام زمین

بشارت پنجم از زبور

ملہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ۱۲ منہ

سردار مقرر کریگا ۔ ۱۷ میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤنگا پس سارے لوگ ابدالآباد تیری ستائش
کرینگے انتہے تمام اہل کتاب کے نزدیک بات مسلم ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک ایسے نبی کی بشارت دیتے ہیں
جو اُنکے بعد ان صفات سے موصوف ہو کر ظاہر ہوگا پس یہود کے نزدیک تو اب تک کوئی نبی ان صفات کا بعد
داؤد کے ظاہر نہیں ہوا ہے اور نصاریٰ کے نزدیک اس بشارت سے عیسے علیہ السلام مراد ہیں اور اہل اسلام
کے نزدیک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حق یہی ہے کہ یہ بشارت حضرت ہی کے لیے
ہے کیونکہ اس بشارت میں اُس نبی کے لیے چند اوصاف بیان کیے ہیں سو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
میں سب پائے جاتے ہیں اور عیسے علیہ السلام میں ہرگز نہیں پائے جاتے ہیں سو بالضرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی
اسکے مصداق ہیں اور وہ اوصاف یہ ہیں حسین ہونا ۔ قوی ہونا ۔ افضل البشر ہونا ۔ فصیح ہونا ۔ تلوار کا
ہونا ۔ مبارک الی الدہر ہونا ۔ تیر انداز ہونا ۔ خلق کا آپکے تابع ہونا ۔ ہر طرح سے خوشبو کا آنا ۔ بادشاہوں کی
بیٹیوں کا اُنکے گھر میں آنا ۔ اُنکی اولاد کا بجائے اپنے باپ کے رئیس اور حاکم ہونا ۔ ہر جگہ اُسکا نام مذکور ہونا
ہدایا کا آنا ۔ ابدالآباد اسکا ذکر خیر جاری رہنا ۔ سو حسن صورت حضرت کا ایسا تہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کوئی چیز خوبصورت نہیں دیکھی گویا آفتاب
آپکے چہرہ مبارک میں پہرتا ہے اور جب ہنستے تہے تو دیوار تک آپکے دانتوں سے روشن ہو جاتی تہی اور
اور بہت سے صحابہ سے ایسا ہی منقول ہے ۔ اور آپ کی قوت کا یہ حال تہا کہ ایک شخص رکانہ نام قوت میں
اپنا نظیر نہ رکہتا تہا ایکروز حضرت سے جنگل میں ملا اور کہنے لگا اگر تو مجھے کشتی میں مغلوب کر دے تو جانوں کہ
تم نبی برحق ہو سو حضرت نے اُسکو پچھاڑ دیا دوبارہ پہر لڑا پہر پچھاڑا رکانہ نے تعجب کیا حضرت نے
فرمایا یہ کیا تعجب کی بات ہے اگر تو اللہ پہ ایمان لاوے اور مجھے سچا رسول سمجھے تو میں درخت کو بلا دوں
سو حضرت نے ایک درخت کو بلایا اور وہ آکے حضرت کے سامنے کہڑا ہو کر آپکی رسالت کی گواہی دینے لگا
پہر کہا کہ ای درخت پہر جا وہ وہیں چلا گیا افضل البشر ہونے پر آپکی نبوت عامہ دلیل ہے اور فصاحت آپکی

اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے اور تلوار باندہنا اور جہاد کرنا بہی آپکا مسلم الثبوت ہے اور مبارک ہونا
بہی آپکا ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب میں لاکہوں مسلمان پنج وقتہ نمازوں میں التحیات کے بعد حضرت
پر درود بہیجتے ہیں اور آپکے لیے برکت مانگتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ
یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیۃ تیر اندازی کل بنی اسمعیل کا شیوہ ہے خصوصاً قریش کا سے حضرت کا کہ ہر جنگ
میں آپکے پاس تیر و کمان رہتی تہی اور اکثر معرکوں میں تیر سے حضرت کو فتح حاصل ہوئی ہی اور خلق بہی
آپکے تابع ہوگئی چنانچہ گروہ کے گروہ آتے تہے اور اسلام لاتے تہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا جَآءَ
نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا اور آپکے کپڑوں سے خوشبو بہی
آیا کرتی تہی یہانتک کہ حضرت کا پسینہ ایک عورت نے جمع کرکے اپنے ایک شیشہ میں کو رکہا تہا کئی پشتوں تک
اسکی اولاد سے خوشبو آتی رہی اور قرن اول میں بادشاہوں کی بیٹیوں نے آپکی ذریات کی خدمت کی ہے
چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے گہر میں شہربانو یزدجرد کسریٰ فارس کی بیٹی تہی اور ہدایا بہی
آپکے پاس آیا کرتی تہیں چنانچہ مقوقس شاہ قبط نے حضرت کی خدمت میں تین لونڈیاں اور ایک غلام اسود اور
ایک خچر شہبا ملقب دلدل اور ایک حمار اشہب اور ایک گہوڑا اور کچہ کپڑے ہدیہ بہیجے تہے اور آپکے بعد آپکی اولاد میں سے سیدنا
امام حسن خلیفہ ہوئے ہیں اور بعد انکے ایران و یمن و ہندوستان وغیرہ ملکوں میں اب تک حضرت کی ذریت میں سے
حاکم اور فرمانروا ہوتے رہے ہیں اور آپکے بعد آپکی اولاد میں سے سردار ہوتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کے قریب
امام مہدی رضی اللہ عنہ جو حضرت کی اولاد میں سے ہونگے تمام روے زمین کے امام ہونگے اور ذکر خیر بہی آپکا
ابد الآباد جاری رہیگا چنانچہ ہر ملک میں پانچ وقت موذن باواز بلند اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ
کہتا ہے اور اوقات غیر محصورہ میں مصلے حضرت پر درود بہیجتے ہیں اور شعراء و فصحاء مجالس وعظ میں
آپکے محامد بیان کیا کرتے ہیں اور سلاطین اور بڑے بڑے بادشاہ آپکے روضہ مبارک کی خاک پر سر رگڑتے
ہیں لیکن یہ بشارت عیسیٰ علیہ السلام پر ہرگز ہرگز صادق نہیں آتی کیونکہ آپ تابع شعیا کے تہے نہ بانی کہ

نہ یہ کہ فقط بادشاہت دنیوی ہو جیسا کہ سلاطین کو حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ کہ فقط احکام آسمانی
مسکنت اور عاجزی کے طور پر کسی نبی پر اتارے جاویں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے
بلکہ دونوں چیزیں مجتمع ہوں کہ احکام آسمانی بھی ہوں اور بادشاہت اور حکومت کے طور سے بھی ہوں
اور اسی لیے یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام لوگوں کو اس بادشاہت سے ڈراتے اور توبہ کراتے تھے کہ اب وقت
راستی اختیار کرو بدی چھوڑ دو ورنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں وہ تمکو خوب سزا دینگے
سو ایسا ہی ہوا بعض نصاریٰ بے انصافی سے آسمانی بادشاہت کے معنی عیسیٰ کی شریعت کا شائع
ہونا مراد لیتے ہیں سو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اسی انجیل کے اکیسویں باب میں عیسیٰ اس سلطنت کی نسبت انکی قوم
سے یوں فرماتے ہیں کہ یہ سلطنت تمسے لیجاویگی اور ایک قوم کو جو اسکا میوہ لاوے دیجاویگی اس سے معلوم ہوا
کہ سلطنت سے خود طریقہ آسمانی مراد ہے نہ اسکا شائع ہونا اور ظاہر ہونا کیونکہ شیوع اور ظہور اسکا ایک قوم
سے لیکر دوسری کو دیے جانیکے کچھ معنی نہیں ہیں دوم آسمانی سلطنت کی کوئی بات شریعت عیسوی میں
نہیں پائی جاتی ہے تاکہ اسکا ظہور قرار دیا جاوے کیونکہ اول تو اس شریعت میں احکام سیاست اور حلت
وحرمت نہیں ہیں جیسا کہ اناجیل متداولہ کے مطالعہ سے خود ظاہر ہوتا ہے بلکہ توریت کے احکام کو بھی
پولوس نے کہ جو بزعم نصاریٰ رکن عیسوی تھا منسوخ کر ڈالا دوم اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جاوے کہ انکے ہاں
احکام سیاست اور حلت وحرمت ہیں تو وہ آج تک عیسیٰ علیہ السلام کے عہد سے کبھی جاری کیے گئے نہ
حواریوں کے عہد میں خود عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کبھی کسی زانی کو یا چور کو یا قزاق کو سزا دی گئی پھر
اسکا شیوع کب ہوگا اگر نصاریٰ کی حکومت اور شوکت کو شیوع شریعت عیسوی قرار دیا جاوے تو اس زمانہ سے
زیادہ کبھی نصاریٰ کو شوکت وحکومت حاصل نہیں ہوئی پس اب بھی احکام آسمانی کہیں جاری ہوتے نہیں
دکھلائی دیتے ہاں پالیمنٹ اور کمیٹی کے احکام جاری ہیں البتہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام میں سب
باتیں پائی جاتی ہیں صاحب شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ السلام کے عہد میں اور انکے بعد انکے صحابہ کے

زمانہ میں پہر تابعین و تبع تابعین کے دور میں بلکہ زمانہ حال تک خوب آسمانی احکام جاری رہا خدا کے دشمنوں کو کہ وہ کافر اور شرک میں خوب سزائیں ہی گئیں اور انکے لیے سزا کے قوانین نازل ہوکر انپر خوب عمل ہوا کہ انکو غلام بنایا گیا اور انکے مال و اسباب کو ضبط کر کے خدائی خزانہ میں جسکو بیت المال کہتے ہیں جمع کر دیا گیا خاص بلا غرض نبوی فوجیں طیار ہوکر خدا کے دشمنوں سے مقابل ہوئیں پہر انکی توبہ سے انکو حسب قانون نبوی معاف کر دیا گیا چور اور قزاقوں کو سزائیں ملیں ہاتہ کاٹے گئے گردنیں ماری گئیں زناکار و تپر رجم ہوا دُرّے مارے گئے خزانہ الٰہی یعنی بیت المال میں سے خدا کے بیکسوں کی اور یتیموں اور فرو ماندوں کی دستگیری کی گئی منصف آنکھ کھول کر دیکھ لے کہ آسمانی بادشاہت کا مصداق بالعیت سوائے محمد کے ہیے اور نہیں ہو سکتے **بشارت ساتویں** یہی انجیل کے اکیسویں باب میں یوں ہے ۴۲-

یسوع نے انہیں کہا کیا تمنے نوشتوں میں کبہی نہیں پڑہا کہ جس پتہر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کیطرف سے ہے ہماری اور تمہاری نظروں میں عجیب ۴۳ اسی لیے میں تمسے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تمسے لیجاویگی اور ایک قوم کو جو اسکا میوہ لاتے دیجاویگی ۴۴ جو اس پتہر پر گریگا چور چور ہو جاویگا پہ جسپر وہ پتہر گریگا اسے پیس ڈالیگا انتہے آسمانی سلطنت کا ایک میوہ لانیوالی قوم کو جانا عرب پر صادق آتا ہے اور آسکے بعد صاحب سلطنت کی شان ناپسند پتہر کے ساتہ دینا اور انجام کار اسکا کونیکا سرا ہونا اور لوگوں کی نظروں میں اسکا عجب معلوم ہونا پتہر میں وصف ہونا کہ جو اسپر گریگا چور چور ہو جاویگا اور جسپر وہ پتہر گریگا چورا کر ڈالیگا خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف اشارہ آتا ہے کیونکہ قوم عرب تمام قوموں کے نزدیک ذلیل و خوار تہی علوم و فنون کا انہیں نام و نشان نہ تہا یہود و نصاریٰ بسبب اپنے علم و ہنر کے اور یہی اہل عرب کو حقیر اور ذلیل جانتے تہے اور عرب میں بالخصوص محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی لوگوں کے نزدیک ناپسند ہے کیونکہ نہ انکے پاس مال و اسباب دنیوی تہا نہ کبہی انکا کوئی باپ دادا بادشاہ ہوا تہا نہ حضرت کے والدین حیات تہے پس گویا حضرت ناپسند پتہر کی مانند تہے اور لوگوں کے نزدیک انکا

باب بشارت

تمام جہان کیلیے رسول ہونا عجب تھا پھر آپکو اللہ نے کونیکا سرا بنایا یعنی خاتم النبیین کر دیا پھر آپ پر جو گرا
چور ہو گیا بدر کے دن قریش مکہ آپ پر گرے سب کو حضرت نے چور کر دیا علی ہذا القیاس آ بعد جب حضرت
چڑھ کر گئے انکو بھی چور کر ڈالا فتح مکہ میں اہل مکہ کو اور اس سے پہلے اہل خیبر وغیرہ کو اور آپکے بعد صحابہ ایران
و روم وغیرہ بڑے بڑے ملکوں پر گرے سب کا انہوں نے چور کر دیا چند روز میں اقطار الارض میں دین پھیل گیا
یہی بشارت بجز محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق نہیں آتی خاص کر عیسیٰ علیہ السلام
پر تو کسیطرح صادق نہیں آتی کیونکہ اول تو عیسے علیہ السلام کسی اور کی نسبت یہ فرماتے ہیں جیسا
کہ سیاق کلام سے ظاہر ہے دوسرے تو حضرت عیسے علیہ السلام ناپسند پتھر کے مانند تھے اسلیے کہ
بنی اسرئیل میں سے خاص داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھے کہ جو تمام بنی اسرئیل میں معظم و مکرم تھے اور
نہ عیسے علیہ السلام کونیکا سرا ہوئے کہ جس سے مراد خاتم النبیین ہوتا ہے کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ حضرت
عیسے علیہ السلام خاتم النبیین نہ تھے اور نہ عیسے علیہ السلام پر گر کے کوئی چور ہوا چنانچہ یہود نے آپ سے کیا کچھ
کیا اور کس طرح سے آپ پر گرے کہ آپکو بقول نصاریٰ چور کر دیا لیکن اُنکا کچھ بھی ضرر نہوا اور نہ عیسے علیہ السلام
نے کسیکو گر کے چور کیا **بشارت آٹھویں** یہ بشارت انجیل یوحنا کے چودہویں باب میں عربی ترجمہ
سے کہ ۱۸۱۱ اور ۱۸۳۱ اور ۱۸۴۴ عیسوی میں شہر لندن میں چھپا تھا نقل کرتا ہوں ۔ عیسے علی نبینا و
علیہ السلام اپنے حواریوں سے یوں فرماتے ہیں ۱۵ اگر تم مجھے دوست رکھتے ہو تو میری وصیتوں کو یاد رکھو ۱۶
اور میں باپ سے مانگتا ہوں وہ تمہیں **فارقلیط** دیگا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے ۲۶ - اور فارقلیط
(یعنی روح القدس) جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمہیں سب چیزیں سکھلا دیگا اور سب باتیں جو کچھ کہ

ل چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ میری اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی ایک ایسے محل کی مثال ہے کہ تمام
محل خوب بنا لیکن مگر ایک اینٹ کی کمی تھی سو وہ اینٹ میں ہوں پس مجھی پر نبوت کا سلسلہ ختم کیا گیا ۱۲ منہ ؎
یہ یعنی کے ساتھ جو فارقلیط کے نصاریٰ نے تفسیر کی ہے بالکل غلط ہے اور یہ انجیل میں وہ اصل نہیں ہے بلکہ صاف
ظاہر ہے کہ کسی نے بعد میں زیادہ کیا ہے پس اسکا کچھ اعتبار نہیں ۱۲ منہ

مینے تمہیں کہیں ہیں یاد دلاویگا ۲۹- اور اب مینے تمکو اُسکے آنے سے پہلے خبر کردی تا کہ جب وہ آوے تب تم
ایمان لاؤ ۳۰ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نکرونگا اسلیے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجہہ میں اُسکی
کوئی چیز نہیں ہے ۱۵ باب انجیل یوحنا ۲۶- پہر جب کہ وہ **فارقلیط** جسے میں تمہارے لیے باپ
کی طرف سے بہیجونگا آویگا تو وہ میرے لیے گواہی دیگا اور تم بہی گواہی دوگے ۱۶ باب ۷ آیت لیکن
میں تمسے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں جاونگا تو **فارقلیط**
تمہارے پاس آویگا پر اگر میں جاونگا تو میں اُسکو تم پاس بہیجدونگا اور وہ آنکر دنیا کو گناہ پر اور
نیکی پر اور حکم پر ملزم کریگا ۹- گناہ سے اسلیے کہ وہ مجہہ پر ایمان نہیں لائے ۱۲- میری اور بہت
سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم اُنکی برداشت نہیں کرسکتے ۱۳- لیکن جب وہ **فارقلیط**
آویگا تو تمہیں راہ حق بتلاویگا کس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیگا بلکہ جو سُنے گا سو کہیگا اور تمہیں آیندہ کی
خبریں دیگا ۱۴- اور وہ میری بزرگی بیان کریگا اسلیے کہ وہ میری چیزیں پاکر تمکو خبر کریگا ۱۵-
جو چیز باپ کی ہے سو وہ میری ہے اسلیے مینے تمسے یہ کہا کہ وہ میری چیزیں پاکر تمہیں خبر کریگا انتہے
مقصد سے پہلے دو مقدمے بیان کرتا ہوں تا کہ مقصد ظاہر ہوجاوے **مقدمہ اولی** پہلے ہم ثابت کرچکے ہیں
کہ اہل کتاب سلف سے خلف تک تحریف کرتے چلے آئے ہیں اور نام کا ترجمہ کیا کرتے ہیں جیسا کہ اول بیان
اسکا ہوا لیس اصل عبری انجیل میں کہ جو عیسی علیہ السلام پر نازل ہوئی تہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
نام مبارک لکہا ہوا تہا اور خاص احمد کے نام سے بشارت مذکور تہی لیکن جب اُسکا اول ترجمہ یونانی زبان میں
ہوا تو حضرت کے اسم مبارک کا ترجمہ **پیرکلوطوس** کہ جسکے معنی احمد ہیں کردیا پہر جب یونانی زبان سے
عربی میں ترجمہ کیا تو اُسکا معرب[1] **فارقلیط** بنایا چنانچہ ایک پادری صاحب نے ایک رسالہ میں جو لفظ
فارقلیط کی تحقیق میں اُنہوں نے لکہا ہے اور سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں کلکتہ میں چہپا تہا لکہتے ہیں کہ یہ لفظ

[1] معرب اُسکو کہتے ہیں کہ غیر زبان کے لفظ کو کمی بیشی کرکے عربی میں لے آتے ہیں جیسا کہ سنگ گل
اسکو سجیل کرلیا علی ہذا القیاس پیرکلوطوس کو فارقلیط کرلیا ۱۲ منہ

فارقلیط یونانی لفظ سے معرب کیا گیا ہے پس اگر اسکی یونانی میں پاراکلی طوس اصل قرار دیجاے تو اسکے معنی
معین اور وکیل کے ہیں اور اگر کہیں اصل پیرکلوطوس ہے تو اسکے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس جس عالم اہل اسلام
نے اس بشارت سے استدلال کیا تو وہ اصل پیرکلوطوس سمجہا کیونکہ اسکے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس اسنے
دعوی کیا کہ عیسے علیہ السلام نے محمد یا احمد کی خبر دی لیکن اصل پاراکلی طوس ہے فقط ہم کہتے ہیں کہ اصل پیرکلوطوس
ہے یونانی خط میں بہت تشابہ ہے اسکو پاراکلی طوس غلطی سے پڑہ لیا اور اگر یہی تسلیم کیا جاوے تو ہم
اول انکے اکابر کی تحریف و تبدیل ثابت کر چکے ہیں پس ایسے دیانتداروں سے کیا بعید ہے کہ پیرکلوطوس کا
پاراکلی طوس بنا دیویں اور قطع نظر اسکے یوں بہی مدعا حاصل ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر معین اور وکیل
ہونا بہی صادق ہے، **مقدمہ دوم** ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اہل کتاب فارقلیط کے منتظر تہے
چنانچہ بعض لوگوں نے فارقلیط ہونیکا دعوی بہی کیا تہا اور بعض لوگوں نے اُسے مانا بہی تہا چنانچہ
منتس مسیحی نے قرن ثانی میں دعوی کیا تہا کہ میں وہ فارقلیط نبی ہوں کہ جسکی عیسے علیہ السلام نے خبر دی
ہے پس بہت سے عیسائی لوگ اس پر ایمان لائے اور اسکے تابع ہوگئے چنانچہ ولیم میور صاحب نے اپنی تاریخ
کی کتاب کے تیسرے باب میں اسکا اور اسکے متبعین کا حال لکہا ہے اور یہ کتاب ۱۸۴۸ عیسوی میں چہپی ہے،
اور لب التواریخ کا مصنف کہ وہ بہی عیسائی ہے لکہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود
ونصاری ایک نبی کے منتظر تہے اسی وجہ سے ملک حبش کا بادشاہ نجاشی جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنکر ایمان لایا اور کہا بلاشک وہی نبی ہیں کہ جنکی عیسے علیہ السلام نے
خبر دی ہے انجیل میں حالانکہ نجاشی عیسائی تہا اور توریت وانجیل خوب جانتا تہا باوجود اسکے بادشاہ
بہی تہا اسکو اسوقت آنحضرت علیہ السلام کا کچھ خوف وخطر نہ تہا اور اسی طرح مقوقس بادشاہ قبط نے
حضرت کی نبوت کا اقرار کیا اور بہت سے ہدایا آپکے حضور میں روانہ کیے اور یہ بادشاہ عیسائی توریت
وانجیل کا بڑا عالم تہا اور جارود بن العلا جو اپنی قوم نصاری میں بڑا عالم تہا حضرت پر ایمان لایا اور کہا

کہ بیشک ہمارے رسول کی خبر انجیل میں عیسی علیہ السلام نے دی ہے اور ہرقل شاہ روم نے بہی اقرار کیا تہا علی ہذا القیاس
اور بہت سے ذی شوکت نصاریٰ کے عالم انجیل کی خبر کے موافق حضرت پر ایمان لائے حالانکہ انکو اسوقت حضرت
حضرت کا خوف تہا نہ کچہ طمع اور لالچ کسی لیے کہ حضرت کے پاس اسوقت تک شوکت ظاہری ایسی ظاہر نہوئی تہی کہ
جس سے یوں کہیں کہ وہ لوگ ڈر کر ایمان لائے اور نہ آپکے پاس مال و متاع تہا کہ اُسکے لالچ میں آگئے پس
ثابت ہوا کہ انجیل میں ہمارے حضرت علیہ السلام کا نام لکہا ہوا تہا کہ جسکو دیکہکر منصف مزاج حضرت پر
ایمان لائے تہے اور آپسے پہلے آپکے منتظر تہے پس جب یہ مقدمے بیان ہو چکے تو ہم کہتے ہیں کہ عیسے علیہ السلام
نے انجیل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونیکی خبر دی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذْ
قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ
مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ اور جب کہا عیسے بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں
تمہارے پاس اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں سچا بتاتا ہوا اپنے سے پہلی چیز کو کہ وہ توریت ہے اور خوشی سناتا ہوا
ایک رسول کی کہ میرے بعد آتا ہے جسکا نام احمد ہے ۔ اور احمد کے نام سے بشارت دی ہے کہ جسکا ترجمہ یونانی
پیرکلوطوس ہے اور معرب اسکا فارقلیط ہوا جو اب تک انجیل میں موجود ہے پس اس بشارت کے موجب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نبی برحق ہیں اور اگر کوئی یوں کہے کہ فارقلیط کی اصل بعض نصاریٰ کے نزدیک پاراکلی طوس ہے کہ جسکے معنی
معین اور وکیل کے ہیں نہ احمد کے تو ہم اسکا یہ جواب دینگے کہ اگر یہ بہی تسلیم کیا جاے تب بہی ہمارا مطلب ثابت
ہے کیونکہ اس وکیل اور معین سے بہی ہمارے نبی مراد ہیں نہ روح جیسا کہ عیسائی دعوی کرتے ہیں کیونکہ عیسے
علیہ السلام نے اس بشارت میں اُس نبی فارقلیط کے لیے چند باتیں بیان فرمائی ہیں سو وہ خاص آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہیں نہ روح پر کہ جو عیسے علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی تہی از انجیل

۱۵ عیسائی لوگ جب انکو اس بشارت کا کچہ جواب نہیں آتا تو کہتے ہیں کہ اس شخص سے کہ جسکے آنیکی عیسے علیہ السلام
خبر دیتے ہیں روح القدس یعنی جبرئیل مراد ہیں سو وہ عیسے کے بعد حواریوں پر ایک گہر میں اس طرح
ظاہر ہوئے تہے جسطرح کسی میں اگر جن ظاہر ہوتا ہے اور کلام کرتا ہے ۱۲ منہ

یہ ہے کہ عیسٰے نے اول فرمایا کہ اگر تم مجھسے محبت رکھتے ہو تو میری نسبت کو یاد رکھنا یہ تو صاف دلالت کرتا ہے
کہ اسکے بعد جو کچھ فرماوینگے بڑی ضروری چیز ہوگی کہ جسکا انکار ان لوگوں سے کچھ بعید نہیں پہر اسکے بعد
فارقلیط کے آنیکی خبر دی پس اگر فارقلیط سے مراد روح ہوتی تو بقدر اہتمام عیسے علیہ السلام کو حاجت
نہوتی کیونکہ روح کا نازل ہونا حواریوں پر کسی جسم اور شکل میں نہ تہا بلکہ دلپر انکے اسکا ظہور ہوا سو ایسی حالت
کا انکار صاحب حالت سے مستبعد بلکہ ناممکن ہے اور دوسری روح انپر پہلے ہی عیسٰے کے روبرو اترا کرتی تہی پہر
اسکے انکار کے کیا معنی تہیں عیسی علیہ السلام نے اپنے نور نبوت سے دریافت کیا کہ بہت اکثر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا انکار کرینگی تو اول ہی سے اہتمام کیا اور بعد حضرت کے آنیکی خبر دی **ازانجملہ** یہ ہے کہ روح اب سے
متحد ہے اسیطرح اسکو ابن سے اتحاد ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں پس روح کو عیسے علیہ السلام کے ساتہ
غیریت ناممکن ہے بخلاف محمد علیہ السلام کے کہ انسے بالکل غیریت ہے پس اور فارقلیط کا لفظ ہمارے
دعوی پر دلیل ہے کیونکہ اور کا لفظ غیریت چاہتا ہے اور عیسے اور روح میں غیریت نہیں **ازانجملہ**
یہ ہے کہ وکالت اور شفاعت نبوت کے خواص میں سے ہے نہ روح کے کہ جو اللہ سے متحد اور عین ہے پس وکیل
اور شفیع ہونا جو فارقلیط کی نسبت اس بشارت میں مذکور ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے
نہ روح میں **ازانجملہ** یہ ہے کہ اس بشارت میں عیسے علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ فارقلیط تمہیں
وہ چیزیں جو مینے تمسے کہیں ہیں یاد دلائیگا حالانکہ کسی رسالہ عہد جدید سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے
کہ عیسے علیہ السلام کے فرمائے ہوئے احکام کو حواری بہول گئے تہے پہر روح نے آکر انہیں یاد دلائے
تہے ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ انکو عیسے علیہ السلام کے فرمائے ہوئے بہت سے احکام یاد دلائے
ازانجملہ توحید و رد تثلیث ہے جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ الآیۃ کہ اے محمد اہل کتاب کو ایک بات مان لو کہ جو

ہمیں اور تمہیں ایسا ہے کہ سوا اللہ کے ہم کسیکو نہ پوجیں اور نہ شرک کریں اور ہم میں سے کوئی کسیکو
خدا کے سوا نہ پوجے نہ رب بنائے ازانجملہ یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اسکے آنیسے پہلے تمکو خبر
کر دی تا کہ تم جب آوے ایمان لاؤ اس سے ظاہر ہوا کہ روح مراد نہیں کیونکہ روح پر تو وہ پہلے ہی سے
ایمان رکھتے تھے اور اس بشارت میں حضرت عیسی فرماتے ہیں تا کہ جب وہ آوے تم اسپر ایمان لاؤ ازانجملہ
یہ ہے کہ عیسی علیہ السلام اس بشارت میں فرماتے ہیں کہ جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی چیز نہیں
پس یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ جہان کے سردار سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضرت کی نبوت تمام
جہان کیلیے ہے اور آپ تمام عالم کے نبی ہیں اور نبی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے پس آپ ہی تمام جہان کے سردار
ہیں اور حضرت عیسی میں یہ وصف نہیں کیونکہ وہ خاص بنی اسرائیل کے نبی تھے پس اسوجہ سے کہ سکتے ہیں کہ
عیسی میں یہ بات نہیں جیسا کہ آپ عیسی نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں بخلاف روح کے
کہ وہ اور عیسی علیہ السلام ایک ہیں پس جو اوصاف انمیں ہونگے وہ بعینہ عیسی علیہ السلام میں ہونگے تو پھر
عیسی علیہ السلام کا یہ قول (کہ مجھ میں کوئی چیز نہیں) صادق نہ آویگا ازانجملہ یہ ہے کہ عیسی فرماتے ہیں فارقلیط
اگر میرے لیے گواہی دیگا پس یہ گواہی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے کیونکہ حضرت نے عیسی کے رسول
ہونیکی گواہی دی ہے چنانچہ قرآن میں موجود ہے بخلاف روح کے کہ وہ عیسی علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی
تھی سو وہ حضرت عیسی کو پہلے ہی سے رسول جانتے تھے انکو روح کی گواہی کی حاجت نہ تھی ہاں مخالفوں
کو حاجت تھی سو انکے روبرو روح نے ہرگز گواہی نہ دی دوسرے یہ کہ روح بقول نصاری کے خدا حقیقی ہے جو نزول
اور صعود اور حلول سے پاک ہے پس روح نازل نہیں ہو سکتی باوجود اسکے روح اثر ہوا کی مانند آئی تھی اور صورت
کسی پر کچھ جن و آسیب کا اثر ہو جاتا ہے اسیطرح عیسی علیہ السلام کے شاگردوں پر جسکا اثر ہوا تھا جیسا کہ نصاری کے

یوحنا ۱۴ باب

یوحنا ۱۴ باب

یوحنا ۱۵ باب

لہ نصاری نے جبکہ تثلیث جز قرار دیئے ابن یعنی عیسی اب یعنی خود خدا روح القدس یعنی جبرئیل پس جب عیسی اور روح کو
جز خدا بنا کر پوجا تو غیر اللہ کی عبادت کی اور دوسرے یہ کہ یہ لوگ حلال و حرام احکام کا مختار جانکر انکی اطاعت کرتے
ہیں اور اللہ اسکے رسول کو اسکے آگے نہیں مانتے پس یہی مراد ارباب سے ہے کہ جسکو منع کیا ہے ۱۲ منہ

ہمیں اور تمہیں برابر ہے وہ یہ ہے کہ سوائے اللہ کے ہم کسیکو نہ پوجیں اور نہ شرک کریں اور ہم میں سے کوئی کسیکو
خدا کے سوائے پوجنے نہ دے ازانجملہ یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اسکے آنے سے پہلے تمکو خبر
کردی تاکہ تم جب وہ آوے ایمان لاؤ اس سے ظاہر ہوا کہ روح مراد نہیں کیونکہ روح پر تو وہ پہلے ہی سے
ایمان رکھتے تھے اور اس بشارت میں حضرت عیسے فرماتے ہیں تاکہ جب وہ آوے تم اسپر ایمان لاؤ وازانجملہ
یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام اس بشارت میں فرماتے ہیں کہ جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی چیز نہیں
پس یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ جہان کے سردار سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضرت کی نبوت تمام
جہان کے لیے ہے اور آپ تمام عالم کے نبی ہیں اور نبی اپنی قوم کا سردار ہوتا ہے پس آپ ہی تمام جہان کے سردار
ہیں اور حضرت عیسے میں یہ وصف نہیں کیونکہ وہ خاص بنی اسرائیل کے نبی تھے پس اسوجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ
عیسے میں یہ بات نہیں جیسا کہ آپ عیسے نے فرمایا ہے کہ مجھ میں اسکی کوئی بات نہیں بخلاف روح کے
کہ وہ اور عیسے علیہ السلام ایک ہیں پس جو اوصاف اسمیں ہونگے وہ بعینہ عیسے علیہ السلام میں ہونگے پس
عیسے علیہ السلام کا یہ قول (کہ مجھ میں کوئی چیز نہیں) صادق نہ آئیگا ازانجملہ یہ ہے کہ عیسے فرماتے ہیں فارقلیط
اگر میرے لیے گواہی دیگا پس یہ گواہی ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے کیونکہ حضرت نے عیسے کے رسول
ہونیکی گواہی دی ہے چنانچہ قرآن میں موجود ہے بخلاف روح کے کہ وہ عیسے علیہ السلام کے شاگردوں پر نازل ہوئی
تھی سو وہ حضرت عیسے کو پہلے ہی سے رسول جانتے تھے انکو روح کی گواہی کی حاجت نہ تھی ہاں مخالفوں
کو حاجت تھی سو انکے روبرو روح نے ہرگز گواہی نہ دی دوسرے یہ کہ روح بقول نصاریٰ کے خدا حقیقی ہے جو نزول
اور صعود اور حلول سے پاک ہے پس روح نازل نہیں ہوسکتی باوجود اسکے روح انپر ہوا کی مانند آئی تھی اور جسطرح
کسی پر کچھ جن و آسیب کا اثر ہوجاتا ہے اسیطرح عیسے علیہ السلام کے شاگردوں پر اسکا اثر ہوا تھا جیسا کہ نصاریٰ کے

---

۱ نصاریٰ نے جبکہ تثلیث کے تین جزو قرار دیے یعنی اب یعنی باپ ابن یعنی بیٹا یعنی عیسے اور روح القدس یعنی جبرئیل پس جب عیسے اور روح کو
جزو خدا بنا کر پوجا تو غیر اللہ کی عبادت کی اور پوپ کو یہ لوگ حلال و حرام احکام کا مختار جانکر انکی اطاعت کرتے
ہیں اور اللہ اور اسکے رسول کو اسکے آگے نہیں مانتے پس یہی مراد ہے ارباب سے کہ جسکو منع کیا ہے ۱۲ منہ

آپس میں کچہہ کی صورت میں آکر اُنسے گفتگو نہیں کی تہی پس جسطرح جن کا کلام بعینہ اُسکا ہوتا ہے کہ جسپر آکے
وہ جن بولتا ہے اسیطرح اُس روح کی شہادت بعینہ شاگردونکی شہادت ہتی پس گواہی نیا روح کا جدا گانہ
شہادت نہوئی بلکہ وہی شاگردونکی شہادت ہوئی حالانکہ شاگرد عیسے علیہ السلام کے پہلے سے عیسی علیہ السلام
کے رسول ہونیکی گواہی دیتے تہے **ازانجملہ** یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر میں نہ جاؤں
تو فارقلیط تمہارے پاس آویگا پس فارقلیط کا آنا عیسے علیہ السلام کے جانے پہ موقوف ٹہیرا تو یہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ظاہر ہے کیونکہ دو رسول صاحب شریعت اور خصوصاً ایسے ایک رسول کی
رسالت تمام عالم کے لیے ہو ہرگز ایک زمانہ میں جمع نہیں ہوسکتی پس جبتک عیسی علیہ السلام جاوینگے محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ وسلم نہ آوینگے بخلاف روح کے کہ اُسکا آنا عیسے علیہ السلام کے جانے پر کسیطرح موقوف نہیں
ازانجملہ یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام اسی بشارت میں فرماتے ہیں کہ فارقلیط جہان کو گناہ پر کہ وہ مجہپر ایمان
نلاوینگے سزا دیگا چنانچہ توبیخ کا لفظ جن تراجم کا ہمنے حوالہ دیا ہے اور اُس ترجمہ عربی میں کہ جو سنہ ١٦٧١ میں
رومیہ میں چہپا تہا موجود ہے اور بیروت میں جو ترجمہ عربی کہ سنہ ١٨٦٠ عیسوی میں چہپا تہا اُسمیں یہ
عبارت موجود ہے وَیُبَکِّتُ الْعَالَمَ عَلٰی خَطِیْئَتِہٖ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط سے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں کیونکہ حضرت نے یہودکو کہ جو عیسے پر ایمان نلاتے تہے موافق بشارت عیسے علیہ السلام
کے خوب سزا دی ہے کہ مخالف لوگ بہی اسکا انکار نہیں کرسکتے بخلاف روح کے کہ اُسکا سزا دینا عیسے علیہ السلام
کے منکرونکو کہیں ثابت نہیں نصاری کی بہی کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں اور نہ حواریوں نے کسی
منکر کو سزا دی کیونکہ وہ نہایت عاجز اور مسکین تہے پہر فارقلیط سے کہ جو اس بشارت میں مذکور ہے روح
کیونکر مراد ہوسکتی ہے کیونکہ فارقلیط کے لیے عیسے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ میرے منکرونکو سزا دیگا اور
روح نے سزا نہیں دی ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے سب رسولوں کے بعد میں جب بہیجا کہ پہلے رسولونکو
لوگوں نے نہیں مانا اور زبانی وعظ و پند کو خیال میں نلائے اور بدون زجر و توبیخ کے کلام الہی کو نہیں مانتے تہے

اپنے تحریک کفر سے باز نہیں آئے سلطنت آسمانی اور قوت روحانی و جسمانی کے ساتھ بڑے رعب و ہیبت
سے دنیا میں رسول بنا کر بھیجا تھا سو آپنے اول اُن شریروں کو کہ جو اللہ کا شریک بنا کر غیر کو پوجتے تھے اور
خدا کے پہلے رسولوں کا انکار کرتے تھے اور انہیں جادوگر کہتے تھے نہایت نرمی اور ملائمت سے سمجھایا اور ایک
عرصہ تک وعظ و پند فرمایا لیکن جب نہ مانا بلکہ اُلٹے اور سر چڑھے تب عصائے جانی اور تلوار آسمانی سے سب کو
موحد بنا دیا بتوں کو سرنگوں گرا دیا اور باواز بلند سنا دیا کہ میں نبی السیف ہوں کہ جسکی خبر پہلے انبیا نے دی
خصوص عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام نے بیابانوں اور بستیوں میں میرے نام کی منادی کی ہے اور خبر دی
کہ جلد توبہ کرو ورنہ آسمانی سلطنت کا عہد قریب آیا اور احمد علیہ السلام آخر نقیب آیا لیکن جو اب بھی حق میں نہ آئیگا
اول تو میرے ہاتھ سے دنیا میں سزا پاویگا پھر آخرت میں جہنم میں جاویگا۔ تبلیغ از جانب ابو محمد
عبدالحق مصنف کتاب اے بھائیو ہندو اے ہندوؤ اے عیسائیو میں دلسوزی اور ہمدردی سے
تمہاری خدمت میں التجا کرتا ہوں کہ دنیا فانی ہے ہر چیز یہاں کی آنی جانی ہے ہر عیش یہاں کا قصہ کہانی ہے
اس زندگی چند روزہ کو غنیمت جانو جس خداوند نے کہ تمہیں اور ہمیں ہاتھ پاؤں کان ناک آنکھ اور اولاد و صحت
و عافیت صدہا نعمتیں مفت عطا کی ہیں اور لاکھوں نعمتیں بن مانگے دی ہیں اسکے واسطے اس طریقہ پر چلو کہ جس سے
وہ راضی ہو اور دار آخرت میں اس سے زیادہ عنایت فرماوے اور وہ طریق حق یہ ہے کہ اسکے سچے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو مانو دیکھو منصفی کرو اور دلمیں سوچو سچے رسول کی یہ علامت ہے کہ وہ خود راست باز نیکوکار تقوی شعار
اور لوگوں کو توحید و صلہ رحمی نیکوکاری راست بازی اور سب بھلائی کی باتیں بتلاوے اور ہر ایک کی حرام و حلال

ف ۱ یہ بھی ایک صاف دلیل آپکی نبوت کی ہے کہ آپکی تلوار آسمانی تھی کہ اسکے مقابلہ میں تمام عالم اور بڑے بڑے
بادشاہ روم و ایران کے عاجز آگئے تھے اور آسمانی ہونا ظاہر ہے کہ اول تو دینی لڑائی سخت ہوتی ہے
کہ باپ بیٹے اور بھائی بھائی کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے سو آپنے دینی لڑائی کی دوم آپنے ایسی سخت
لڑائی ایسی بے سروسامانی سے کی کہ نہ آپکے پاس فوج تھی نہ خزانہ نہ اعوان و انصار نہ خویش و تبار بلکہ وہ سب خونخوار
تھے پھر باواز بلند یہ فرمایا کہ تم اہل مکہ بلکہ تمام عرب بلکہ تمام عالم کہ جو اس طریق حق پر نہیں کافر ہے اور اسکے لیے
دوزخ ہے پھر درجہ بدرجہ تمام عالم سے جنگ ہوا سب پر غالب رہے آخر دین حق پھیلا دیا ۱۲ منہ

چیزوں کی خبر دیکی اور اُنکی خاص عبادت کے طریقے سکہائے سو یہ سب چیزیں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
میں خوب پائی جاتی ہیں حضرت کی راستبازی نیکوکاری صلہ رحمی مروت سخاوت شجاعت حلم وعلم
زہد وتقوی سب پر اظہر من الشمس ہے پہر آپ کا خلق خدا کو ہدایت کرنا اور مکارم اخلاق میں
کامل بنانا اور بُری باتوں سے باز رکہنا کہ جو سب اہل عقل کے نزدیک بُری ہیں ظاہر اور باہر
بلکہ ابین من الامس ہے باوجود ان باتوں کے پہر آپ کی نبوت کی خبر تورات وانجیل وزبور
وغیرہ کتب سماویہ میں باوجود یہود ونصاری کے تحریف وتبدیل کے ابتک موجود ہے دیکہو جس شخص نے
کچھ اچھی طرح سے لکھکر دکہا دیا ہو یا کسی کاریگر نے کہ وہ جس چیز کے بنانیکا دعوی کرتا تہا اُسکو بنا دیا ہے
پہر جو کوئی شخص اُسکے کاتب اور اُسکے کاریگر ہونیکا انکار کرے اور اپنی ہٹ دہرمی پر اصرار کرے اب
وہ شخص بے انصاف نہیں تو اور کیا ہے اب ہم اُسکو متعصب اور معاند کہیں تو بجا ہے اسیطرح جس
نبی یا رسول نے ایک جہان کو موحد اور راست باز اور نیکوکار بنا دیا ہو اور ایک خلق خدا کو اپنی رسالت
کا کارنمایاں کرکے دکہا دیا ہو پس اُسکے رسول ہونیکا جو کوئی انکار کیے چلا جائے اور دین حق میں
نہ آئے تو بیشک وہ دشمن خدا ہے اور مردود درگاہ کبریا ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ
اِلَّا الضَّلٰلُ ہاں جس نبی کا دین نہ پہیلا ہو اور سوائے چند کس کے اُسپر ایمان نہ لائے ہوں
پس اگر کوئی کافر اُسکے دین کا انکار کرے تو چنداں بعید نہیں **خطاب باہل کتاب**
اے یہود اور اے نصاری اللہ سے ڈرو وقت قریب آگیا ہے اپنے تعصب کو جانے دو وہ نبی
کہ جسکی خبر موسی علیہ السلام نے تورات میں اور عیسے علیہ السلام نے انجیل میں دی ہے اُسکا دین
تمہارے پاس آچکا ہے اب اُسکو مانو اور حضرت برکہ عیسے وموسی وجمیع انبیاء علیہم السلام کو منظور
ہیں اور اُنپر ایمان لانیکی تاکید فرماتے ہیں ایمان لاؤ تاکہ عذاب ابدی سے نجات پاؤ چاند پر خاک ڈالو
اور شمع عالم افروز کو منہ سے نہ بجہاؤ یعنی حضرت کی نبوت جو تورات وانجیل میں ہے جو کچھ تمہاری تحریفات

خطاب باہل کتاب

باقی رکھی نہ چھپایا پس اگر تم اب بھی ایمان نلائے تو کیا لاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤ گے

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ اب میں عارو درود پر ختم کلام کرتا ہوں اور اس بحث کو تمام کرتا ہوں ×

فیارب صل وسلم علے امام المرسلین وخاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین

بحث دوسری حضرت کے خاتم النبیین ہونے میں

واضح ہو کہ جب ہمنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کردیا تو اب ہمکو ہر دعوے کے ثبوت کے واسطے قرآن کی آیت یا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کافی ہے اور دلیل عقلی کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ اللہ اور اسکے رسول سے زیادہ کسیکا قول معتبر نہیں ہے پس حق اللہ اور اسکے رسول کے قول کو نمانے وہ سوا مردود ہونیکے احمق بھی ہے کیونکہ دلیل سے کہ جسکے اکثر مقدمات کی بنا وہمیات اور مظنونات اور مشہورات بلکہ کاذبات پر ہوتی ہے مدعا کو بطور نظر کے کہ جسمیں اکثر بسبب ظلمت ہیولات کے غلطیاں واقع ہوتی ہیں حاصل کیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی کنہ حقیقت معلوم ہے اور رسول کو اللہ نے بذریعہ وحی یا الہام کے اطلاع دی ہے پس اسمیں کسیطرحسے غلطی کا احتمال نہیں پس اب ہم مدعا ثابت کرتے ہیں قال تعالےٰ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں کی مہر ہیں بعض قراء نے خاتم کو بکسر تا کے پڑھا ہے پس اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ محمد سب نبیوں کے پچھلے نبی ہیں کہ آپکے بعد اور کوئی نبی نہوگا پہلی تقدیر پر یہ معنی ہیں کہ حضرت سب نبیوں کی مہر ہیں کہ آپکے بعد کوئی نبی نہوگا سلسلہ نبوت

ف یہاں تک کہ پہلے سب انجیل کے نسخوں میں لفظ فارقلیط لکھا جاتا تھا جب عیسائیوں نے دیکھا کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صاف ظاہر ہوتی ہے تو اس لفظ کو ہی اڑا دیا اور اسکی جاے پر اسکا ترجمہ وکیل لکھا اور یعنی کرکے اسکی تفسیر روح کے ساتھ کی اور مؤنث کی ضمیریں اسکی طرف پھیرنے لگے کہ روح آتی ہے اور یوں کرینگے علے ہذا القیاس تا کہ بالکل نام مٹ جاوے ۱۲ منہ ف حضرت کے بیٹوں کا انتقال ہو چکا تھا اور زید بن حارثہ حقیقی بیٹے نہ تھے پس آپ کسی مرد کے باپ حقیقی نہ تھے تا کہ آپکا بیٹا آپکے پیچھے مستحق نبوت کا ہوتا اور خاتم المرسلین ہونیمیں فرق لازم آتا البتہ دین کی راہ سے اب سب امت کے باپ ہیں اور سب امت آپکی اولاد ہے ۱۲ منہ

آپ پر ختم ہو چکا جسطرح کسی چیز کا مُنہ بند کر کے اُسپر مُہر لگا دیتے ہیں اسیطرح حضرت نبوت کے سلسلہ پر مہر ہے کہ اب بعد آپکے اُس سلسلہ میں کوئی داخل نہوگا یہ تقدیر یہ حاصل ہے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ختم بی الرسل یعنی رسالت مجھپر تمام ہو گئی ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نبی بعدی کہ میرے بعد کوئی نبی نہوگا اور بہت سی صحیح احادیث اسباب میں وارد ہیں اور تمام امت کا اسپر اتفاق ہے پس جو اسکا انکار کریگا کافر شمار کیا جاویگا اور دلیل عقلی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں انکی امتوں کے مزاج کے موافق افراط و تفریط تھی مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں انکی امت کے سخت ہونیکی وجہ سے احکام بھی سخت تھے[1] اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بہت نرمی تھی پس اُنکے لیے ویسے ہی نرم احکام تھے[2] پس ایسی شریعتوں کے ہمیشہ جاری رکھنے میں بڑا حرج اور لوگوں کیواسطے بڑی دقت اور دشواری تھی اور یہ مقتضای رحمت کاملہ سے بعید تھا پس اُس رحیم نے اپنی رحمت کاملہ سے معتدل زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی شریعت دیکر بھیجا کہ افراط و تفریط سے خالی تھی اور اس نعمت کو آپ پر تمام کر دیا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الآیۃ یعنی آج ہمنے تمہیں کامل دین دیا کہ افراط و تفریط سے خالی ہے اور یہ نعمت تمپر تمام کر دی پس اس کامل دین کو ہمیشہ جاری رکھنا عین رحمت اور لوگوں کے لیے بڑی آسانی ہے پس جسطرح کامل چیز کی تکمیل نا ممکن ہے اسیطرح آپکے بعد کسی اور نبی کا تکمیل کے لیے آنا بھی نا ممکن ہے البتہ آپکے بعد آپکی امت میں ہر صدی کے بعد مجدد پیدا ہوا کرینگے کہ وہ دین میں جو خلل و فتور لوگوں کی کمی زیادتی سے پڑ گئے ہیں اُنکو دفع کیا کرینگے پس وہ مجدد دین ہی نہیں سوال احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں قریب قیامت کے تشریف لائینگے پس آپکے بعد نبی کا آنا ثابت ہوا جواب بطور نیابت آپکے آوینگے بہ اعتبار خلفا کے شمار کیے جاوینگے اور اسلام کو ظاہر کرینگے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھینگے بیعت تقسیم

[1] کہ توبہ کرنیکے لیے قتل کرنا اپنی جان کا تھا اور نجاست کی جگہ سے اُسکا کاٹنا فرض تھا علی ہذا القیاس ۱۲ منہ

[2] کہ زانی اور قزاق کو مطلق سزا نہ تھی علی ہذا القیاس ۱۲ منہ

آپ سب انبیاء سے افضل ہوئے ہمیں قال اللہ تعالے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ الآیہ یعنی تم
اے امت محمدیہ سب لوگوں سے افضل ہو اور یہ ظاہر ہے کہ امت کا افضل ہونا بسبب کمال دینی کے ہے اور
یہ کمال دینی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کے تابع ہے پس جب امت محمدیہ تمام امتوں سے افضل ہوئی تو محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ جنکے کمال سے انکی امت کو یہ فضیلت حاصل ہوئی اور سب انبیاء علیہم السلام سے
افضل ہیں صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فُضِّلْتُ عَلَے الْاَنْبِیَآءِ بِسِتٍّ الحدیث کہ اللہ تعالے
نے سب انبیاء پر مجھکو چھ[1] چیز کے سبب فضیلت دی ہے صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین الحدیث کہ قیامت کے روز میں تمام نبیوں کا پیشوا ہونگا ترمذی
اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے میں پچھلوں اور پہلوں میں سب سے زیادہ اللہ کے
نزدیک مکرم ہوں اور فخر نہیں یعنی فخر کی راہ سے نہیں کہتا اور بہت سی احادیث صحاح اس مضمون کی
وارد ہیں اور **دلیل عقلی یہ ہے** کہ آپکی شریعت سب شریعتوں سے کامل ہے جیسا کہ اسکا ثبوت بھی
ہو چکا ہے اور کامل ہونا شریعت کا نبوت کے کمال کی دلیل ہے پس آپ سب اہل شرائع سے کہ وہ انبیاء
علیہم السلام ہیں کامل ہیں اور سب سے افضل ہیں **دوم وجہ** یہ ہے کہ مشتق کا کمال اور اسکی زیادتی حیثیت
مشتق اسکے مبدء کی کمال اور زیادتی سے ہوتی ہے اور نبی کا لفظ نبوت سے مشتق ہے اور حضرت کی نبوت
اور انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے بہت زیادہ اور کامل ہے چند وجہ سے **وجہ اول** یہ ہے کہ آپکی نبوت خلق
کے لیے تا قیامت باقی ہے بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ انکی نبوت ایک زمانہ معین تک تھی پس کسیکی نبوت
سو برس تک کسیکی اور زیادہ کم رہی اور حضرت کی قیامت تک رہیگی **وجہ دوم** یہ ہے کہ حضرت تمام خلق
کے لیے جن سے انس تک سب کے نبی ہیں بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے کہ انکی نبوت خاص ایکی ہی قوم کے لیے تھی

---

[1] اول یہ کہ مجھے کلمات جامعہ عطا فرمائے کہ میری ایک بات سے بہت سی باتیں سمجھی جاتی ہیں دوم
یہ کہ کفار پر مجھے رعب دیا گیا اور اس سے فتح حاصل ہوئی سوم یہ کہ میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا چہارم
شفاعت مجھے ملا کہ قیامت کو سبکا شفیع ہونگا پنجم یہ کہ پہلے ایک قوم کا نبی ہوتا تھا اور میں تمام عالم کا نبی ہوں ششم یہ کہ
مجھپر نبوت ختم کی گئی ۱۲ منہ

پس کوئی ہزار آدمیوں کا کوئی سو کا اور کوئی کم کوئی زیادہ کا نبی تھا علی ہذا القیاس **قدحہ سوم** یہ ہے کہ جس قدر
حضرت کی نبوت کا اثر ظاہر ہوا اور کسی نبی کی نبوت کا اثر اسقدر ظاہر نہوا کیونکہ لاکھوں آدمی حضرت ہی کی
حیات میں اور کروڑہا آدمی حضرت کے بعد اپنے اور بیگانے ہر قوم کے حضرت کے دین میں آئے اور ہر امر میں
حضرت کا اتباع انہوں نے کیا اور حضرت کے حرام و حلال کو عمل میں لائے بخلاف اور انبیاء علیہم السلام کے
کہ انکے متبعین بہت ہی کم ہیں **شبہہ** عیسے علیہ السلام اور اُسکے بعد موسی علیہ السلام کے متبعین بھی کچھ کم نہیں
بلکہ عیسائی تو آجکل کسی قدر مسلمانوں سے زیادہ ہیں **جواب اول** جب ہم یہ ثابت کر چکے کہ ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور پہلے انبیاء کی شرائع اور ادیان کی ناسخ پس اور انبیاء علیہم السلام کے اتباع کا
زمانہ معین اور محصور ہوا مثلاً موسیٰ کے اتباع کا زمانہ عیسے علیہ السلام تک اور عیسے علیہ السلام کا محمد صلی اللہ علیہ
وسلم تک پس اُسی زمانہ کے لوگ تو اُنکے متبعین کہلاوینگے اور بعد کی حقیقت میں متبعین نہونگے بلکہ مخالفین
کیونکہ عیسے علیہ السلام کے بعد جو یہودی اُنکی پیروی نکریگا حقیقت میں موسیٰ علیہ السلام کا متبع نہوگا اب خیال
کرو کہ حضرت کے اتباع کا زمانہ حضرت سے قیامت تک بسیار ہے اور انکا زمانہ محصور پس انکے متبعین کسطرح
حضرت کے متبعین سے زیادہ نہیں ہوسکتے علاوہ اسکے اس زمانہ بسیار میں حضرت تمام عالم کے لیے اتباع ہی
اور انکا خاص بنی اسرائیل کیواسطے **جواب دوم** اتباع دو قسم ہے ایک حقیقی کہ کل یا جمیع احکام میں
متبع ہوں دوسرا غیر حقیقی یعنے رسمی کہ اقل یا قلیل احکام کا اتباع اور اکثر کا انکار یا ترک بغفلت پس
اگر ہم اول جواب سے قطع نظر کریں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کلام اتباع حقیقی میں ہے نہ رسمی میں جیسا کہ مدار یہ
سالاریہ حضرت شاہ مدار و شاہ سالار کے اتباع کا دعوی کرتے ہیں اور حقیقت میں اُنکے متبع نہیں پس
اسیطرح عیسائی لوگ حضرت عیسے کی حقیقت میں متبع نہیں کیونکہ عیسے علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں
تورات کو مٹانے نہیں آیا بلکہ اُسکو پورا کرنے آیا ہوں حالانکہ توریت میں خنزیر و زنا وغیرہ صدہا اشیاء
حرام ہیں اور عیسائی اُنکو مباح جانکر کرتے ہیں پس عیسائی سوائے دو ایک بات کے اور کسی احکام میں

عیسیٰ کے متبع نہیں علاوہ اسکے یہ کہ کثرت عیسائیوں کی اخیر قرن میں ہوئی ہے ہاں قرن اول و ثانی میں کچھ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے متبع تھے سو وہ اصل عیسائی بہت ہی کم تھے اور یہودی تو کسیطرح مسلمانوں سے زیادہ ہو ہی نہیں سکتے پس جبکہ ثابت ہوا کہ حضرت کی نبوت بہ نسبت اور انبیاء علیہم السلام کے زیادہ اور کامل ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے آپ سب انبیاء سے زیادہ اور کامل نبی ہیں **فائدہ**

انبیاء علیہم السلام کا آپس میں ایک دوسرے پر افضل ہونا قطعی الثبوت ہے قال تعالیٰ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلٰى بَعْضٍ الآیہ یعنی بعض انبیاء کو ہمنے بعض پر تفضیل دی ہے اور تفضیل نبی خاص کی ظنی ہے کذا فی شرح فقہ اکبر لیکن حضرت کی فضیلت دلیل قرآن اور احادیث صحاح اور اجماع امت سے ثابت ہے کذا فی الشفاء **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق کے نبی ہیں** یہ آپکا تمام جہان کے لیے نبی ہونا قرآن و احادیث سے بدلالت قطعیہ ثابت ہے **از انجملہ** یہ آیت ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ یعنی ہمنے تجھکو سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے **از انجملہ** یہ آیت ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الآیہ تو کہہ اے نبی کہ اے لوگو میں اللہ کا رسول تم سب کیطرف آیا ہوں **از انجملہ** یہ آیت ہے تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا بڑی برکت ہے اسکو کہ جسنے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن اتارا تاکہ تمام جہان کو ڈر سناوے صحیحین میں ہے وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبُعثتُ الی الناس عامۃ کہ پہلے نبی اپنی قوم خاص کا ہوتا تھا اور میں تمام لوگوں کا نبی ہوں پس حضرت تمام جہان کے نبی ہیں کچھ عرب کی خصوصیت نہیں اور قیامت تک تمام عالم میں مقبول دین آپ ہی کا رہیگا اور کوئی نبی نہ آئیگا پس جبتک کوئی شخص حضرت کے دین میں نہ آئیگا خواہ کیسی ہی عبادت و ریاضت کرے عذاب دائمی سے نجات نہ پائیگا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے رَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا یعنی دین اسلام سے خوش ہوں اور یہ تمہارے لیے پسند کرتا ہوں پس اس سے معلوم ہوا کہ سوائے اسلام کے اللہ کے نزدیک اور کوئی دین قبول نہیں وقال إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ کہ دین مقبول اللہ کے نزدیک ایک اسلام ہے وقال

فائدہ

از انجملہ

از انجملہ

از انجملہ

ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين جسنے سوائے
اسلام کے اور دین اختیار کیا تو وہ قبول نہوگا اور وہ شخص آخرت میں بہت ہی نقصان پانیوالونمیں سے ہوگا
کیونکہ اسنے تو بہلا جانکر اور دین اختیار کیا تہا اور اسمیں بہت سعی کی تہی انجام کار وہ سعی اسکے حق میں مضر
پڑی پس ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ انسان کی نجات بدون دین اسلام اختیار کیے نہیں ہوگی اور دین
اسلام میں بڑا رکن یہ ہے کہ اللہ کو ایک اور محمد علیہ السلام کو خدا کا رسول برحق سمجہے پس اگر کسی نے اللہ کو ایک جانا اور
محمد علیہ السلام کو نمانا تو اسکی بہی نجات نہوگی کیونکہ اسکو دین اسلام بسبب نہونے ایک رکن اعظم کے حاصل نہوا
اور اسیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ
الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار
رواہ مسلم کہ مجہے قسم ہے اسکی کہ جسکے ہاتہ میں میری جان ہے کہ اس تمام عالم میں سے کہ جسکی طرف میں رسول ہوکر آیا ہوں
جو شخص کہ اسکو میری خبر پہنچی خواہ وہ یہودی خواہ نصرانی ہو اور پہر مجہپر ایمان لائے اور اسی حالتمیں مرجاے تو
وہ بلا شک ہمیشہ عذاب نار میں رہیگا ف حضرت نے فرمایا کہ جسکو میری خبر پہنچی اس سے معلوم ہوا کہ جن
لوگونکو حضرت کی خبر نہیں پہنچی جیسے کہ پہاڑوں اور ٹاپوؤں کے بعض لوگ جو انکو فقط اللہ کا ایک جاننا ہی
کفایت کرتا ہے کیونکہ اسکو عقل دریافت کر سکتی ہے اور حضرت پر ایمان لانیمیں وہ بیخبر لوگ مجبور ہیں و
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان
محمدا رسول اللہ الحدیث رواہ المسلم والبخاری حضرت نے فرمایا ہے کہ مجہے حکم الہی یوں ہوا کہ میں تمام عالم
سے جہاد کیے جاؤں جبتک کہ وہ اللہ کے ایک ہونیکی اور محمد کے رسول ہونیکی گواہی دیں۔ اور بہت سی احادیث
صحیحہ و آیات قرآنیہ اس مطلب پر شاہد ہیں پس وہ جو بعض کم عقل یہ کہتے ہیں کہ اپنے دین پر مضبوط رہنا چاہیے
سب دین اچہے ہیں سب کو خدا بخشدیگا محض غلط ہے اور یہ بہی غلط ہے کہ جو بعض نادان کہتے ہیں
کہ فقط اللہ کو ایک جاننا نجات کیلیے کافی ہے اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ جسنے لا الہ الا اللہ کہا

وہ جنت میں جائیگا حالانکہ یہاں حضرت کی رسالت کا ذکر نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے اختصار کے
واسطے اول جز کو ذکر فرما دیا ہے ورنہ لا الہ الا اللہ تو یہود بھی کہتے تھے حالانکہ انکو نجات کے واسطے محمد کی رسالت
کا اقرار کرنا شرط ہے اور بدون اس کے وہ اہل نار ہیں چنانچہ قرآن احادیث میں انکے اہل نار ہونیکی تصریح ہے

حضرت کو معراج ہوئی اور جاگتے میں رات کو براق پر سوار ہو کر مکہ سے بیت المقدس پہر وہاں سے آسمانوں پر گئے پہر آگے جہانتک اللہ نے چاہا اُس رات میں جنت و دوزخ کی بہی سیر کی نماز پنجوقت کی وہیں فرض ہوئی رات کو حضرت کا مکہ
کی مسجد الحرام سے مسجد اقصے تک سیر کرنا اس آیت سے ثابت ہے، سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ
لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الآیہ یعنی پاک ہے وہ جسنے سیر کرائی اپنے بندے (محمد علیہ السلام) کو
مسجد حرام سے مسجد اقصے تک رات میں الآیہ اور باقی تفصیل احادیث صحاح میں مذکور ہے کہ قدر مشترک انکا
حد تواتر کو پہنچ گیا ہے گرچہ بالخصوص یک ایک روایت جدا جدا ہے پس منکر کے لیے خوف کفر ہے **ف**
بعض لوگ ملحد مشرب معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور جسم سے فقط بیت المقدس تک جانا مانتے ہیں آگے
آسمانوں پر روح کے ساتھ جانا ثابت کرتے ہیں اور دلیل لاتے ہیں کہ معاویہ معراج کی نسبت یوں فرماتے
ہیں کانت رویا صالحۃ کہ ایک خواب سچا تہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہی یوں منقول ہے
ما فقد جسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج کہ معراج کی رات آنحضرت کا جسم مبارک گم نہوا
اور قرآن میں بہی اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ الآیہ یعنی
جو خواب کہ ہمنے تجھکو اے نبی دکھلایا تہا اُسکو لوگوں کے حق میں فتنہ بنا دیا جواب انکی دلیل کا یہ ہے پہلے اول
تو یہ روایتیں کہ جو عائشہ و معاویہ سے معراج کے بارہ میں منقول ہیں ان احادیث صحاح کے مقابلہ کہ جن میں
صاف جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا مذکور ہے صلاحیت نہیں رکہتیں بلکہ شاذ قرار دیجائینگی دوم اگر انکو
بالفرض جیسا تسلیم بہی کیا جاوے تب بہی مخالف کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آنحضرت کو سوائے معراج جسمانی کے

خواب میں بہی کئی بار معراج ہوئی ہتی تو ہم کہتے ہیں کہ تمہاری ان روایتوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت کو خواب میں معراج ہوئی پس اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ کبہی بیداری میں معراج جسم کے ساتہ نہیں ہوئی **سوم** معاویہ فتح مکہ میں ایک مدت کے بعد ایمان لائے ہیں اور حضرت کو معراج کئی برس پہلے ہوئی سو انکی روایت اس معاملہ میں ان صحابہ کے مقابلہ میں کہ جو اسوقت موجود تہے معتبر نہیں علی ہذا القیاس عائشہ رض بہی ایک مدت کے بعد حضرت کے نکاح میں آئیں سو یہ بہی اسوقت نہ تہیں **چہارم** عائشہ رضی اللہ عنہ کے قول سے مخالف کا مدعا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ جسم روح سے جدا نہوا مع جسم کے روح اوپر گئی اور قران کی آیت کا یہ جواب ہے کہ خود یہی آیت ہمارے مدعا کے لیے دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالے اس آیت میں اس معراج کی نسبت فتنہ فرماتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت کا خواب میں آسمانوں پر تشریف لیجانا فتنہ نہیں ہوسکتا کس لیے کہ خواب کی بات کو لوگ ایسا مستبعد اور عجیب نہیں سمجہتے کہ اسکی تکذیب کرکے کافر اور مرتد ہوجاتے اور شور وغل مچاتے ہاں اگر کوئی جسم کے ساتہ حالت بیداری میں افلاک پر جانا بیان کرے تو اسکو البتہ عوام بعید اور عجیب جانا کرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ حضرت نے جسم کے ساتہ حالت بیداری میں افلاک پر جانا بیان فرمایا تہا سو وہ لوگوں کے حق میں کہ جو ضعیف الایمان تہے فتنہ ہوگیا پس ضرور ہوا کہ رویا کے معنی اس آیت میں خواب کے نہ کیے جاویں بلکہ رویت بصری مراد لیجاوے کیونکہ لفظ رویا کچہ خواب ہی کیواسطے مخصوص نہیں

ملحد لوگ حضرت کے جسم اطہر[ا] کا افلاک پر جانا اس دلیل سے محال سمجہتے ہیں کہ آسمان میں دروازے نہیں کہ حضرت انمیں سے اوپر گئے ہوں کیونکہ تمام آسمانوں کا مقتضے طبعی ایک ہے اور ایک خاصیت ہے پہر یہ امر محال ہے کیونکر دروازہ ہوسکے اور نہ آسمان ٹوٹ پہوٹ سکتے ہیں کہ آپ توڑ پہوڑ کر اوپر تشریف لیگئے ہوں کیونکہ

[ا] اس لفظ اطہر میں اشارہ ہے اس جواب کیطرف کہ جسکے اہل حقیقت قایل ہیں اور وہ یہ کہ انسان کو تزکیہ کرتے کرتے یہاں تک لطافت آجاتی ہے کہ جسم بہی بمنزلہ اور لوگوں کے روح کے لطیف ہوجاتا ہے پس آنحضرت کہ تمام نفوس سے کامل ترین ہیں آپ کا جسم مبارک روح کا اثر رکہتا تہا اور لطیف چیز کا آسمان کے بیچ میں ہو کے پار نکلتا ایسا ہے کہ جیسا نظر کا آئینہ سے پار ہونا اور یہی وجہ تہی کہ علی قول مشہور آنحضرت کا سایہ نہ تہا اور اسی وجہ سے علاوہ معراج آنحضرت تہوڑی سے عرصہ میں تشریف لیگئے چونکہ اور انبیا کو یہ لطافت اور درجہ کا تزکیہ حاصل نہ تہا معراج جسمانی نہ ہوئی ۱۲ منہ

فلکیات میں یہ محال ثابت ہو چکا ہے **جواب** یہ ہے کہ اول تو وحی کے مقابلہ میں کسیکی عقل کا اعتبار نہیں ہے
چنانچہ اسکا بیان پہلے گزرا **دوم** آسمان میں دروازہ نہ ہونا تمہارے نزدیک اسپر مبنی ہے کہ اللہ ارادے اور اختیار
سے آسمان پیدا نہیں ہوئے ہے بلکہ بجائے بلا اختیار پیدا ہوئے ہیں سو یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ اسکا ذکر
پہلے گزرا پس ممکن ہے کہ اس قادر مختار نے آسمانوں میں دروازے رکھے ہوں اور انسے حضرت تشریف
لیگئے ہوں اور جو شخص دروں کا آسمان میں ہونا محال کہے اسکو لازم ہے کہ ثابت کرے **سوم** اسبات کے تم بھی قائل ہو
کہ آسمان منطقہ کہیں ہی بہت تیز رفتار ہے اور قطبین کی جا بالکل ساکن ہے اور اسکے بھی قائل ہو کہ آسمانوں
میں غار اور رہیں اور کوئی حاوی اور کوئی محوی ہے اور کہیں بہت ڈل اور کہیں سے نہایت پتلا ہے کہ اسکو سطح
جوہری کہیں تو بچا ہے اور ایک جسم آسمان میں سے نہایت روشن ہو گیا ہے کہ اسکو بسبب مادہ نورانیت کے
آفتاب اور اس سے کم کو ماہتاب اور اس سے کم کو ستارہ کہتے ہو علی ہذا القیاس اور بہت سے اختلافات
آسمانوں میں تمہارے نزدیک بھی مسلم ہیں پس اگر کوئی قادر مختار مرجح نہ تھا اور سب افلاک کا مقتضائے طبعی ایک تھا
تو یہ اختلافات بعیدہ کیوں ہوئے ہر جگہ ایک کیوں نہ ہوا پس جو جواب تم اسکا دوگے وہی ہم دروازے ہونیکا
دینگے **چہارم** جن مقدمات سے حکماء نے آسمانوں کا ٹوٹنا پھٹنا محال ثابت کیا ہے وہ مقدمات ہی
بالکل بے اصل ہیں آج تک کسی سے انکا ثبوت کامل نہیں ہوا **پنجم** اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو حکماء کی
دلیل سے فقط نویں آسمان کا ٹوٹنا پھٹنا محال ثابت ہوتا ہے نہ اور آسمانوں کا پس یہ ہمارے مدعا میں
خلل انداز نہیں کیونکہ ہم حضرت کی معراج نویں آسمان سے باہر نہیں کہتے بلکہ آٹھویں یا نویں تک
کہتے ہیں **فائدہ** شب معراج کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے دیکھنا صحابہؓ کے نزدیک
مختلف فیہ ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہؓ اسکے قائل ہیں عائشہ صدیقہؓ اور
چند صحابہؓ اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل کی آنکھ سے دیکھا تھا + **اسیطرح حضرت**
کی امت سب امتوں سے افضل ہے + قال اللہ تعالیٰ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ الآیۃ

اور دوسری جا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یعنی اسیطرح ہمنے تمکو اچھی امت بنایا تاکہ قیامت کو تم اور سب لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تمپر گواہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ جبپر کوئی گواہ آتا ہے تو وہ اس سے اولی اور بہتر ہوتا ہے کیونکہ اگر گواہ بھی ویسا ہی ہو تو اسکی گواہی کا کیا اعتبار ہے پس امت محمدیہ کو اللہ نے سب لوگوں پر گواہ بنایا پس بموجب بیان سابق یہ سب سے اولی اور بہتر ہوئے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے سردار محمد علیہ السلام سب اور امتوں کے سرداروں سے افضل ہیں تو ہم انکے متبعین سب سے افضل ہوئے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس امت کو دین پورا اور کامل ملا جیسا کہ پہلے ثابت ہو بخلاف اور امتوں کے کہ انکو ناقص ملا تہا لہذا منسوخ ہوگیا چوتہی وجہ یہ ہے کہ یہ امت تمام انبیاء علیہم السلام کو مانتی ہے بخلاف اور امتوں کے کہ کوئی موسی کو نہیں مانتے کوئی عیسے کو کوئی محمد علیہ السلام کو نہیں مانتے اور سوا اسکا یہ ہے کہ اور امتوں کے واسطے بسبب قوت محنتیں بہت تہیں اور اجر کم اور اس امت کے واسطے محنت کم اور اجر بہت ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کی اور یہود و نصاری کی یہ مثال ہے کہ جیسا ایک شخص نے کسی کو مزدوری پر مقرر کیا کہ اول سے دن تک ایک قیراط دونگا پس وہ یہود ہیں اور نصف النہار تک ایک قیراط پر کام کیا پہر اسنے کہا کہ نصف نہار سے جو کوئی عصر تک میرا یہ کام کریگا تو اسے ایک قیراط دونگا سو وہ نصاری ہیں کہ ایک قیراط پر آدہے دن سے عصر تک ہی کام کیا پہر اسنے کہا کہ جو شخص عصر سے آفتاب کے غروب تک میرا یہ کام کریگا تو میں اسے دو قیراط دونگا پس وہ تم ہو کہ تمنے عصر سے غروب تک دو قیراط پر کام کیا بلا شک تمہارے لیے دو چند اجر ہے پس یہود و نصاری ناراض ہوئے کہ ہمنے کام بڑی دیر تک کیا اور اسنے کم مزدوری پائی اللہ تعالے نے فرمایا کیا مینے کچہ تمہارا حق دبا رکہا انہوں نے کہا نہیں اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جسے چاہوں دوں رواہ البخاری اور بہت سی احادیث صحیح اسباب میں وارد ہیں (جس مسئلہ میں امت متفق ہو وہ حق ہے اور اسکا مخالف مردود ہے) ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ لَا يَجْمَعُ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الضَّلٰلَةِ

اجماع امت

(۱) اور انجیل میں بہی عیسے علیہ السلام سے یہی مضمون منقول ہے ۱۲ منہ

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت گمراہی پر متفق نہوگی وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ
رواہ الترمذی کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے نکلا اکیلا جہنم میں گیا وَاتَّبِعُوا السَّوَادَ
الْأَعْظَمَ رواہ ابن ماجہ کہ تابعداری کرو بڑے گروہ کی یعنی میری اُمت میں جب مسئلہ میں بہت سے گو
ایک طرف ہوں اُنکی پیروی کرو کیونکہ جماعت کثیر گمراہ نہوگی کیونکہ للاکثر حکم الکل پس اگر گمراہ ہوں تو
نعالبا سب گمراہ کہلاویں اور سب کا گمراہ ہونا باطل ہے کیونکہ اگر تمام اُمت گمراہ ہو تو قرآن کی تکذیب لازم
آوے اور اُمت وسطاً و خیر ہونا غلط ہو جاوے سب یہ محال ہے تو اُمت کا گمراہ ہونا بھی محال ہے اور بہت سی
احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہیں **سوال** جب ایک ایک شخص کا ناحق پر ہونا ممکن ہے تو ہو سکتا ہے کہ
اُنکا مجموعہ یعنی جماعت بھی گمراہ ہو جاوے **جواب** اجتماع سے ایک کو دوسرے کی رائے کو اللہ تعالیٰ قوت
عطا فرماتا ہے اور جماعت کو اپنا وعدہ سچا کرنیکے واسطے برکت دیتا ہے دیکھو ایک ایک بال کو ہر شخص
توڑ سکتا ہے پس جب بہت سے بال جمع کیے جاویں تو اُنکو ہر شخص نہیں توڑ سکتا پس حکم مجموعہ کا جدا
کے حکم سے غیر ہے (**پھر اُمت میں صحابہ افضل ہیں اور صحابہ میں سب سے افضل
ابو بکر صدیق پھر عمر بن خطاب پھر عثمان بن عفان پھر علی بن
ابیطالب علی ترتیب خلافت رضی اللہ عنہم اجمعین**) گرچہ چاروں صحابہ
کے بہت سے فضائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں لیکن صحابہ نے حضرت ابو بکر اور عمر رضی
کے فضائل کو بکثرت پایا اور انھیں سے خاص ابو بکر رضی کے فضائل اور زیادہ ثابت ہوئے تو سب انصار و مہاجرین
نے کہ جنکی ثنا و صفت قرآن مجید میں موجود ہے ابو بکر صدیق کی فضیلت پر اتفاق کیا اسی وجہ سے انکو
نبی علیہ السلام کے بعد خلیفہ بنایا پھر انکے بعد عمر رضی کی فضیلت پر اتفاق ہوا البتہ بعض علمانے علی کو
عثمان پر فضیلت دی ہے لیکن اکثر متقدمین عثمان کو علی پر فضیلت دیتے چلے آئے ہیں پس کوئی وجہ
وجیہ ضرور انکے پاس ہوگی لہذا جمہور کی مخالفت کرنا اچھا نہیں کچھ فضائل ان صحابہ کے آگے آئینگے

انشاء اللہ تعالیٰ (پھر وہ جو بدر کی لڑائی میں حضرت کے ساتھ تھے)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی تکلیف سے مکہ چھوڑ کر مدینہ میں تشریف لائے تو اُسکے دوسرے سال
سُنا کہ ابو سفیان شام کے ملک سے قافلہ کے ساتھ آتا ہے حضرت یہ خبر پاکر تین سو تیرہ صحابہ کے ساتھ
کہ اُنمیں سے ستر مہاجرین اور باقی انصار تھے قافلہ کے پیچھے گئے ابو سفیان یہ خبر پاکر قافلہ لیکر
بھاگ گیا اور مکہ میں جب خبر پہنچی تو ابوجہل قریب ہزار آدمی کے لیکر حضرت کے مقابلہ کو نکلا
مکہ کے قریب ایک میدان میں بدر ایک کُواں تھا وہاں آکر مقابلہ ہوا اللہ نے آسمان سے مسلمانوں کی
مدد کو بہت سے ملائکہ بھیجے بہت کافر قتل ہوئے ابوجہل بھی مارا گیا اور بہت گرفتار ہوئے چند صحابہ
بھی شہید ہوئے آخر کفار کو شکست ہوئی سو ان صحابہ کے بہت سے فضائل قرآن احادیث میں آئے ہیں
اور اُنکے واسطے جنت کا وعدہ کیا گیا خلفاء اربعہ بھی انہیں شریک ہیں **پھر وہ جو اُحد کی**
لڑائی اور بیعت رضوان میں شریک تھے مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے اُحد اسکا نام ہے
بدر کی لڑائی کے بعد مکہ کے کافر حضرت پر چڑھ آئے حضرت مع صحابہ کے مدینہ سے نکلکر احد کے پاس
اُنسے مقابل ہوئے اول کفار کو شکست ہوئی حضرت نے چند شخصوں کو ایک گھاٹی پر تیر اندازی کے
لیے محافظ ٹھہرا رکھا تھا جب کفار بھاگے تو وہ لوگ بھی لوٹ کیواسطے اُنکے پیچھے دوڑے کفار
گھاٹی کو خالی پاکر پیچھے سے مسلمانوں پر تیر برسانے لگے اسوجہ سے حضرت حمزہؓ وغیرہ قریب ستر صحابہ
کے شہید ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سر مبارک پر چوٹ آئی اور ایک دانت کا کنارہ ایک کافر
کے پتھر پھینک مارنے سے ٹوٹ گیا پھر صحابہ نے جمع ہوکر حملہ کیا آخر معاملہ برابر سرابر رہا ان صحابہ کے
بھی قرآن احادیث میں بہت سے فضائل مذکور ہیں پھر بعد اس لڑائی کے حضرت مکہ کو عمرہ کی نیت سے
چلے مکہ کے قریب ایک کُواں حدیبیہ ہے جب حضرت وہاں پہنچے تو اہل مکہ مانع آئے حضرت نے عثمانؓ
کو صلح کے لیے مکہ میں بھیجا پیچھے کسی نے مشہور کردیا کہ عثمانؓ کو اہل مکہ نے شہید کر ڈالا جب حضرت نے

یہ سنا تو بقصد اسکے کہ اہل مکہ پر حملہ کریں سب صحابہ کو جو قریب تیرہ سو تھے بلایا اور ہاتھ میں ہاتھ لیکر یہ اقرار کرایا کہ اللہ کی راہ میں جان دینگے ہرگز نہ بھاگینگے اور عثمان کیطرف سے آپنے آپ بیعت کی اور وہ کیکر کا درخت کہ جسکے نیچے بیعت ہوئی تھی عربی میں اسکو سمرہ کہتے ہیں سو اس سبب سے ان صحابہ کو اصحاب السمرہ کہتے ہیں اور اس بیعت کو اللہ نے قبول کیا اور اس سے راضی ہوا تھا تو انکو اصحاب بیعت الرضوان بھی کہتے ہیں سو اس احد کے معرکہ میں اور اس بیعت میں ابوبکر عمر عثمان علی رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شریک تھے ان دونو معرکوں کے صحابہ کے حق میں بھی قرآن و احادیث میں بہت فضائل اور محامد آئے ہیں ؛

(الغرض اول نبیوں کے آدم علیہ السلام اور سب سے آخر محمد علیہ السلام ہیں اور درمیان اُنکے بہت انبیاء ہوئے ہیں بے گنتی کے سب پر ایمان لانا چاہیے صلوات اللہ علیہم اجمعین) اگرچہ بعض احادیث سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد ثابت ہے چنانچہ امام احمد نے ابوذر رض سے روایت کیا ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء علیہم السلام کی تعداد پوچھی پس آپنے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں کہ انمیں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور بعض روایتوں میں دو لاکھ چوبیس ہزار آئے ہیں بہرکیف مجملاً سب کو برحق جانے اور تعداد معین نہ کرے کیونکہ روایتوں کا اختلاف کہ ایک میں دو لاکھ چوبیس ہزار دوسری میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت نے حصر نہیں کیا پس اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی پر ایمان لاویں تو باقی انبیاء کا انکار لازم آویگا اور اگر دو لاکھ چوبیس ہزار پر ایمان لاویں تو دو مشکلیں پیش آویں اول یہ کہ پہلی روایت کے بموجب

---

۵۱ اسطرح کے اقرار کو بیعت جہاد کہتے ہیں ۱۲ منہ ۵۲ یورپ میں اسکو ببول کہتے ہیں ۱۲ منہ ۵۳ قال اللہ تعالی وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر کہ کوئی ایسا گروہ نہیں کہ جسمیں خدا کیطرف سے ڈر سنانیوالا رسول نہ آیا ہو اور دوسری جگہ یوں آیا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی ہر رسول اپنی قوم کا ہمزبان تھا اور ایک جگہ یوں آیا ہے منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک کہ بعض سولوں کا حضرت سے اللہ تعالی نے حال بیان نہیں کیا پس ہندوستان چین وغیرہ بلاد کہ جہاں شارع کی جانب سے صراحتاً نبی کا آنا مذکور نہیں کچھ عجب نہیں کہ وہاں خدا کیطرف سے اسی قوم کے ہدایت کو آئے ہوں اور انکے بعد لوگوں نے انکی نسبت بہت سے جھوٹے قصے باندھ لیے ہوں اہل اسلام خدا کے سب اچھے بندوں کو مانتے ہیں کہ خاص خاتم النبیین کے احکام کے متبع ہوں ۱۲ منہ

غیر انبیاء کو انبیاء کہنا پڑے دوم یہ کہ احتمال ہے کہ کوئی اور روایت ہو کہ اسمیں اس سے بہی زیادہ تعداد ہو تو اور کا انکار لازم آوے سے پس بے تعداد مجملاً سب پر ایمان لاوے اور سب کی محبت دل سے رکہے اور جب کسیکا نام سنے تو علیہ السلام کہے اور جب صحابہ کا نام آوے تو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہے اور اکابر دین کا نام آوے تو رحمہ اللہ کہے **فائدہ** اکثر جانے نبی اور رسول کے ایک ہی معنی مراد لیے جاتے ہیں لیکن کبہی نبی اور رسول میں فرق کرتے ہیں پس جس نبی کو کتاب اور دین جدید اللہ کیطرف سے ملا جیسا کہ موسیٰ اور عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو انکو رسول کہتے ہیں اور جسکو کتاب اور دین جدید نہ ملا تو وہ فقط نبی ہے انکو رسول نہ کہینگے پس ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں واللہ اعلم

فائدہ سب نبی مرد آزاد ذی النسب معصوم تھے اور کسی میں کوئی ایسا عیب نہ تہا کہ عوام اسکے سبب انکو حقیر جانیں اور احکام الٰہی کو نہ مانیں

فصل (اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں جو کچھہ انمیں ہے سب حق ہے) رسول کو جسطرح معجزہ اسکی سچائی کے لیے ملتا ہے اسیطرح کتاب بہی یجاتی ہے کہ اسپر لوگ ایمان لاویں اور عمل کریں جن چیزوں سے اللہ نے انمیں منع کر دیا ہے اس سے باز رہیں اور جسکا حکم دیا ہے اسپر عمل کریں اور پہلے لوگوں کا ثواب و عذاب سنکر عبرت پکڑیں اور جو غیب کی خبریں انمیں ہوں انکو سچ جانیں اور جو صفات الٰہی انمیں مذکور ہوں ان پر ایمان لاویں کتاب الٰہی میں اثبات توحید و رد شرک و کفر و جزاء آخرت کا ذکر بہی ہوتا ہے علی ہذا القیاس اور یہ کتاب اس رسول کی امت کے لیے بمنزلہ قانون کے ہوتی ہے **ف** شرح عمدہ میں لکہا ہے کہ کل آسمانی کتابیں ایکسو چار ہیں انمیں سے چہوٹے چہوٹے پچاس صحیفے حضرت شیث پر اور تیس حضرت ادریس پر اور دس حضرت ابراہیم پر اور دس حضرت آدم علیہ السلام پر آئے ہیں اور چار بڑی بڑی کتابیں ان چار انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں کہ تفصیل انکی آگے آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن یہاں بہی مجملاً بے تعداد کے سب کو حق جانے (**انمیں سے توریت موسیٰ پر اور زبور**

داؤد پر اور انجیل عیسے علیہم السلام پر نازل ہوئی) بنی اسرئیل[1] کی ہدایت کو
اول توریت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اُسکے بعد داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی لیکن تورات
کے احکام کو بدستور قایم رکھا بعد اُسکے عیسے علیہ السلام پر انجیل اُتری اُسمیں تورات کے سخت و دشوار
احکام کو منسوخ کر دیا گیا جن بنی اسرائیل نے عیسے علیہ السلام کو نمانا اور اپنے زعم میں وہ موسیٰ علیہ السلام
کے متبع ہیں سو وہ یہود کہلاتے ہیں اور جنہوں نے عیسے علیہ السلام کو مانا لیکن محمد علیہ السلام کو دیکھو ح
نمانا سو وہ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان کتابوں میں ہمارے نبی علیہ السلام کے پیدا ہونیکی خبریں اور انکی
ہجرت کی جانے اور آپکے صحابہ خصوصاً خلفاء اربعہ کا حال بھی مندرج تھا چنانچہ جب حضرت عمر رضی
بیت المقدس تشریف لیگئے اہل کتاب نے پہچان لیا کہ یہ وہی ہیں کہ جنکی خبر ہماری کتابوں میں لکھی ہے
اور شہر کے دروازے کھولدیے جیسا کہ کچھ کچھ نشان اب بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہود و نصاریٰ کے
ہاں اول صدیوں میں بڑے بڑے سخت حادثے پڑے کہ جسکے باعث سے تورات و انجیل میں تغیر کلی
آگیا چنانچہ بخت نصر بادشاہ نے یہود پر چڑہائی کی اور ہزارہا یہود کو قتل کیا اور تلاش کرکے تورات
و زبور کو جلادیا انکے ہاں لکھا ہے کہ اُسوقت بیت المقدس میں کُل ایک نسخہ تورات کا اصل
دہرا رہا گیا تھا سو اُسکو بھی اُسنے جلایا بعد اُسکے لوگوں نے کچھ کچھ اپنی یاد سے لکھا اور موسیٰ علیہ السلام
کے بعد کے قصوں کو بھی اُسمیں داخل کر دیا پھر اُسمیں بھی روز بروز اپنی غرضوں سے تبدل و تغیر
کیا یہانتک کہ ہمارے نبی علیہ السلام کی خبریں یک لخت نکالڈالیں اسیطرح عیسے علیہ السلام کو جب یہودیوں نے
گرفتار کیا تو انجیل کا کُل ایک نسخہ تھا اُسکو بھی یہود نے جلا دیا اُنکے بعد اُنکے حواریوں[2] نے کچھ حال
عیسے علیہ السلام کا اور کچھ مضامین انجیل کے اپنی یاد پر لکھے کہ جو اب انجیل متی و لوقا وغیرہ کے نام سے

[1] اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام ہے اُنکی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں کُل یہود بنی اسرائیل ہیں ۱۲ منہ [2] حواری عیسیٰ کے
شاگردوں کو کہتے ہیں متی اور لوقا اور یوحنا وغیرہ بزرگ انہیں میں داخل ہیں انکی محامد قرآن میں بھی آئی ہیں یہ لوگ خاصان خدا
تھے عیسے کے بعد اُس دین کی اشاعت میں اُنہوں نے بڑی جانفشانیاں کیں بہر حال عیسائی بھی اُوگ تھے آنحضرت کے
عہد تک جو انکا پیرو رہا وہ ہدایت پر تھا تثلیث وغیرہ کے مسئلے اُنکے بعد جاری ہوئے ہیں ۱۲ منہ

شہر ہیں پہر مدت کے بعد بہت سے لوگوں نے کہ بعض انمیں سے بطمع دنیاوی حواریوں کے شاگرد تھے دعوا کیا
کہ ہمیں الہام ہوتا ہے سو اُسکے موجب تاریخ کے طور پر حواریوں کے قصوں کو بہی جمع کیا اور اس کل
مجموعہ کا نام انجیل کہا پہر اسمیں بہی طرح طرح کی کمی زیادتی کی اور اسکی کیفیت اجکل کی انجیل دیکھنے سے
خوب واضح ہوتی ہے اور اس بحث کو علماء دین نے اپنی کتابوں میں خوب ثابت کیا ہے الحاصل وہ تورات
انجیل اب نہیں ہے تاریخ کے طور پر کچھ کچھ حالات عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام اور کچھ کچھ مضامین تورات
و انجیل کے جمع کر لیے ہیں اب اُنکو تورات اور انجیل کہتے ہیں (**اور قرآن سید المرسلین خاتم النبیین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا**) حضرت ابتداء عمر سے ہی ہمیشہ یاد الٰہی میں رہا کرتے
تھے لہذا آپکو تنہائی مرغوب تھی مکہ کے پاس ایک پہاڑ میں غار ہے اُسکو غار حرا کہتے ہیں اُسمیں
تنہا بیٹھکر یاد الٰہی کرتے تھے کئی روز کا کھانا پینا اُسمیں لیجایا کرتے تھے کبھی آپکی بیوی ام المومنین
حضرت خدیجہ[1] رضی اللہ عنہا دے آیا کرتی تھیں پس جب آپکی چالیس برس کی عمر ہوئی اُسی غار
حرا میں جبرئیل آپکے پاس چلے آئے اور کہنے لگے کہ پڑہ آپنے فرمایا میں پڑہا ہوا نہیں پہر
جبرئیل نے اسیطرح سے کہا پہر آپ نے یہی فرمایا آخر جبرئیل نے سورہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ
سے مَا لَمْ يَعْلَمْ تک پڑہی آپ اس کیفیت سے پہلے واقف نتھے گھبرا کر گھر تشریف لائے خدیجہؓ سے سب قصہ
بیان کیا خدیجہ حضرت کو ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں اور ورقہ بن نوفل انجیل خوب جانتے تھے
سنکر کہنے لگے یہ جبرئیل ہیں اور جس رسول کے پاس آئے ہیں لوگ اُسکے دشمن ہوگئے ہیں اور کاش
جب قریش آپکو مکہ سے نکالینگے میں بہی جوان ہوتا کہ آپکی خوب مدد کرتا اور قبل نبوت کے سواے
ورقہ کے اور بہت سے رہبان و قسیسین آپکے منتظر تھے اور شب و روز یہی دعا مانگتے تھے اور درخت

[1] خدیجہ خویلد کی بیٹی قریش میں بڑی ذی عزت اور مالدار مشہور تہیں جب حضرت سے انکا نکاح ہوا ہے تو انکی چالیس برس کی اور حضرت کی بیس برس کی عمر تہی ہجرت سے پہلے انکا انتقال ہوا ہے بعض علماء کے نزدیک سب عورتوں سے یہ فضل تہیں اور بعض کے نزدیک عائشہؓ یا فاطمہ زہرا ۱۲ منہ

و تبہر آپ کو سلام علیک یا رسول اللہ کہا کرتے تہے پہر چہ مہینے تک آپ پر کوئی آیت یا سورت نازل
نہوئی پہر سورہ مدثر نازل ہوئی پہر قرآن پے درپے اترنا شروع ہوا اور بعد اسکے تیرہ برس
تک حضرت مکہ میں رہے حسب حاجت تیرہ برس تک یہاں قرآن نازل ہوا رفتہ رفتہ لوگ ایمان
لانے اور دین حق میں آنے لگے چنانچہ لڑکوں میں حضرت علی اور عورتوں میں حضرت خدیجہ بی بی
علیہا السلام کی بیوی اور بڑے لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم سب سے پہلے ایمان لائے
اور اکثر دین میں داخل ہوئے پہر رفتہ رفتہ اور لوگ بہی ایمان لائے جب کفار قریش نے یہ دیکہا تو
آنحضرت اور سب مومنین کو طرح طرح کی تکلیفات دینا شروع کیا حضرت نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت
دی قریب ستر صحابہ کہ انمیں سے حضرت کے چچازاد بہائی جعفر طیار بہی تہے ملک حبشہ میں چلے گئے
اور وہاں کا بادشاہ نجاشی بہی اُن لوگوں سے حضرت کا حال سنکر ایمان لایا اور خود حضرت
مع ابوبکر صدیق کے بحکم الٰہی مکہ چہوڑکر مدینہ میں تشریف لائے مدینہ کے لوگ بہت تو حضرت سے
پہلے ہی سے ایمان لاچکے تہے لہذا حضرت کے آنیکی خبر سنکر صدہا آدمی استقبال کو جاتے تہے آخر
جب تشریف لائے چند روز قبا میں کہ مدینہ سے قریب دو تین کوس کے فاصلہ پر ہے ٹہیرے پہر مدینہ میں آئے
ابو ایوب انصاری کے گہر ٹہیرے پہر تو اور باقی لوگ بہی ایمان لائے دس برس تک مدینہ میں رہے
اسلام کو بڑی قوت ہوگئی کفار سے جہاد شروع ہوا بڑی لڑائی سب سے پہلے بدر میں واقع ہوئی یہاں
مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی پہر احد کی لڑائی ہوئی اسیطرح بہت سی لڑائیاں کفار سے ہوئیں آخر
اللہ تعالےٰ نے اسلام کو غالب کیا پہر مکہ کو بہی حضرت نے فتح کرلیا تمام اہل مکہ بہی ایمان لائے آپکی حیات
میں دو دو مہینے کی راہ تک عرب میں اسلام پہیل گیا تہا حضرت کے بعد حضرت کے صحابیوں نے روم و شام
ایران و مصر وغیرہ بڑے بڑے ملک فتح کیے چند روز میں جہاں تک چہار طرف اللہ نے اپنا دین
پہیلادیا ہر طرف دین حق کا نشان بلند ہوگیا رہویں برس ربیع الاول کے اول عشرہ میں

پیر کے دن صبح کیوقت ترسیٹھ ۶۳ برس کی عمر میں حضرت نے دنیا فانی کو چھوڑا اور رحلت جاودانی کیطرف

سنہ سوطہ ۱۱ میں دس برس کے عرصہ میں بہی کہ حضرت مدینہ میں رہے حسب حاجت باقی قرآن نازل ہوا سو

کل قرآن تیئیس ۲۳ برس میں تھوڑا تھوڑا حسب حاجت آپؐ کے لیے نازل ہوا حضرت کے روبرو یہود میں سے

بہی چند توراۃ کے عالم عبداللہ بن سلام وغیرہ کیطرح ایمان لائے اور نصاریٰ میں سے بہی بہت لوگ

انجیل کے عالم کہ اُنکی تفصیل کتب سیر میں موجود ہے ایمان لائے **ف** کیفیت قرآن کے نزول کی

جیسا کہ طبرانی وحاکم وبیہقی ونسائی وابن ابی شیبہ وابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے

یوں ہے کہ رمضان میں لیلۃ القدر کو کل قرآن یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کیطرف

نازل کیا گیا اور آسمان دنیا میں ایک جگہ بیت العزت ہے وہاں رکھا گیا اور جبرئیل نے

وہاں کے ملائکہ سفرہ کرام بررہ کو لکھوا دیا پھر بقدر احتیاج تھوڑا تھوڑا تیئیس ۲۳ برس میں حضرت پر

نازل ہوا کما قال تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ یعنی ہمنے اُتارا اُسکو لیلۃ القدر میں وقال

تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ کہ رمضان کا وہ مہینا ہے کہ جس میں قرآن

نازل کیا گیا کذا فی الاتقان **ف** پس جب حکم ہوتا تہا تو جبرئیل علیہ السلام لوح محفوظ سے دیکھکر

۱؎ کیونکہ اگر دفعۃً آتا تو لوگوں کو حفظ کرنا مشکل پڑجاتا آخر توراۃ وانجیل کیطرح کمی زیادتی ہوجاتی دوسرے سب احکام کو وہ نئے نئے اسلام لائے ہوئے لوگ جو کہ کفر اور رسوم جاہلیت کے عادی تہے مشکل مانتے ۱۲ منہ ۲؎ ازانجملہ نجاشی شاہ حبشہ وہرقل شاہ روم وجارود بن العلاء ہیں ۱۲ منہ ۳؎ کلام حقیقت میں متکلم کی ایک صفت ہے جو اُسکے ساتھ ہے قائم ہے سو وہ نازل نہیں ہوسکتی کیونکہ نزول لغت میں اوپر سے نیچے اُترنیکو کہتے ہیں پس یہاں نزول کے معنی مجازی مراد ہیں پس جسنے یہ کہا کہ قرآن ایک معنی قائم ہیں اُسکی ذات کے ساتھ اور اسی وجہ سے قرآن کو اُسکی صفات کی مانند قدیم کہتے ہیں سو اُسکے نزدیک اُسکے نزول سے مراد ہے کہ لوح محفوظ میں اُسنے ایسے کلمات اور حروف پیدا کر دیے ہیں کہ جو اُن معنی پر دلالت کرتے ہیں پھر لوح محفوظ سے بیت العزت میں نازل ہونیکی بھی یہی معنی ہیں کہ بیت العزت میں اُن حروف اور کلمات کو ثابت کر دیا اور جسکے نزدیک قرآن الفاظ کا نام ہے تو اُسکے نزدیک اُسکے نزول کے یہ معنی ہیں کہ لوح محفوظ یا بیت العزۃ میں اُنہیں الفاظ کو ثابت کر دیا سو اس بنا پر یا اُسکے نزدیک قرآن قدیم نہیں ہے لیکن لوح محفوظ میں ثابت کر دینے کی کیفیت معلوم نہیں کہ کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام پر کلام الہی نازل ہونیکے یہی معنی ہیں کہ خدا فرشتہ کو تلقین روحانی فرمادے یا لوح محفوظ میں اُنکے اوپر دلالت کرنیوالے حروف وکلمات ثابت کرتے پھر فرشتہ وہاں سے اُنکے پاس لاتے کذا فی التفسیر لجلال الدین سیوطی ۱۲

یا خود اللہ تعالے سے تلقین پاکر اور سنکر حضرت کے پاس لاتے تھے قال الطیبی کذا فی الاتقان لیکن الفاظ
اور معانی سب جبرئیل اللہ کیطرف سے لاتے تھے اور بعض فقط مضمون اور معانی اللہ کیطرف سے لاتے
اور اپنی عبارت سے حضرت کو سناتے تھے لیکن اس قسم کا نام سنت ہے نہ قران کیونکہ قرآن کے الفاظ بھی من
جانب اللہ ہیں کذا فی الاتقان **ف** علمار نے حضرت پر وحی نازل ہونیکی چند کیفیات نقل کی
ہیں اول یہ کہ حضرت کے پاس جبرئیل جرس کیسی آواز سے آتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں آیا ہے
احمد نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ مینے حضرت سے عرض کیا کہ آپکو وحی
آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے پس فرمایا کہ میں ایک جرس کیسی آواز سنتا ہوں پہر وہ آواز بند ہو جاتی
ہے اور ہر بار میں یوں ظن کرتا ہوں کہ شاید اس سے میری روح قبض ہو جائیگی خطابی نے کہا ہے
کہ یہ آواز وحی کی فرشتہ کی تھی اور حضرت پر اول کلام خلط ملط ہوتا تھا یہانتک کہ آخر کو بھی سمجھ لیتے
تھے بعض نے کہا ہے یہ فرشتے کے پروں کی آواز تھی اور اسمیں یہ حکمت تھی کہ حضرت کو وحی کے
آنیکی پہلے اطلاع ہو جاوے تاکہ کسیطرف کا خیال باقی نرہے دوم یہ کہ جبرئیل آدمی کی شکل میں آکر آتے
تھے اور حضرت کو کلام الٰہی پہنچاتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ احیانا یتمثل لی الملک
رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول کبھی فرشتہ آدمی کی صورت بنکر آتا ہے پس مجھسے کلام کرتا ہے سو میں جو
وہ کہتا ہے خوب سمجھ لیتا ہوں سوم یہ کہ خواب میں آکر فرشتہ آپ سے کہجاتا تھا سو قرآن میں کوئی آیت
یا سورت اسطرح نازل نہیں ہوئی ہاں سنت نازل ہوئی تھی چہارم یہ کہ خود اللہ تعالے حضرت سے کلام کرتا
تھا یا تو جاگتے میں جیسا کہ شب معراج میں کلام کیا تھا یا خواب میں جیسا کہ حدیث معاذ میں ہے
اتانی ربی فقال فیما یختصم الملاء الاعلے الحدیث سو اس قسم پر بھی قرآن نازل نہیں ہوا ہاں آخر
سورہ بقرہ کا البتہ حالت بیداری میں خود اللہ تعالے سے ہم کلام ہوکر شب معراج میں حضرت نے سیکھا ہے
کذا فی التفسیر الاتقان **ف** پس جب جبرئیل علیہ السلام کچھ آیات قرآن کی بحکم الٰہی آپکے پاس لاتے

توحضرت کاتبوں سے فرماتے تھے کہ ان آیات کو کہ فلاں سورۃ کی ہیں اُسی سورت میں لکھدو کاتب سورۃ
اُس آیت کو جہاں کی ہوتی تھی وہیں لکھدیا کرتے تھے چنانچہ امام احمد اور ترمذی اور ابوداود نے
روایت کیا ہے و کان اذا انزل علیہ شیء دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الآیات
فی سورۃ التی یذکر فیھا کذا و کذا یعنی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ نازل ہوتا تھا
تو آپ اپنے بعض کاتب کو بلا کر فرما دیتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں لکھدو اور سبب یہ تھا
کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب لوح محفوظ کے مطابق اسطرح سے تھی کہ جو اب تک
حضرت کے زمانہ سے چلی آتی ہے کہ اول سورۂ فاتحہ ہے پھر سورۂ بقر پھر سورۂ آل عمران علے
ہذا القیاس لیکن نازل ہونیمیں ترتیب نہ تھی کہ اول کی سورۃ اول نازل ہو اور بعد کی بعد میں بلکہ
جسوقت میں جس سورت یا آیت کی ضرورت ہوتی تھی خواہ وہ سورت یا آیت اول کی ہو خواہ بعد کی
توجبرئیل علیہ السلام اُسکو آسمان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے اور حضرت اُسکو اُسکے موقع
اصلی پر لکھوا دیتے تھے چنانچہ تمام قرآن مجید حضرت کی حیات میں با ترتیب لوگوں کے پاس لکھا ہوا تھا
اور بہت سے حافظوں کو یاد ہو گیا تھا اُنہوں نے بارہا حضرت کو سُنا دیا تھا اور ہر شخص خصوصاً حفاظ
ہر روز پڑھا کرتے تھے اور آپسمیں ایکدوسرے کو سنایا کرتے تھے اور حضرت سے بھی سُنا کرتے تھے اور حضرت کو
سُنایا کرتے تھے لیکن حضرت نے اپنی حیات میں بعض آیات کے منسوخ التلاوت ہونیکے احتمال سے
یا اسوجہ سے کہ اور آیات نازل ہونیکا آپکی زیست میں احتمال تھا یا کسی اور وجہ خاص سے قرآن کے اجزاء
کو ایک جلد میں جمع کر کے نہ لکھوایا تھا پھر حضرت کے بعد ملک یمامہ میں مسیلمہ کذاب کا فر سے صحابہ کی
لڑائی ہوئی انجام کار خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے وہ نامراد مارا گیا لیکن بہت سے حافظ اُس
جہاد میں شہید ہوئے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس جہاد میں اکثر حافظ شہید ہو گئے ہیں

سلہ چنانچہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل اور ابو الدرداء وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم بڑے پکے حافظ تھے
اور اُنکو کل قرآن با ترتیب الحمد سے والناس تک یاد تھا ۱۲ منہ

اگر اسیطرح دو ایکبار پہر حافظ شہید ہوئے تو خوف ہے کہ کوئی حافظ قرآن نہ رہیگا اور قرآن میں کمی ہوجاویگی
کیونکہ تمام قرآن ایک جلد میں جمع نہیں ہے بلکہ متفرق اجزا ہیں پس جب حافظ نہ رہیگے تو ممکن ہے کہ ان اجزا
میں سے کوئی جز جاتا رہے اور قرآن میں کمی ہوجاوے پس بہتر یہ ہے کہ ان اجزا کو حافظوں سے مقابلہ اور
صحت کرکے ایک جا جمع کرادیجیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنکر کہا کہ حضرت نے اپنی حیات میں جمع نکیا
اب نئی بات کیونکر کیجاوے پہر عمرؓ نے کہا کہ واللہ اسمیں مصلحت ہے پہر ابو بکر صدیقؓ کے دلمیں بہی اللہ تعالی نے
الہام کیا تو فرمانے لگے کہ واللہ اے عمر تم سچ کہتے ہو پہر صدیق اکبرؓ نے زید بن ثابت انصاریؓ کاتب
وحی سے بہی تقریر کی اور اخر انہوں نے بہی کئی بار اسیطرح سے گفتگو کی اخر انکو بہی اسکی مصلحت معلوم ہوئی
تو انہوں نے سب لوگوں کے ہاں کے اجزا منگا کے اور حافظوں سے مقابلہ کرکے ایک جلد میں مجتمع کردیا یہ مضمون
صحاح میں ہے پہر وہ قرآن زید بن ثابتؓ کا لکہا ہوا ابو بکرؓ کے پاس ہا انکے بعد عمرؓ کے پاس رہا

۱۹ ابن داؤد نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے باپ عروہ سے روایت کیا ہے کہ ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ اور
زیدؓ کو مسجد نبوی کے دروازہ پر بٹہلا دیا تہا کہ جو شخص تمہارے پاس دو گواہ لاوے کہ یہ قرآن کی آیات ہیں تب اسکو لکہ لو
ابن حجر کہتے ہیں کہ دو گواہ سے مراد حفظ اور کتابت ہے یعنی جسکی یاد بہی ہو اور پہر وہ اسکو حضرت نبی علیہ السلام
کے روبرو کا لکہا ہوا بہی کہے تب اسکو درج کرو سخاوی نے جمال القراء میں کہا ہے کہ یہ مراد ہے کہ دو گواہ
اسپر لاوے کہ حضرت کے روبرو کا یہ لکہا ہوا ہے الغرض اس احتیاط سے قرآن جمع کیا جاتا تہا کذا فی الاتقان
۲۰ زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اسوقت ان اجزا میں مجہے سورہ برات کے اخیر کی یہ آیت لقد جاءکم
رسول من انفسکم الایۃ نہ ملی تو میں نے اور سب اجزا تلاش کیے سوا ابی خزیمہ انصاری کے اجزا میں لکہی ہوئی پائی
تہے یہاں بعض ناسمجہ یہ شبہ کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اسی طرح اور آیات بہی زید بن ثابت بہول گئے ہوں سو یہ
شبہہ بالکل لغو ہے کیونکہ زید بن ثابت حافظ تہے اور وہ یہ آیت بہی نہیں بہولے تہے کیونکہ اگر بہولتے تو
اسکو تلاش نکرتے تلاش کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ انکو وہ آیت یاد تہی لیکن اسوقت ان اجزا میں نہ ملی
پہر تلاش کی تہی تو ملگئی دوسرے اگر دار مدار فقط اجزا سے نقل کرنے پر ہوتا تو تب بہی ایک بات تہی لیکن
وہاں تو حافظوں سے بہی مقابلہ کیا جاتا تہا اگر نہ لکہتے تو وہ بڑے بڑے پکے حافظ بتلا دیتے کہ جنہوں نے صدہا بار رسول اللہ
کی زبان مبارک سے قرآن سنا تہا اور بار ہا حفظ کرکے حضرت کو سنایا تہا اور ان لوگوں کے حافظے ایسے
تہے کہ اگر چہار چہار قرآن ہوتا اسکو بہی حرفاً حرفاً یاد کرلیتے اور ایک آیت نہ بہولتے ائمہ حدیث
کی قوت حافظہ کو خیال کرنا چاہیے کہ جنکو لاکہا حدیث مع اسناد یاد تہی اور پہر ایک لفظ میں بہی
تقدیم و تاخیر نہونے دیتے تہے اللہ کا یہ فضل امت محمدیہ پر خاص ہے ۱۲ منہ

اُسکے بعد اُنکی بیٹی حفصہ ام المومنین رضؓ کے پاس ہا **ف** ترمذی نے ابی کعب رضؓ سے روایت کیا ہے کہ
ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل سے کہا ای جبرئیل میری اُمت میں ان پڑھ لوگ بہت ہیں
اور اُنمیں بڑہیاں اور بڈہے بڑی عمر کے اور غلام لوگ بیگانے تابعدار اور صغیر سن ہیں اور بعض بالکل
اُمی ہیں جبرئیل ؑ نے کہا اے محمد یہ قرآن سات حرف[1] پر نازل ہوا ہے انتہے الحاصل نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی اُمت کے حال پر شفقت فرماکر جبرئیل ؑ سے یہ دریافت کیا کہ میری اُمت میں ان پڑھ
اور ضعیف لوگ اور کم سن اور بیگانے تابعدار بھی بہت ہیں کہ اُنکو تکمیل حروف و لغات مشکل ہے بسبب
بعض بعض الفاظ سب لوگوں سے ایک طرح ادا ہونے مشکل ہیں اُسکی کیا تدبیر ہے جبرئیل ؑ نے کہا قرآن
کے الفاظ میں بہت وسعت اللہ نے عطا فرمائی ہے عرب کے قبیلوں کے محاورے کے موافق اللہ تعالےٰ نے
ایسے الفاظ کو سات طور پر نازل فرمایا ہے پس جس شخص کو جسطرح سے اپنے محاورہ کے موافق پڑہنا آسان
معلوم ہو پڑہ لیا کرے مثلاً لفظ عیون بعض لوگوں کے محاورہ میں عین کے زیر سے اور بعض کے ہاں عین کے
پیش سے بولا جاتا ہے پس اللہ نے قرآن میں اس لفظ کو جبرئیل ؑ سے دونوں طرح سے پڑہ کر سنا دیا پس جو
عین کے زیر سے پڑہتے ہیں اُنکو پیش سے درست ہو گیا اور اگر ایک ہی طور پر ہوتا تو ایک فریق کو
گونہ اُسکے ادا کرنے میں تکلف ہوتا سو اس قسم کے اختلاف کو اختلاف قرأت کہتے ہیں اور یہ اختلاف
حضرت کے روبرو تہا پہر **عثمان** رضؓ کی خلافت میں کچہ عراق کے لوگوں نے بعض بعض الفاظ کے پڑہنے میں
بہت اختلاف کیا اور اپنے محاوروں کو اُسمیں دخل دیا سو خدیفہ بن الیمان رضؓ نے اگر یہ اختلاف عثمان رضؓ
سے بیان کیا اور کہا ای امیرالمومنین اِس اُمت کی خبر لو اور یہود و نصاری کیطرح اختلاف ہونے سے
پہلے ہی تدارک کرو سو امیرالمومنین عثمان رضؓ نے ام المومنین حفصہ رضؓ کے گہر سے وہ ابوبکر صدیق رضؓ
کے وقت کا قرآن منگایا اور زید بن **ثابت** انصاری اور عبداللہ بن زبیر اور سعید بن عاص اور
عبداللہ بن حارث بن ہشام قریشیوں کو ملا کر فرمایا کہ اس قرآن سے چند نسخے نقل کرو اور

[1] سات حرف پر نازل ہونے سے سات قرأت مراد لیا ۱۲

جس لفظ میں زید بن ثابت انصاری اور تم تینوں قریشیوں میں اختلاف واقع ہو تو تم اسکو اپنی زبان کے محاورے کے موجب لکھو اور غیر قبیلوں کے محاورونکو ترک کرو کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے پھر سات نسخے مشہور یوں ہیں کہ پانچ نسخے نقل کراکے ہر دیار میں بھیجدیے اور کہا انکے مطابق پڑھو اور باقی نسخے کہ جنمیں اور قبیلوں کے محاورات تھے سب کو اکھٹا کراکر جلادیا[۱] تاکہ اختلاف دور ہو جاوے اور اصل نسخہ حفصہ ام المومنین کے پاس بھیجدیا اسی سبب سے عثمان رض کو جامع القرآن کہتے ہیں یہ مضمون صحیح بخاری میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عدہ کو وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہ ہم قرآن کے نگہبان ہیں خوب سچا کر دکھلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک مشرق سے مغرب تک جس قدر اہل اسلام ہیں سب کے پاس وہی قرآن مجید جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا بلا فرق موجود ہے کہیں ایک جا بھی اختلاف اور کمی زیادتی نہیں باوجودیکہ اہل اسلام میں قرن اولیٰ سے لیکر سالہا سال تک باہم ایسے ایسے سخت جنگ وجدل واقع ہوئے ہیں کہ اگر کسی اور قوم میں ہوتی تو وہ قوم باہم لڑکر ایسی ضعیف ہو جاتی کہ اور لوگ انکے حاکم ہو جاتے اور انکے ہاں کے علم و کتب سب کچھ نیست و نابود ہو جاتا پس اگر قرآن کتاب الہی نہوتا تو اللہ تعالیٰ اسکی ایسی محافظت نکرتا اللہ تعالیٰ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جزائے خیر عطا فرماوے کہ انہوں نے قرآن کی خوب محافظت کی تمام امت پر انکا احسان ہے ف ہر سال جبرئیل ایکبار رمضان مبارک میں کل قرآن مجید ترتیب اصلی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھکر سنایا کرتے تھے اور کبھی حضرت پڑھتے جبرئیل سنتے تاکہ ترتیب اصلی سے تمام قرآن حضرت کو خوب یاد ہو جاوے اور پھر جو آیت اترا کرے اسکو اسکے اصلی موقع پر لکھوا دیا کریں اور حفاظ کو بتا دیا کریں اور انہیں مترتب ہمیں ان الفاظ کو

---

[۱] بعض بے سمجھ حضرت عثمان غنی رضہ کی اس بات پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اگر پانی میں ڈبوتے تو لوگ نکالتے یا مٹی میں دفناتے تب بھی لوگ نکالتے اور اسیطرح ہوا میں کترکر اڑاتے قطع نظر اسکے کہ اسکے پرزے لوگوں کے پاؤں میں آتے جب بھی وہ پرزے لوگوں کے ہاتھ لگتے تا قیامت توریت و انجیل کیطرح اختلاف رہتا اور قطع نظر ان سب باتوں کے امیر المومنین نے اہانت کی راہ سے نہیں جلایا تھا بلکہ اسمیں مصلحت تھی ۱۲ منہ

جو قریش کے قبائل میں مختلف طور پر بولے جاتے تھے جبرئیل ع نے مختلف طور پر پڑہا تا کہ سبکو آسان
ہو جاوے اور سات قرأت انہیں اختلافات جبرئیل سے مستفاد ہیں جیسا کہ پہلے اسکی تحقیق ہو چکی ہے
یہ مضمون صحاح میں ہے، **ف** جب جبرئیل علیہ السلام حضرت کے پاس آیات قرآن لاتے تھے تو جبرئیل ع
پڑھکر سناتے سو جبرئیل ع کے ساتھ جلدی جلدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تاکہ کچھ بھول نجاوے
پس اسمیں حضرت کو اونہ تکلیف ہوتی تھی اللہ تعالے نے فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ
اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ یعنی قرآن مجید کے پڑھتے وقت اپنی زبان کو جلدی جلدی ہلاتا
اسکے یاد اونہیں جلدی کرے کیونکہ ہمارے ذمے پر اسکا جمع کرنا ہے تیرے دلمیں اور تیرے بیان سے اسکا پڑہنا
ہے **ف** جب حضرت پر جبرئیل وحی لاتے تو ہیبت الٰہی سے حضرت کا بدن مبارک پسینہ پسینہ ہو جاتا
تہا اور آنحضرت پر غشی کیسی صورت نمایاں ہو جاتی تہی اور جس سواری پر حضرت اوسوقت سوار ہوتے تھے تو وہ سواری
گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتی تہی حیف کی بات ہے کہ دشمنان خدا حضرت کی اس حالت تقرب اور کیفیت
خشیۃ کو جو ایک عمارہ حالت خاص بندگان کے لیے ہوتی ہے مرض صرع کہتے ہیں اور احمق یہ نہیں
جانتے کہ دنیا میں جب معشوق یا حاکم کا نامہ آتا ہے تو عاشق اور محکوم کو اسکے دیکھتے ہی کیا کیفیت
پیدا ہوتی ہے کہ بعض کو شادی مرگ ہونیکی نوبت ہو جاتی ہے تن بدن کی خبر نہیں رہتی پس
اسپر حضرت کے حال کو جو فرسنگہا فرسنگ ان حالات سے دور ہے، قیاس کر لینا چاہیے لیکن ناانصاف
لوگ جب طعن کی کوئی بات نہیں دیکھتے ہیں ہنر کو ہی عیب کہنے لگتے ہیں کیا خوب کہا ہے کسی نے
۵ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ❊ عیب نماید ہنرش در نظر ❊ (**جو کچھ قرآن میں ہے حق ہے،
اور جو قرآن کے مخالف ہے وہ غلط ہے**) یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی کتاب کے جو مخالف ہوتا ہے
وہ غلطی پر ہوتا ہے خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو کیونکہ اللہ سے زیادہ کوئی علیم اور حکیم نہیں اور جو کتاب
اللہ کے موافق ہوتی ہے اور جو اسمیں ہوتا ہے وہ حق پر ہوتا ہے اور قرآن کا کتاب الٰہی ہونا ہم ثابت

کر چکے ہیں (قرآن پہلی کتابوں کے لیے ناسخ ہی پس تا قیامت قرآن کے احکام پر
عمل رہیگا) کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کی نبوت
تا قیامت تمام عالم کے لیے ہے پس جس جا پہلی کتابیں اور قرآن کے احکام موافق ہیں تو وہاں نسخ کی کچھ
حاجت نہیں اور جہاں مخالفت ہے تو دونوں پر عمل کرنا متعذر ہے بلکہ ناممکن پس ضرور ہے کہ دونوں میں سے
ایک کے احکام کو منسوخ قرار دینگے اور یہ ظاہر ہے کہ پچھلے احکام الٰہی پہلے احکام کے لیے ناسخ ہو جاتے
ہیں برعکس نہیں ہو سکتا اور سب کتابوں سے پیچھے قرآن آیا ہے پس قرآن ناسخ ہے اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ قرآن کے بعد کوئی اور کتاب الٰہی نہیں نازل ہوگی پس قیامت تک قرآن ہی کے احکام پر عمل
رہیگا (جو معانی قرآن کی ظاہر عبارت سے سمجھے جاتے ہیں وہ حق ہیں
انکو چھوڑ کر فرقہ باطنیہ کیطرح اور معنی قرار دینا گمراہی اور الحادی)
ملحدوں کا ایک فرقہ اپنے آپ کو اہل باطن کہتا ہے وہ کہتے ہیں قرآن و احادیث کے معانی یہ نہیں
ہیں جو الفاظ کی ظاہر دلالت سے سمجھے جاتے ہیں مثلاً وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے یہ معنی نہیں کہ نماز پڑھو اور
زکوۃ دو بلکہ قرآن کو اللہ اور رسول اللہ اور اولیاء اللہ کے سوائے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور انکی معنی
اور کسیکی سمجھ میں نہیں آ سکتے ہیں اور اصل غرض انکی اس سے شریعت کا باطل کرنا ہے کیونکہ وہ نماز
و روزہ حج و زکوۃ وغیرہ احکام الٰہی فرض و واجب نہیں جانتے ہیں اور لہو و لعب کو کہ جسمیں وہ
شب و روز مصروف رہتے ہیں نجات کا سبب سمجھتے ہیں سو یہ بالکل گمراہی اور کفر کی بات ہے
کیونکہ اس سے اللہ اور اسکے رسول کا جھوٹا ہونا نکلتا ہے نعوذ باللہ منہ دوسرے جب قرآن کے معانی

له بعض معاند کا یہ قول کہ کلام خدا میں نسخ نہیں ہوتا غلط ہے کیونکہ بعض احکام جو بعض وقت کے مناسب
ہوتے ہیں پھر دوسرے وقت میں وہی نامناسب ہو جاتے ہیں پس ایک ہی حکم کا ہر وقت جاری رہنا موجب حرج
ہو جاتا ہے دنیا میں بادشاہوں کے حکم کو دیکھو کہ وقتاً فوقتاً منسوخ ہوتے رہتے ہیں ۱۲ منہ سه ظاہر عبارت اس جگہ عبارۃ
النص خصوص مراد نہیں ہے بلکہ عام اور شامل ہے عبارت اور اشارت اور دلالت اور اقتضاء النص ۱۲ منہ

اللہ اور رسول اور اولیاء اللہ کے سوائے اور کوئی نہیں سمجھتا تو پھر تمام خلق کے لیے قرآن بھیجنا لغو اور بیکار ہے
العیاذ باللہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیاطین الانس ہیں آپ ہی انکو ہدایت دے ہاں جو حقایق اور دقایق
قرآن کے ارباب سلوک سمجھتے ہیں حق ہیں لیکن وہ ظاہری معنی کا انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ انکو
مانکر پھر اور دقایق نکالتے ہیں کہ انکو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا ہے کیونکہ قرآن کے لیے ظہر اور بطن
احادیث صحاح سے ثابت ہے (پس دین میں چار چیزیں اصول ہیں اول قرآن)
جن چیزوں پر کہ دین کی بنیاد ہے وہ چار چیزیں ہیں پس جو چیز ان چار سے ثابت نہیں
وہ دین میں شمار کیجاویگی انمیں سب سے اول قرآن مجید ہے قرآن سے مطلب سمجھنے کی چار صورتیں
ہیں عبارت النص اشارت النص دلالت النص اقتضاء النص کس لیے کہ اگر قرآن کے الفاظ سے استدلال
ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ الفاظ کسی خاص مقصود کے لیے بولے گئے ہیں یا یہ کہ انسے
مقصود تو اور کچھ ہوتا ہے لیکن اسکے ضمن میں کچھ اور مدعا بھی ثابت ہو جاتا ہے پس قسم اول کو
عبارت النص اور قسم دوم کو اشارت النص کہینگے جیسے کسی شخص نے کسی چیز کو دیکھا اور اسکے
گوشۂ چشم سے اسکے آس پاس کی چیزیں بھی جو مقصود نہ تھیں سے نہ تھیں نظر آگئیں پس اس چیز
مقصود بالذات کا دیکھنا بمنزلہ عبارت النص کے ہوا اور آس پاس کی چیزوں کا دیکھنا بمنزلہ
اشارت النص کے ہوا مثال اسکی قرآن کی یہ آیت ہے وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
الآیہ معنی اسکے یہ ہیں اور جسکی اولاد ہے اسپر انکے والدات کا کھانا اور کپڑا لازم اور واجب ہے یعنی
لڑکے کے باپ پر اسکی ماں کا کھانا اور کپڑا واجب ہے یا تو اسلیے کہ وہ اسکی بیوی ہے یا اسلیے کہ اگر
طلاق دی ہے تو وہ اسکے بیٹے کو دودھ پلاتی ہے بہرطور اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ سے یہ مقصود ہے
کہ باپ پر اولاد کی ماں کا کھانا اور کپڑا واجب ہے پس یہ مضمون عبارت النص سے سمجھا گیا اور اسکے ضمن
میں یہ بھی سمجھا گیا کہ لڑکا باپ ہی کا ہے پس یہ مضمون اشارت النص سے سمجھا گیا اور یا الفاظ سے

استدلال نہیں بلکہ معنی سے ہے پس اب یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو باعتبار لغت کے ان معنی
سے کوئی اور چیز سمجھی جاویگی تو وہ دلالۃ النص ہے یا ان معنی کی صحت کسی اور چیز پر موقوف ہے خواہ بطور
عقل کے خواہ بطور شرع کے پس وہ چیز کہ جس پر ان معنی کی صحت موقوف تھی اقتضاء النص سے سمجھی جاویگی
اور اس دلالت کو اقتضاء النص کہیں گے مثال دلالۃ النص کی یہ ہے قال تعالے وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ
وَّلَا تَنْهَرْهُمَا یعنی ماں اور باپ کو اُف نہ کہہ اور نہ جھڑک پس عبارت النص سے تو ماں باپ کو اُف
کہنا اور جھڑکنا منع سمجھا گیا اور اس سے انکو تکلیف دینا جو لازم معنی تھا وہ بھی بطور دلالۃ النص کے
منع سمجھا گیا پس ماں باپ کو مارنا اور تکلیف دینا بطور دلالۃ النص کے حرام سمجھا گیا مثال اقتضاء النص کی
قال تعالے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنے نماز پڑھو پس نماز کا پڑھنا بطور عبارت النص کے سمجھا گیا لیکن شرع
میں نماز بدون طہارت کے صحیح نہیں پس وہ طہارت کہ جس پر نماز کی صحت موقوف ہے اس قول ہی سے اقتضاء النص
سے سمجھی گئی یا کسی نے اپنے نوکر سے مثلاً یہ کہا کہ مجھے پانی پلا پس پانی کی طلب بطور عبارت النص کے
سمجھی گئی لیکن یہ پانی پلانا عقلاً اسپر موقوف ہے کہ وہ کسی برتن میں لاوے پس اس کلام سے وہ برتن کہ
جسمیں وہ اپنے آقا کو پانی پلا سکے اقتضاء النص سے سمجھا گیا پھر قرآن کے نظم کے بہت سے اقسام ہیں عام
اور خاص اور مؤول اور مشترک اور ظاہر اور نص اور مفسر اور محکم وغیرہ کہ کل اسّی قسم ہوتے ہیں اور پھر انکی
تفصیل اور احکام وغیرہ علم اصول فقہ میں بہت شرح اور بسط کے ساتھ لکھے ہیں جسے زیادہ تحقیق
منظور ہو وہ وہاں دیکھ لے **ف** قرآن مجید کی تخمیناً پانسو آیت احکام کے لیے اصل ہیں کہ انہیں سے
احکام الٰہی مستفاد ہوتے ہیں اور باقی قرآن میں کافروں کے عذاب اور ہلاکت اور مومنوں کے ثواب وغیرہ کا
مذکور ہیں (**دوم سنت رسول اللہ**) اصل دوسری دین میں سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے
سنت رسول سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل اور کسی امر کو دیکھکر سکوت کرنا ہے اول کو
سنت قولی اور دوسرے کو فعلی اور تیسری کو تقریری کہتے ہیں سنت قولی اسطرح پر کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے زبان مبارک سے کچھ فرمایا ہو اور سنت فعلی یہ کہ حضرت نے کوئی کام کیا ہو اور تقریری
سنت یہ ہے کہ حضرت کے روبرو کسی نے کوئی کام کیا ہو اور حضرت نے دیکھکر اُسکو منع نہ فرمایا ہو سو یہ
سب قسمیں سنت کی دلیل دین کی ہیں اور اسیطرح صحابی کا قول اور فعل بھی سنت میں داخل
ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک ان سب اقسام کو حدیث کہتے ہیں اور بعض محدثین خاص قول اور
فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیث کہتے ہیں اور باقی کو اثر کہتے ہیں اور جو ملوک اور سلاطین کا حال
نقل ہو اُسکو خبر کہتے ہیں پھر مطلق سنت کی دو قسم ہیں ایک سنت الہدی کہ جسکے ترک ہونے سے
گنہگار ہوتا ہے اور اُسی کو سنت موکدہ بھی کہتے ہیں جیسے جماعت اور اذان وغیرہ اور
دوسری سنت الزوائد کہ جسکے ترک سے گناہ لازم نہ اوے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
لباس اور قعود و قیام کی روش **ف** جن احادیث سے کہ احکام ثابت ہیں تخمیناً تین ہزار ہیں

سوال باتفاق جمہور علما و نبی صلی اللہ علیہ وسلم امور دین میں جو کچھ فرماتے تھے سو حکم الٰہی سے
فرماتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دیتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کہ نہیں صلی اللہ علیہ
وسلم اپنی طرف اور اپنی خواہش سے بدون امر الٰہی کے امور دین میں نہیں بولتے ہیں پس
اللہ ہی امر الٰہی ہے اور سنت رسول اللہ یعنی کتاب اللہ کا اول رتبہ کیوں مقرر کیا اور سنت کو
دوسرے مرتبہ میں کیوں کہا دوسرے قرآن بھی حضرت کی زبان سے ہمکو پہنچا ہے اور سنت بھی آپ ہی
سے ثابت ہے **جواب** کتاب اللہ قطعی الثبوت ہے اور سنت بطور ظنی کے ثابت ہے اور ظنی چیز پر
یقینی کا مرتبہ مقدم ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو خبر بطریق سند صحیح ہم تک
پہنچی ہے تو وہ مقبول ہوتی ہے اور سند صحیح یہ ہے کہ ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر
روایت کرنیوالے ہوں سب عاقل اور دیندار اور صحیح الحفظ ہوں اور ایک دوسرے سے متصل
روایت کرے کہ بیچمیں کوئی نہ چھوٹے مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو ہریرہ صحابی کسی حدیث کو

نقل کریں اور پھر اُنسنے اُسی حدیث کو اعرج اور پھر اُنسنے ابی الزناد اور اُنسنے امام مالک روایت کریں
پس امام مالک تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنیوالے ابی ہریرہ صحابی اور اعرج اور
ابی الزناد ہیں اور یہ تینوں شخص عاقل اور دیندار اور صحیح الحافظہ ہیں اور ایکدوسرے سے نقل کرتا
ہے انکے بیچمیں کوئی اور چوتھا شخص نہیں رہگیا ہے سو اس سند کو سند صحیح کہتے ہیں اور اصل حدیث کو
مرفوع کہتے ہیں اگر کسی راوی نے صحابی تک ہی سند پہنچائی تو اُس حدیث کو حدیث موقوف کہتے
ہیں اور اگر تابعی تک پہنچائی اور آگے صحابی تک سند نہ چلی تو اُسکو حدیث مقطوع کہتے ہیں کیونکہ بیچمیں سے
سلسلہ کٹ گیا حضرت تک نہ پہنچا ہاں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاویگی تب اُسکو حدیث
متصل کہینگے کہ حضرت تک اُسکا اتصال ہوگیا اور اگر بیچمیں کوئی راوی کم عقل یا بے دیانت یا غیر
حافظہ کہ بھولنے کی اُسکو عادت ہو آجاویگا تو یہ حدیث متصل بھی ضعیف کہلاویگی اور اُس حدیث
کو قوی جب کہینگے کہ اُسکے راوی قوی ہونگے علی ہذا القیاس جس حدیث کے جس قدر معتبر اور قوی
راوی ہونگے اُسیقدر وہ حدیث قوی ہوگی اسی لیے حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری سب سے قوی اور
معتبر ہے اُسکے بعد صحیح مسلم ہے اسی قسم کے اعتبارات سے احادیث کے بہت سے اقسام ہیں کہ اُنکو علم اصول
حدیث میں علماء نے خوب صراحت سے لکھا ہے پس جس حدیث کی ایک ہی سند ہو تو اُسکو حدیث غریب
کہتے ہیں اور جسکی دو سند ہوں اُسکو حدیث عزیز کہتے ہیں جسطرح امام مالک مثلاً ایک حدیث کو ایک اسی پہلی سند
سے روایت کریں اور دوسری سند اُسکے لیے یوں لاویں کہ امام مالک نافع سے اور نافع عبد اللہ بن عمر
صحابی سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کریں اور جسکی دو سے زیادہ تین چار پانچ دس
بیس سند ہوں لیکن گنتی کی ہوں سو اُسکو حدیث مشہور کہتے ہیں اور تینوں قسم کو آحاد کہتے ہیں اور
جسکی بیشمار سندیں ہوں اور ہر مرتبہ میں بیشمار راوی روایت کرتے ہوں کہ عقل اسیقدر آدمیوں کی
جھوٹا ہونا محال سمجھے تو اُسکو حدیث متواتر کہتے ہیں اور خاص متواتر میں اُسکے ثبوت کا یقین حاصل ہوتا

مرفوع
موقوف
مقطوع
متصل
ضعیف
قوی
غریب
عزیز
مشہور
آحاد
متواتر

بخلاف عزیز و غریب مشہور کے کہ انکے ثبوت میں ظن ہے جیسے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونیکو بشمار لوگ
بیان کرتے ہیں کہ سب کو عقل جھوٹا نہیں جانتی پس اس خبر متواتر سے شہر مکہ یا مدینہ کے موجود ہونیکا
یقین ہوجاتا ہے پس جسقدر احادیث ہیں وہ خبر احاد سے ثابت ہیں ہاں دو باتیں حدیثیں خبر
متواتر سے ثابت ہیں اور قرآن مجید حرف حرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر متواتر سے ثابت ہے
پس اس سبب سے قرآن مجید کا ثبوت حضرت سے یقینی ہے اور احادیث کا ثبوت ظنی ہے سو اس لیے
قرآن کو مقدم رکھا ورنہ قرآن بھی ہمکو حضرت سے پہنچا ہے اور احادیث بھی ہمیں دونو برابر ہیں
یا قرآن کے الفاظ و معانی دونوں من اللہ ہیں بخلاف سنت کے **ف** صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
کو اپنی حیات میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھنے کی حاجت نہ تھی بعد انکے
تابعین اور تبع تابعین نے جب یہ دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب اٹھ گئے اب
کوئی نہیں کہ اس سے دریافت کریں اور اب چند روز میں یہ دور بھی گزرنے والا ہے پھر زمانہ حضرت سے
دور جا پڑیگا حضرت کی احادیث پچھلے لوگوں کو صحت سے پہنچنی مشکل پڑجائیں گی اب زمانہ قریب ہے اور
اسناد میں راوی کم ہیں مناسب ہے کہ جو احادیث حضرت کی بسند صحیح ہمکو پہنچی ہیں انکو لکھدیا
جاوے سو ان محدثوں نے لکھنا شروع کیا سو فن حدیث میں بہت سی کتابیں لکھی گئیں
لیکن باعتبار صحت اور شہرت اور قبولیت کے انکے چار طبقے ہیں صحت سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کتاب
کا مصنف التزام کرلے کہ اسمیں سوائے احادیث صحیحہ یا حسنہ کے اور نہ لاوے اور اگر لاوے تو اسکے
راوی کا حال بھی بیان کردے کہ ضعیف ہے یا قوی جیسا کہ ترمذی نے جامع ترمذی میں کیا ہے
کہ راوی کا حال بیان کردیتے ہیں اور شہرت سے یہ مراد ہے کہ اہل حدیث طبقۃً بعد طبقۃٍ اس کتاب سے
مشغول ہوئے ہوں کہ اسکی احادیث کو روایت کرتے ہوں اور اسکی مشکلات کی وضاحت اور شرح
کرتے ہوں اور قبول سے یہ مراد ہے کہ نقاد حدیث نے اسکو مانا ہو اور اسپر اعتراض نکیا ہو اور

صاحب کتاب کو اُن احادیث میں صحیب جانتے ہوں اور بلا انکار فقہا اُنکی احادیث کو سند اور
تمسک بناتے ہوں پس جس کتاب میں یہ تینوں وصف کمال خوبی کے ساتھ پائے جاوینگے وہ
طبقہ اولے میں شمار کیجاویگی اور اس طبقہ میں محققین کے نزدیک تین کتابیں ہیں اول **موطا**
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا کہ جو سب سے اول تصنیف ہوا اور قریب ہزار شخص مثل امام محمد اور امام
شافعی اور یحیے بن یحیے مصمودی اور یحیی بن یحیی تمیمی اور قعنبی کے اسکو روایت کرتے ہیں اور
صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی گویا اصل ہے اور طرز روایت ان دونوں نے اسی سے سیکھی ہے لیکن
جس قدر حدیث مرفوع اسمیں ہیں اکثر صحیح بخاری میں ہیں پس صحیح بخاری اُنکی احادیث مرفوعہ
کو مشتمل ہے گو آثار صحابہ و تابعین موطا میں زیادہ ہوں دوم **صحیح بخاری** کہ جسکو امام ابو عبد اللہ
محمد بن اسمعیل بخاری نے تصنیف کیا ہے تخمیناً نوّے ہزار علماء نے اسکو بخاری سے روایت کیا ہے
سوم **صحیح مسلم** کہ جسکو امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری نے تصنیف کیا ہے سب اہل حدیث
نے انکو قبول کیا ہے اور نہایت شہرت اُنکی ہوئی اور ہزارہا علماء نے انکے حل و تخریج وغیرہ
امور میں تصانیف کی ہیں چنانچہ قاضی عیاض نے ان تینوں کتابوں کی شرح کے لیے کتاب
مشارق الانوار بہت عمدہ لکھی ہے اور یہ مشارق الانوار صغانی کی مشارق الانوار کے غیر ہے
کہ جسمیں صحیحین کی احادیث بحذف اسناد ہیں **طبقہ دوم** میں وہ کتابیں ہیں کہ ان تینوں
صفات میں صحیحین کے درجہ کو پہنچیں لیکن اُنکے قریب ہیں اور وہ یہ کتابیں ہیں **جامع ترمذی**
ابو عیسے محمد بن عیسے ترمذی کی تصنیف **سنن ابی داود** ابو داود سلیمان بن اشعث
سجستانی کی تصنیف **سنن نسائی** ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی کی تصنیف اور ان چھ
کتابوں کو **صحاح ستہ** کہتے ہیں ابن الاثیر نے **جامع الاصول** میں ان چھ کتابوں کی
احادیث کو جمع کیا ہے اور اُنکی مشکلات کی شرح اور غریب کا ضبط اور اسماء الرجال وغیرہ

موطا

صحیح بخاری

صحیح مسلم

متعلقات کو خوب بیان کیا ہے گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح ہے اور صاحب جامع الاصول نے سنن ابن ماجہ
کو صحاح ستہ میں داخل نہیں کیا بلکہ اُسکی جگہ موطا امام مالک کو رکھا ہے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے
ہیں کہ فقیر کے نزدیک **مسند** امام احمد بھی دوسرے طبقہ میں داخل ہے مگر اُسمیں ضعیف حدیث
بہت سی ہیں کہ اُنکے راویوں کا حال وہاں بیان نہیں کیا لیکن تب بھی وہ گویا سب کتب احادیث
کی اصل ہے اور دفتر ہے اور اسیطرح **سنن ابن ماجہ** کو بھی جو کہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ
قزوینی کی تصنیف ہے اسی طبقہ میں شمار کرنا چاہیے گو اُسمیں بعض احادیث نہایت ضعیف ہیں
سب محققین کے نزدیک **کتاب الآثار** امام محمد صاحب کی تصنیف بھی اسی طبقہ میں ہے **طبقہ سوم**
میں وہ کتابیں ہیں کہ جنکے مؤلفین یا بخاری و مسلم سے متقدم ہیں مثل **ابو بکر** بن ابی شیبہ و
عبد الرزاق و **ابو داؤد** الطیالسی و **عبد بن حمید** و **شافعی** کے یا اُنکے ہمعصر ہیں مثل
دارمی و **ابو یعلی** موصلی کے ما بعد ہیں مثل **ابن حبان** و **بیہقی** و **حاکم** و **طبرانی** کے لیکن
اُنہوں نے اپنی تصانیف میں التزام صحت کا نہیں کیا بلکہ صحیح و ضعیف جو ملا لکھدیا اُنکی کتابیں شہرت
اور قبولیت میں طبقہ اولی اور ثانیہ کو نہیں پہنچیں اور اُنکے راوی بعض قوی بعض ضعیف بعض
مجہول الحال ہیں اور اُنکی احادیث بعض صحیح بعض حسن بعض ضعیف بلکہ بعض موضوع بنائی
ہوئی ہیں گو ان کتابوں کے مؤلف علم حدیث میں کمال تجربہ رکھتے تھے اور منصف بالعدالت بھی تھے
لیکن اُنہوں نے اپنی کتابوں میں جو احادیث کہ اُنکو ملی بلا لحاظ قوی و ضعیف اس نظر سے جمع کر دی
کہ انمیں سے قوی و ضعیف کی شناخت بعد کیجاویگی اور اب کوئی حدیث باقی نرہجاوے لیکن ان کتابوں میں
بھی تفاوت ہے کہ بعض سے بعض قوی ہیں اُن کتابوں کے یہ نام ہیں **مسند** امام شافعی **سنن** ابن ماجہ
مسند دارمی **مسند** ابو یعلی موصلی **مصنف** عبد الرزاق **مصنف** ابو بکر بن ابی شیبہ **مسند**
عبد بن حمید **مسند** ابی داؤد طیالسی **سنن** دارقطنی **صحیح** ابن حبان **مستدرک** حاکم بیہقی کی

کل کتابیں طحاوی کی کل کتابیں طبرانی کی سب تصانیف یعنی معجم صغیر کبیر وغیرہ طبقہ چہارم میں وہ کتابیں ہیں کہ جنکی احادیث کا قرون سابقہ میں کچہ نام و نشان نہ تہا پہر متاخرین نے انکو روایت کیا پس ان احادیث کا حال دو طور سے ہے یا یہ کہ متقدمین نے انکی کچہ اصل نپائی بے اصل جانکے چہوڑ دیا یا کچہ اصل پائی لیکن کسی جرح و قدح کے سبب ضعیف جانکر ترک کیا بہر حال یہ احادیث اس قابل نہیں کہ انسے کوئی عقیدہ یا کوئی حکم شرعی ثابت کیا جاوے اور انکو تمسک قرار دیا جاوے بعض محدثین کو اس باب میں بڑا دہوکا ہوگیا کہ ان کتابوں کی احادیث کو بسبب کثرت طرق روایت کے متواتر جانکر انسے جمہور کے مخالف مذہب قرار دے لیا اور انکو قطعی اور یقینی مان لیا اور اس طبقہ کی بہی بہت سی کتابیں ہیں لیکن بعض کا نام لکہتا ہوں کتاب الضعفا لابن حبان تصانیف الحاکم کتاب الضعفا للعقیلی کتاب الکامل لابن عدی تصانیف ابن مردویہ تصنیف خطیب تصانیف ابن شاہین تفسیر ابن جریر فردوس دیلمی بلکہ اسکی کل تصانیف تصانیف ابن نعیم تصانیف جوزقانی تصانیف ابن عساکر تصانیف ابو الشیخ تصانیف ابن نجار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے بہت سے لوگوں نے جہوٹی احادیث بنا کر مشہور کر دیں ہیں محققین محدثین نے کمال جانفشانی سے قوی و ضعیف و موضوع کو جدا جدا کر دیا اور اکثر جہوٹی حدیثیں مداح لوگوں نے مناقب اور مذمت میں بنائی ہیں یا در تفسیر اور بیان سبب نزول اور تاریخ میں اور بنی اسرائیل کے احوال میں اور انبیاء سابقین کے احوال میں اور شہروں اور کہانوں کے حالات میں اور جہاں سے منتر میں و ظائف و اوراد میں اور قصہ خوان و غلط گو نے نوافل کے ثواب جزا میں بہت سی جہوٹی حدیثیں بنا کر مشہور کر دیں ہیں نقل ہے کہ نوح بن ابی عصمہ نے فضائل قرآن میں بہت سی احادیث بنائیں جب انکی سند پوچہی گئی تو کہا کہ لوگ ابو حنیفہ کے فقہ کیطرف بہت مائل ہیں اسلیے قرآن کے فضائل میں

---

[51] جوزقان ہمدان کے متصل ایک گاؤں ہے ۱۲ منہ [52] ابو الشیخ بن حبان اسکا نام عبد اللہ اور کنیت ابو محمد اور ابو الشیخ لقب ہے ۱۲ منہ

مصلحت جانکر احادیث کو بینے بنایا تاکہ اسطرف لوگ زیادہ متوجہ ہوں حالانکہ یہ عذر بدتر از گناہ
ہے کیونکہ صحیح احادیث فضائل قرآن میں کیا کم تھی واضح ہو کہ اس طبقہ کی کتابوں میں کل احادیث
موضوع اور بے اصل نہیں ہیں ہاں ضعیف و موضوع اکثر ہیں چنانچہ ابن الجوزی نے اپنی موضوعات
میں کثر ان احادیث کو موضوع لکھا ہے اور دلیل وضع کی بیان کردی ہے کتاب تنزیہ الشریعہ بھی
ان احادیث کے لیے معیار ہے اور میزان الضعفاء ذہبی کی اور لسان المیزان ابن حجر عسقلانی کی
انکی تحقیق کے واسطے وافی کافی ہے رسائل نوادر شیخ جلال الدین سیوطی کے انہیں احادیث پر
مبنی ہیں اور عجیب غریب مسائل مخالف جمہور کے مثل مسح الرجلین از ابن عباس و اسلام ابوین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ انہیں کتابوں سے برآمد ہوتے ہیں محض انہیں کتابوں سے مسائل عقائد
کا اثبات لا حاصل ہے لہذا ہمنے بھی اس کتاب میں ان کتب کی احادیث پر حصر نہیں کیا ہاں
تائید و تقویت کے لیے کہیں کہیں ذکر کردیا ہے سو اسکا کچھ مضایقہ نہیں محقق کو چاہیے کہ اول
احادیث کو تحقیق کرے پھر اُسنے کوئی مسئلہ ثابت کرے کیونکہ جبتک ہمکو اس امر میں شک ہے
کہ یہ حدیث حضرت کی ہے یا کسی کی بنائی ہوئی ہے تو اُس سے کیونکر استدلال کرینگے ف
تصنیفات حدیث کی سات قسم ہیں جامع مسانید معاجم سنن اجزاء رسائل اربعینات جامع
محدثین کی اصطلاح میں اُس کتاب کو کہتے ہیں کہ جسمیں آٹھ قسم کی احادیث پائی جاویں یعنی احادیث
عقائد احادیث احکام احادیث رقاق کہ جنسے رقت قلبی حاصل ہو احادیث آداب اکل و شرب و قیام
و قعود احادیث متعلقہ تفسیر قرآن احادیث تاریخ و سیر احادیث فتن کہ جسمیں فتنوں اور حوادثات
کا ذکر ہو احادیث مناقب و مثالب یعنی عیب علماء نے ان آٹھ فنون کو جدا گانہ بھی لکھا ہے جیسے
احادیث عقائد کو علم التوحید و الصفات کہتے ہیں اور احادیث احکام کو سنن کہتے ہیں کتاب الطہارت
سے کتاب الوصایا تک بترتیب فقہ اور احادیث رقاق کو علم سلوک و زہد کہتے ہیں اور

احادیث ادب کو علم ادب کہتے ہیں امام بخاری کی اس فن میں ایک کتاب کتاب الادب المفرد ہے اور احادیث
متعلقہ تفسیر کو تفسیر کہتے ہیں تفسیر ابن مردویہ و تفسیر دیلمی و تفسیر ابن جریر وغیرہ مشہور تفاسیر حدیث
ہیں و تفسیر در منثور جلال الدین سیوطی سبکے جامع ہے اور احادیث تاریخ و سیر کی دو قسم ہیں وہ
جو آسمان و زمین ملائکہ حیوان جن و شیاطین انس کی پیدائش سے متعلق ہے اسکو بدء الخلق کہتے ہیں
اور جو ہمارے نبی علیہ السلام اور صحابۂ کبار عظام کے احوال میں آپکی ابتداء تولد سے وفات تک ہو
اسکو سیرت[1] کہتے ہیں اس فن میں سیرت ابن اسحاق سیرت ابن ہشام سیرت ملا عمر اور سوائے
انکے بہت سی کتابیں ہیں بالفعل روضۃ الاحباب اگر بے تحریف و تبدیل پہنچے بہت غنیمت ہے
مدارج النبوت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تصنیف اور سیرت شامیہ مواہب لدنیہ بھی بسط سے
ہیں اور احادیث فتن کو علم فتن کہتے ہیں اور احادیث مناقب اور مثالب کو علم المناقب کہتے
ہیں پس جس کتاب میں یہ سب ہوں جیسے جامع ترمذی جامع بخاری اسکو جامع کہتے ہیں صحیح مسلم
میں چونکہ احادیث تفسیر و قرارت نہیں اسلیے اسکو جامع نہیں کہتے ہیں اور مسند اسکو کہتے ہیں کہ جسمیں
احادیث کو بترتیب صحابہ جمع کیا جاوے موافق حروف تہجی کے یا موافق سبقت اسلام کے یا موافق شرافت
نسب کے یعنی جو صحابی اول اسلام لایا یا اسکو حضرت سے زیادہ قرابت ہے اسکی حدیث کو پہلے لاویں اور
معجم وہ ہے کہ جسمیں احادیث کو بترتیب شیوخ جمع کیا جاوے اور یہاں بھی تقدم وفات شیخ کو اعتبار
کرینگے یا موافق حروف تہجی کے ترتیب دینگے یا موافق علم و زہد و تقوی شیخ کے ترتیب دیے گئے لیکن
حروف تہجی کا اکثر اعتبار کیا جاتا ہے اور معاجم ثلثہ طبرانی کے اسی قسم کے ہیں اور سنن وہ کتاب ہے
کہ جسمیں احادیث احکام مذکور ہوں مثل سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ سنن نسائی جزء وہ کتاب ہے
کہ جسمیں ایک شخص خاص کی احادیث جمع کیجاویں مثل جزء حدیث ابی بکر یا مطالب تمامی نہیں ہے
ایک مطلب کو خاص کیا جاوے مثل باب النیۃ وغیرہ رسالہ مطلق کتاب کو کہتے ہیں مگر ہے کہ جسمیں

[1] سیرت سے محدثین کے نزدیک غزوات و جہاد ہی مراد ہوتا ہے ۱۲ منہ

مطالب ثمانیہ میں سے کسی جزء خاص کو لکھتے ہیں جلال الدین سیوطی و حافظ ابن حجر کو تصنیف رسائل میں بڑا
ملکہ ہے اربعین چہل حدیث کو کہتے ہیں کہ چالیس حدیث ایک باب میں یا کئی میں ایک سند سے یا کئی
سند سے لکھی جاویں چہل حدیث بکثرت ہیں واللہ اعلم الحمد للہ رب العلمین کہ لاکھ لاکھ احسان ہیں کہ اسنے
اپنے محمد خاتم النبیین علیہ السلام کے دین کو قیامت تک سلامت رکھنے کی کیا عمدہ تدبیر کی کہ قرآن کو
تحریف و تغییر سے محفوظ رکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی بھی ایسی ہی محافظت کی
آج جس قدر فرقہ باطلہ اپنی کتاب کو کتاب الٰہی کہتے ہیں بجز اسکے ایک ہی سند متصل سے وہ کتاب
اپنے نبی تک ثابت کر دیں تواتر اور شہرت تو درکنار ف قرآن اور حدیث کا سند دین ہونا ظاہر ہے
کیونکہ قرآن کتاب الٰہی ہے جیسا کہ پہلے اسکا اثبات ہو چکا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی اطاعت کا حکم قرآن میں بہت جا مذکور ہے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ یعنی اللہ کی فرمانبرداری
کرو اور اللہ کے رسول کی سو اللہ کی فرمانبرداری اسکی کتاب پر عمل کرنا ہے اور رسول کی فرمانبرداری
رسول کے اقوال و افعال کی پیروی ہے (**سوم اجماع امت محمدیہ علی صاحبہا السلام**)
تیسری اصل دین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا اجماع ہے پس جس امر میں امت کا اتفاق
ہوگیا وہ حق اور درست ہے کسلیے کہ یہ امت گمراہی پر کبھی متفق نہوگی کیونکہ قرآن میں اللہ فرماتا ہے
كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی تم اے امت محمدیہ اچھی امت ہو جس اچھی امت گمراہی پر متفق نہیں ہوگی ورنہ
اچھی نرہیگی اور تکذیب قرآن لازم آویگی اور دوسری جا یوں ہے وَمَن يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا یعنی جو شخص مومنین سے الگ ہو کر اور راہ چلیگا
تو ہم اسکو وہی راہ چلا دینگے اور پھر جہنم میں جھلائینگے کہ وہ بری جگہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ
مومنین جس راہ پر ہیں وہ درست ہے اور انکے خلاف پر چلنے والا گمراہی جہنم میں جاویگا اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے لن تجتمع امتی علی ضلالۃ یعنی میری امت کبھی کسی گمراہی پر

متفق نہوگی وَیَدُ اللہِ عَلَی الجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ اور جہاں کسی امر میں مسلمانوں کا
باہم اختلاف ہو تو جسطرف کثرت ہو اُس راہ چلو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ رہتا ہے یعنی اللہ اُنکا
طرفدار ہوتا ہے پھر جو اُنسے الگ ہوتا ہے تو وہ اکیلا جہنم میں جاویگا اور بہت احادیث صحیحہ
اس امر میں وارد ہیں اور یہ خاص اسی اُمت کو شرف حاصل ہے اور وجہ بھی اسکی ظاہر ہے کہ ایک آدمی کی رائے
دوسرے کی رائے کے ملنے سے بہت قوی ہو جاتی ہے جسطرح بہت سے بال ملانیسے ایک قوی رسی
ہو جاتی ہے کہ توڑنیسے نہیں ٹوٹتی اگرچہ ایک ایک بال کو جدا جدا کرکے ہر کوئی توڑ سکتا ہے
اسیطرح ایک ایک شخص اگرچہ غلطی کرسکتا ہے لیکن جب بہت ہونگے تو ایک کی رائے دوسرے
کی رائے سے ملکر قوی ہو جاویگی اجماع کے اقسام اور اسباب وغیرہ اصول فقہ میں مفصل بیان ہیں،
اُنکے ذکر کی حاجت نہیں (**چہارم قیاس مجتہدین**) قیاس ایک چیز کا حکم دوسری چیز
کی مانند بسبب اشتراک علت کے ظاہر کردینے کو کہتے ہیں مثلاً تاڑی یا بھنگ یا افیم کو شراب کی طرح
بسبب نشہ کے کہ وہ دونوں میں مشترک ہے حرام کردیا پس قیاس حکم خفی کو ظاہر کردیتا ہے اور یہ
قیاس کبھی قرآن پر مبنی ہوتا ہے جیسا کہ شراب کو قرآن میں حرام کیا ہے اور اُسکی حرمت کی وجہ
نشا معلوم ہوئے پس جس جس چیز میں نشا دیکھا سب کو حرام قرار دیا اور کبھی سنت پر چنانچہ
حدیث شریف میں آیا ہے کہ گیہوں اور جو اور خرما اور نمک اور سونا اور چاندی کو دست بدست بدون
زیادتی کے فروخت کرنا چاہیے زیادتی سود ہے پس جو گیہوں سے فروخت کرے تو اُدھار نکرے نہ
زیادہ لے جس قدر اُسکے گیہوں ہوں خواہ اچھے ہوں خواہ بُرے اُتنے ہی لیوے پس ان چھ چیزوں پر
چونے قلعی وغیرہ اشیا ہیں کہ جہاں دونوں ایک جنس اور ایک قدر کے ہوں قیاس کیا اور حکم دیا
کہ یہاں بھی زیادتی سود ہے اور کبھی اجماع اُمت پر مبنی ہوتا ہے مثلاً تمام اُمت کا اسپر اجماع ہے
کہ جس لونڈی سے صحبت کرے اُسکی ماں سے صحبت کرنا حرام ہے پس اسپر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے

چہارم قیاس مجتہدین

قیاس کرلیا کہ جس سے زنا کیا ہو اُسکی ماں سے بھی صحبت کرنا حرام ہے پس جو امر علماء نے قیاس سے
ثابت کیا ہے وہ بھی ہمارے دین میں سند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے فَاعْتَبِرُوْا ۱؎
یَا اُولِی الْاَبْصَارِ یعنی اے نگاہ والو عبرت پکڑو کفار کے حال کو دیکھکر اور عبرت کہتے ہیں
کسی چیز کو اُسکے مثل کیطرف رد کرنیکو گویا کہ یوں فرمایا اُنکے حال پر اپنے حال کو قیاس کرو اور قیاس
عام ہے خواہ عذاب کا عذاب پر خواہ فروع شریعہ کا اُنکے اصول پر ہوا ابوداؤد اور ترمذی اور دارمی
نے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجنا چاہا
تو پوچھا کہ اے معاذ کیونکر فیصلہ کیا کریگا جب کوئی جھگڑا تیرے پاس آویگا عرض کیا کتاب اللہ سے
فیصلہ کرونگا حضرت نے فرمایا اگر وہ مسئلہ تجھے کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر کیا کریگا عرض کیا کہ سنت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرونگا فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملا تو کیا کریگا عرض کیا اپنی
رائے سے اجتہاد کرونگا اور بند نہونگا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
سینہ پر ہاتھ مارکر فرمایا کہ سب تعریفیں اُس اللہ کو ہیں کہ جسنے اپنے رسول کے رسول کو ایسی توفیق
دی کہ جس سے رسول اللہ خوش ہوگیا اور اسیطرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار صحابہ سے فرمایا تھا
کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھنا پس بعض صحابہ نے یہ سوچکر کہ آپکا مقصد جلدی ہے اپنے مکان
عصر پڑھی اور بعض نے اجتہاد نکیا بلکہ مطابق امر عالی کے وہاں جاکر نماز پڑھی لیکن
حضرت نے دونوں فریق کو اچھا کہا اسیطرح ترمذی اور امام محمد نے اپنے موطا میں اور ابن حبان نے
اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ اگر کوئی ذکر کو ہاتھ لگا دے آیا اُسکو
وضو کرنا لازم آتا ہے آپنے فرمایا کہ وہ بھی ایک عضو ہے منجملہ اعضاء کے پس یہ بھی قیاس ہے
کہ اپنے ذکر کے مس سے وضو نہ ٹوٹنے کو اعضاء کے مس پر قیاس فرمایا حاکم اور ترمذی نے روایت کیا ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حاکم فیصلہ اجتہاد سے کرے پس اگر رائے صواب پر ہے

۱؎ ذکر بینا نگاہ کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

تو اسکو دو اجر اور اگر خطا پر ہے تو ایک اجر ہے غرض اور بہت سے مضامین ایسے ہیں کہ جن سے قیاس
کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جمہور مسلمین سلف سے خلف تک سب اسکو حجت شرعی کہتے
آئے ہیں پس اہل اسلام کا اسکے دلیل شرعی ہونے پر اجماع ہوگیا ہے بخلاف چند مخالفین کے
اور کیونکر قیاس حجت شرعی نہوگا حالانکہ وہ کسی حکم شرعی کو کہ وہ حکم ہر ایک کو معلوم نہ تھا
ظاہر کردیتا ہے نہ کہ قیاس کسی چیز کو اپنی طرف سے ثابت کرتا ہے **ف** جو عالم کہ احادیث اور
قرآن کو خوب سمجھتا اور جانتا ہو قوی و ضعیف ناسخ و منسوخ وغیرہ سب اقسام پہچانتا ہو اور باوجود
اسکے مجمع علیہ و مختلف فیہ مسائل پر مطلع ہو پس اگر اسکو قیاس کی قدرت ہو وہ **مجتہد**
ہے قیاس اور مجتہد کے دیگر شروط اصول فقہ میں مذکور ہیں ہر چند کہ مجتہد بہت سے گزرے ہیں لیکن
ان سب میں یہ چار شخص بڑے نامی اور سب سے عمدہ اور فضل اور مقبول ہیں **اول امام ابو حنیفہ**
بن ثابت کوفی انکے زمانہ میں بعض اصحاب رسول بھی موجود تھے انکے شاگردوں میں امام ابو یوسف
اور امام محمد اور امام زفر بھی مجتہد تھے **دوم امام مالک** بن انس مدینہ کے رہنے والے **سوم**
امام ادریس شافعی۔ چہارم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان بزرگان دین
نے قرآن اور احادیث سے مسائل کو نکالکر لوگوں کی آسانی کو الگ جمع کردیا اور اسکا
نام فقہ رکھا ہے پس جس مسئلہ جزئیہ میں انکا باہم اختلاف ہے وہاں ابو حنیفہ کے پیرو کو
حنفی اور مالک کے مقلدوں کو مالکی اور شافعی کے ماننے والوں کو شافعی اور احمد بن حنبل کے
تابعداروں کو حنبلی کہتے ہیں اور ان مسائل میں انکی پیروی کا نام **تقلید** ہے اور تقلید ضروری
ہے کیونکہ ہر ایک کو قرآن مجید اور احادیث سے مسائل کا نکالنا بہت دشوار ہے سوا
مجتہد کے اور کسیکا کام نہیں ہے کیونکہ قرآن میں بعض آیات ناسخ اور بعض منسوخ ہیں اور
انمیں بعض مجمل بعض مفسر اور کوئی محکم اور کوئی متشابہ ہے پھر کوئی لفظ عام اور کوئی خاص

اور کوئی مشترک اور کوئی مأول ہے الغرض جسقدر اقسام اصول فقہ میں مذکور ہیں وہ سب
قرآن میں ہیں پھر باعتبار ثبوت کے بھی احادیث کی بہت سی اقسام ہیں اور بعد ثبوت کے پھر
یہ سب اقسام کتاب اللہ کے وہاں بھی موجود ہیں غرض اور بہت سی چیزیں ہیں کہ مسائل
نکالنے والیکو انکا جاننا ضروری ہے پس ان سب باتوں کی تحقیق خاص مجتہد ہی کا کام
ہے گو ظاہر احکام کو اور لوگ بھی جان لیتے ہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ قرآن و احادیث کی جزئیات
پر عمل کرنا ہر مسلمان پر ضرور ہے اور عمل کرنا کسی چیز پر اسکی تفصیل سے جان لینے پر موقوف
ہے اور تفصیل سے جاننا ان جزئیات کا مجتہد کے اجتہاد پر موقوف ہے جیسا کہ ابھی انکا ذکر
ہوا تھا پس قرآن و احادیث کی جزئیات پر عمل کرنا مجتہد کے اجتہاد پر موقوف ہے تو مجتہد کا
اتباع مقتضاءً اسطرح واجب ہے جسطرح اس مسلمان کو کہ جو فرائض نہ جانتا ہو کسی عالم کے قول کا
ماننا کہ جو اسے فرائض بتلاوے مقتضاً فرض ہے **دلیل دوسری** اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے
وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ کہ قرآن ہر شے کی تفصیل ہے کہ اسمیں سب احکام مندرج ہیں اور دوسری
جگہ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ہے یعنی قرآن ہر چیز کا بیان واضح ہے پس ان آیات سے معلوم ہوا
کہ قرآن مجید میں ہر مسائل جزئیہ موجود ہیں لیکن ہر شخص کو معلوم نہیں کیونکہ صدہا مسائل
بیع و شراء کے سوائے کتب فقہ کے اور کہیں نہیں ملتے پس ظاہر ہوا کہ ان مسائل کے اصول قرآن
میں موجود ہیں مجتہد لوگ انپر قیاس کرکے فروعات نکالتے ہیں پس قرآن کے فروعات پر
عمل کرنا مجتہد کی تقلید پر موقوف ٹھیرا اور یہ عمل فروعات پر واجب بلکہ فرض ہے اور جس پر واجب
یا فرض موقوف ہو بضرورت وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے مثلاً نماز فرض ہے اور یہ موقوف
ہے طہارت پر پس پانیکا تلاش کرنا مصلے پر واجب ہے گو قرآن میں اسکو واجب نفرمایا ہو اسلیے
اللہ تعالی فرماتا ہے فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ یعنی اگر تمکو کوئی مسئلہ معلوم نہو

تو مجتہدین سے دریافت کرلو کہ وہ اہل ذکر ہیں کیونکہ باتفاق علما اہل ذکر سے اس آیت میں اہل علم
مراد ہیں اور وہ ائمہ مجتہدین ہیں قال تعالیٰ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ
مِنْکُمْ[1] یعنے اللہ کی تابعداری کرو کہ کتاب اللہ پر عمل کرو اور رسول کی تابعداری کرو کہ سنت
رسول پر چلو اور اولی الامر کا کہا مانو یعنی مجتہدین کی اطاعت کرو کہ وہ اللہ اور رسول کا
طریقہ اور وہ مسائل خفیہ جو تمہیں معلوم نہیں ہیں بتلاتے ہیں پس گویا انکی اطاعت کرنا عین
اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرنا ہے دوم اگر ہر شخص ان مسائل میں اپنی رائے کو دخل دیا
کرے تو ایک فساد عظیم دین میں واقع ہو جاوے[2] صحابہ آنحضرت سے پوچھ لیا کرتے تھے اور تابعین صحابہ سے
دریافت کر لیا کرتے تھے پھر بعد میں جب نئے نئے واقعات پیش آئے اور قرون ثلثہ ہو چکے اور
فتنہ و فساد دین میں شروع ہوا تب ان بزرگان دین نے قرآن و حدیث میں تتبع کرکے فقہ کو مرتب کیا
اور مسائل جزئیہ کو اپنے موقع پر لکھدیا سو اُس زمانہ سے ابتک تمام اُمت مسائل جزئیہ میں انہیں
چاروں کی مقلد ہے پس اب جو کوئی نئی راہ نکالے تو وہ سواد اعظم کو چھوڑتا ہے اور جماعت سے
جدا ہوتا ہے اور جماعت سے جدا ہونیوالے کو حضرت نے گمراہ اور جہنمی فرمایا ہے افسوس ہے کہ بعض صاحب
آج کل عام کو فتنہ میں ڈال رہے ہیں اور مجتہدین خصوصاً جناب امام ابوحنیفہ پر طعن کرتے ہیں

[1] واضح ہو کہ اولی الامر سے مراد یہاں مجتہد ہیں کیونکہ اول فرمایا اللہ کی اطاعت پھر رسول کی اطاعت پس اگر سب کی ایک ہی چیز مراد ہوتی تو ایک ہی کا ذکر کافی تھا اور یہاں تین کا جدا جدا ذکر کیا سو معلوم ہوا کہ اللہ کی اطاعت سے کتاب اللہ کا ماننا مراد ہے اور رسول کی اطاعت سے سنت رسول کی اطاعت اور تیسرے یہ کہ جہاں کتاب اللہ میں اسکی صراحت نہو اور بعد اسکے اگر سنت رسول سے بھی کوئی بات معلوم نہو تو وہاں مجتہد کے قول کی اطاعت کرو چنانچہ حدیث معاذ کی بھی صاف اس مطلب پر دلالت کرتی ہے اور دوسرے صاحب علم کے ہاں اول اللہ ہے پھر رسول پھر رسول کا نائب جسکو کمال عملی و علمی بھی حاصل ہو سو یہ مرتبہ مجتہد کا ہی ہے اور کامل اولی الامر یہی ہے ۱۲ [2] اگر کوئی شبہ کرے کہ بیان سابق سے وجوب مطلق تقلید کا ثابت ہوتا ہے نہ شخصی جب ہوتا کہ ہر شخص ائمہ اربعہ سے جمیع مسائل میں ایک امام کا بالخصوص مقلد ہوا کرے اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو تلفیق کہتے ہیں اور وہ بالاجماع منع ہے اور اسکے منع ہونے پر بہت سی ادلہ قائم کیجیے ہیں اس مختصر میں انکے ذکر کی گنجایش نہیں ہے ۱۲ منہ

کہ اُنکے اقوال احادیث کے مخالف اور بے سند ہیں حالانکہ یہ طعن بالکل غلط ہے کسلیے کہ اُنکی کوئی
بات اور کوئی قول مخالف اور بے سند کے نہیں ہاں اگر وہ سند تمہیں نہ ملے تو تمہارا قصور ہے اُنکے
اجتہاد کی قبولیت کی یہ بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس سے زیادہ سے آجتک تمام مسلمانوں میں
اُسکو جاری کیا اگر یہ تقلید گمراہی ہوتی تو نعوذ باللہ تمام اُمت گمراہ شمار کیجاتی پہر اس اُمت کا خیر ہونا
اور جسقدر فضائل قرآن احادیث میں وارد ہیں سب غلط ہو جاتے **ف** فقہا رکے سات طبقے ہیں
اول طبقہ میں مجتہد مطلق ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جو قواعد و اصول مقرر کرکے بدون کسیکی
تقلید کیے ادلۂ اربعہ سے استنباط احکام اور فروع کرتے ہیں مثل امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور
احمدؒ کے **دوم طبقہ** میں مجتہد مطلق منتسب ہیں جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر کہ
امام ابو حنیفہ کیطرف منسوب ہیں حنفیوں میں سے اور ابن الصلاح و ابن دقیق العید و تقی الدین سبکی
و تاج الدین سبکی و سراج البلقینی و ابن زملکانی کے شافعیوں میں سے اور مثل ابن عبد البر و ابی بکر بن العربی
کے مالکیوں میں سے اور حنبلیوں میں سے اس طبقہ میں کوئی نہیں گزرا ایسے لوگ اپنی قوت سے اجتہاد کرکے
مسائل نکال لیتے ہیں اور فروع اور اصول میں کسیکے مقلد نہیں ہیں مگر اپنے اجتہاد میں اپنے امام کا طریقہ
مرعی رکھتے ہیں اسلیے اُنکی طرف منسوب ہیں **سوم طبقہ** میں مجتہد فی المذہب ہیں کہ جہاں اُنکو
اُنکے امام کے فقہ میں کوئی مسئلہ صراحتاً نہ ملا تو انہوں نے اپنے امام کے قواعد کلیہ سے اُسکو اجتہاد کرکے
ثابت کر لیا مگر یہ لوگ اکثر اپنے امام کے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے مثل طحاوی و کرخی
و سرخسی و خصاف و حلوائی کے **طبقہ چہارم** میں اصحاب التخریج ہیں کہ وہ اجتہاد پر ہرگز قادر نہیں
مگر وہ لوگ اس سبب سے کہ اُنکو فروع و اصول میں کمال نظر ہوتی ہے کسی حکم مجمل کے کہ دو ابو حنیفہ

لہ بعض علما نے طبقہ مجتہد فی المسائل کو طبقہ مجتہد فی المذہب سے جدا گنا ہے اور مجتہد فی المسائل امام طحاوی و
کرخی و سرخسی و خصاف و حلوائی کو کہا ہے اور مجتہد فی المذہب امام ابو یوسف و محمد اور زفر کو قرار دیا ہے
مگر صحیح یہی ہے کہ مجتہد فی المسائل و مجتہد فی المذہب ایک ہی طبقہ میں داخل ہیں کما لا یخفی ۱۲ منہ

یا اُنکے شاگردوں سے منقول ہو یا کسی قول مبہم کہ جسکے دو معنی ہو سکتے ہوں تفصیل اور تاویل کر سکتے ہیں
اور اس طبقہ میں قاضی خان اور ابی بکر رازی وغیرہ ہیں بلکہ میرے نزدیک صاحب ہدایہ بھی اسی
طبقہ میں داخل ہے **پنجم طبقہ** میں اصحاب الترجیح ہیں یہ لوگ نہ اجتہاد کی طاقت رکھتے ہیں نہ تخریج
کر سکتے ہیں لیکن قوی اور ضعیف میں تمیز کرکے قوی کو ضعیف پر ترجیح دیسکتے ہیں مانند ابی الحسین احمد
قدوری کے **ششم طبقہ** میں وہ ہیں کہ فقط اتنی تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ روایت قوی مفتی بہ ہے
یا نہیں یا یہ مسئلہ ظاہر الروایۃ کا ہے یا روایت نوادر کا مانند شمس الائمہ محمد کردری اور جمال الدین
حصیری اور صاحب کنز اور صاحب المختار وغیرہ مصنفین متنوں کے **ہفتم طبقہ** میں وہ مقلد لوگ
ہیں کہ جنکو اسقدر بھی طاقت نہیں اور حقیقت میں یہ لوگ فقہا میں داخل نہیں جب فقہا کے طبقات
معلوم ہوئے تو اب انکی تصنیفات کے طبقات بھی معلوم کرنے چاہییں **ف** واضح ہو کہ یہ کتاب
اردو زبان میں خاص ہند کے مسلمانوں کے لیے تحریر کی گئی ہے اور اہل ہند اکثر بلکہ کل حنفی ہیں لہذا
مسائل حنفیہ کے طبقات کو بیان کرتا ہوں پس مسائل حنفیہ[1] کے **تین طبقے** ہیں **اول طبقہ**
میں وہ مسائل ہیں کہ جو ظاہر الروایت سے ثابت ہیں اور ظاہر الروایۃ امام محمد صاحب کی ان چھ
کتابوں کو کہتے ہیں مبسوط زیادات جامع صغیر جامع کبیر سیر صغیر سیر کبیر ان چھ کتابوں میں
امام محمد صاحب نے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور اپنے متفق علیہ اور مختلف فیہ سب مسائل لکھدیے ہیں
اور ان کتابوں کو ظاہر الروایۃ اسلیے کہتے ہیں کہ یہ مصنف سے بروایت متواتر یا مشہور کہ جو ظاہر ہے
ثابت ہوئی ہیں **طبقہ دوم** میں وہ مسائل ہیں کہ جو ائمہ مجتہدین سے سوائے ظاہر الروایۃ کے اور کتابوں
سے ثابت ہیں مثل محیط اور رقیات یعنی وہ مسائل کہ جو امام محمد نے شہر رقہ میں جمع کیے تھے اور کیسانیات
یعنی وہ مسائل کہ جو امام محمد نے ابن عمرو سلیمان بن شعیب کیسانی کو لکھوا دیے تھے اور ہارونیات جو ہارون رشید کے

---

[1] جو امام ابوحنیفہ اور انکے شاگردوں نے ادلہ اربعہ یعنے قرآن و حدیث و اجماع
و قیاس سے ثابت کیے ہیں ۱۲ منہ

عہد میں جمع کیے تھے اور کتب امالی کہ جو امام ابو یوسف سے منقول ہیں غیر ذالک اور انکو نوادر کہتے ہیں
طبقہ سوم میں وہ مسائل ہیں کہ متاخرین مشائخ نے اصول حنفیہ کے موافق حسب ضرورت اپنا
اجتہاد کرکے ثابت کیے ہیں اور انکو فتاوی اور واقعات بھی کہتے ہیں اور اس طبقہ میں اول
کتاب نوازل فقیہ ابو اللیث سمرقندی رح نے جو بڑے محقق و کامل تھے تصنیف کی پھر بعد انکے
اور بہت سی کتابیں اسمیں تصنیف ہوئیں مثل مجموع النوازل والواقعات للناطفی و صدر الشہید
کی پھر متاخرین نے طبقہ اولی و ثانیہ و ثالثہ کے مسائل کو مخلوط کرکے انکو باہم جمع کردیا جیسا
کہ فتاوی قاضی خان وغیرہ میں ہے اور بسبب اس خلط کے بعض متعصب لوگوں کو امام ابو حنیفہ اور امام محمد اور
ابو یوسف رح پر اعتراض کا موقع ہاتھ آیا کسلیے کہ ان فتاووں میں ایسے بھی بعض مسائل ہیں جو احادیث
صحیحہ کے مخالف ہیں یا وہ اصول شرعیہ پر مبنی نہیں ہیں پس وہ ائمہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ انکو علم
حدیث میں دخل نہ تھا لیکن یہ اعتراض بیجا ہے کیونکہ ائمہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ جو اصل شرعی
سے ثابت نہو کسلیے کہ انکے زمانہ میں چند صحابہ اور ہزارہا تابعین جلیل القدر موجود تھے اور انکو
شب و روز اسکی تلاش تھی اور شہر کوفہ دار العلم بھی تھا پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ باوجود ان امور کے
انکو حدیث صحیح نہ ملی اور کئی قرن بعد والوں کو ملی اور جن کتابوں میں انکے مسائل کی ادلہ مذکور ہیں متعصب کو
لازم ہے کہ وہاں دیکھے کوئی مسئلہ بے دلیل شرعی نپاویگا پس اگر احادیث صحیحہ کے مخالف یا
بے اصل شرعی ہیں تو متاخرین کی بعض تفریعات ہیں کہ جو انہوں نے ائمہ کے اصول سے مستنبط کرکے
فتاووں میں درج کردیے ہیں اور اسمیں بھی وہ معذور بلکہ ماجور ہیں کیونکہ انکی نیت بخیر تھی لہذا
مفتی محقق کو واجب ہے کہ تحقیق کرکے فتوی دیوے اور اسکی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
کا یہ قول عقد الجید میں ہے کہ مسائل مفتی بہا چار قسم پر ہیں ایک وہ کہ ظاہر الروایۃ میں ثابت ہیں انکا حکم
یہ ہے کہ قبول کیجاویں دوسری قسم روایت شاذہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد و ابو یوسف سے

تو اُسکا حکم یہ ہے کہ اگر اصول کے موافق ہے تو قبول کیے جاویں اور نہیں تیسری قسم متاخرین کی تخریج ہے
کہ اُسپر جمہور متفق نہیں ہیں پس اُنکو اصول اور کلام سلف کے نظایر سے مطابق کیا جاوے اگر مطابق ہوں
تو خیر ورنہ اُنکو ترک کیا جاوے انتہے کلامہ البتہ یہ بہی زیادتی ہے کہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں تخریجات
فتاوی یہ خواہ صحیح ہوں یا نہوں عمل کیا جاوے اور احادیث صحیحہ پر عمل کرنا مذموم سمجہا جاوے اصل
مقصود اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت ہے اور ائمہ کبار کی تقلید بہی اسی وجہ سے واجب ہے کہ وہ
اللہ اور اُسکے رسول کے قول کے شارح ہیں کچہ زید و بکر کی اطاعت فرض نہیں ہے الٰہی افراط و تفریط سے
بچاوے **ف** متاخرین کے نزدیک یہ کتابیں بہت معتمد ہیں **وقایہ مختصر القدوری کنز الدقایق**
اور بعض کے نزدیک چار کتابیں معتبر ہیں **وقایہ کنز الدقایق مختار مجمع البحرین**
پس جب ان کتابوں کے مسائل اور کتب سے کہیں مخالف ہوں تو انپر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ انکے
مصنفین اعلے درجہ کے تہے باوجود اسکے انہوں نے بالتزام ان کتابوں میں فقط ظاہر الروایۃ کے
مسائل درج کیے ہیں اور سوائے ان کتابوں کے اور بہی بہت سی فقہ کی کتابیں متون اور شروح اور
فتاوے سے معتبر ہیں کہ اُنکے نام کی یہاں گنجایش نہیں مثل **شرح وقایہ ہدایہ و فتح القدیر**
و بحر و فتاوی قاضی خان و **فتاوی ظہریہ و درر و تنویر الابصار و شرحہ**
در مختار و اشباہ و نظائر وغیر ذلک من تصانیف المتاخرین والمتقدمین لیکن کتب فقہ کے
اعتبار کیواسطے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس کتاب میں مسائل ظاہر الروایۃ کے ہوں اور مصنف اُسکا مشہور
و مقبول ہو وہ کتاب فقہ میں اعلے طبقہ میں ہے اور جس میں یہ صفت نہیں وہ ادنی میں ہے اور ان
دونوں میں بہت سے مراتب ہیں اور انہیں اعتبارات سے یہ کتابیں غیر معتبر ہیں **قنیہ محیط برہانی سراج**
وہاج شرح مختصر القدوری **مشتمل الاحکام** لفخر الدین رومی **کنز العباد** علی بن احمد
غوری کی تصنیف ملا علی قاری نے طبقات حنفیہ میں لکہا ہے کہ اس شخص کی ایک کتاب

سفید المستفید ہے کہ جسمیں مکروہات مذہب بھر دیے ہیں اور ایک کنز العباد ہے کہ جسمیں بہت سی واہیات
احادیث کہ جنکی کہیں سند نہیں بھری ہوئی ہے مطالب المومنین شیخ بدرالدین تاجر بن عبدالرحیم لاہوری کی تصنیف خزانۃ الروایات
قاضی جاکن حنفی ہندی ساکن قصبہ کن کی تصنیف ورکن ملک گجرات میں ہے شرعۃ الاسلام محمد بن ابی بکر
جوغی کی تصنیف جوغ سمرقند کے قریب ایک گاؤں ہے فتاوی الصوفیہ فضل اللہ محمد بن ایوب کی
تصنیف فتاوی الطوری فتاوی ابن نجیم فتاوی برہنہ کذا فی کتب الطبقات
ماسوا انکے اور بہت سی کتابیں غیر معتبر ہیں ذرا سمجھکر فتوی دینا چاہیے جسکو زیادہ تحقیق منظور ہو وہ
اس فن کی بڑی کتابوں میں دیکھے (**مجتہد سے اجتہاد میں کبھی خطا بھی ہو جاتی
ہے**) یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے لیکن مختصر یوں ہے کہ بعض علماء کے نزدیک مجتہد کی رائے میں
کبھی غلطی نہیں ہوتی کیونکہ انکے نزدیک ہاں ہی حکم منجانب اللہ ہے کہ جسطرف مجتہد کی رائے گئی
اور کوئی حکم مقرر نہ تھا کہ جسکی مخالفت سے خطا اور موافقت سے صواب پر کہا جاوے لیکن تحقیق
یہ ہے کہ مجتہد کی رائے میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے بہت سی احادیث اس مضمون کی وارد ہیں
کہ جنمیں صاف ہے کہ اگر مجتہد خطا کرے تو ایک اجر اور اگر صواب کو پہنچے تو دو اجر جسکو ہم چنانچہ پہلے
ذکر اسکا گذرا ہے دوم جو چیز قیاس سے ثابت ہوا کرتی ہے تو گویا وہ نص سے ثابت ہوتی ہے
کیونکہ قیاس مظہر ہے نہ مثبت اور نص سے ایک ہی چیز ثابت ہوتی ہے پس جہاں دو مجتہدوں کا اختلاف
ہوگا تو لا محالہ ایک غلطی پر ہوگا ورنہ دو چیز کا ایک نص سے ثابت ہونا لازم آویگا تیسرے موضع اختلاف
میں اگر ہر مجتہد کی رائے صائب ہو تو واقع میں ایک چیز کا واجب اور غیر واجب ہونا ثابت ہو جاوے
کذا قیل **فا** **ف** جس جگہ مجتہد کی غلطی معلوم ہو جاوے پھر وہاں تقلید اسکے قول کی نکرنی چاہیے
لیکن مجتہد کی غلطی کا ثابت کرنا بڑے عالم کا کام ہے اور اسکے لیے بہت سے علوم درکار ہیں یہ کہ
اپنی رائے ناقص سے ہر کس و ناکس کسیکے قول یا کسی حدیث ضعیف یا اول کے اعتماد پر غلطی مجتہد کی

ثابت کرے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگوں میں یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ نفس مطلب حدیث کا بھی خوب
نہیں سمجھ سکتے اور تحقیقات تو در کنار پھر مجتہدوں پر طعن کرتے ہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا ؎
(**اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات توقیفی ہیں**) یعنی شرع پر موقوف ہیں پس جس قدر نام
اور صفات اسکے شرع سے ثابت ہیں اسیقدر پر اکتفا کرنا چاہیے اپنی طرف سے نہ کوئی نام اسکے
کہنا چاہیے نہ کوئی صفت اسکے لیے ثابت کرنی چاہیے کس لیے کہ اللہ تعالیٰ نہ کسی شے کی مثل ہے
نہ کوئی چیز اسکے ساتھ مشابہت رکھتی ہے کہ اسکو اسپر قیاس کر کے اسکے لیے کوئی صفت
ثابت کریں قال تعالیٰ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ یعنی سوا
انبیاء علیہم السلام وصف کرنے کے کہ وہ عباد مخلصین ہیں اور سب کے اوصاف بیان کرنے سے پاک
ہے پس سوائے انبیاء کے اور لوگوں کا اسکے لیے صفات ثابت کرنا عند اللہ ناپسند ہے جب
صفات کا یہ حال ہے تو جن اسمار سے صفات مفہوم ہوتے ہیں اور وہ شرع میں نہیں آئے ہیں
تو انکا اطلاق بھی اسپر نا جائز ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ
الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اور واسطے
اللہ کے ہیں نیک نام اچھے پس پکارو اسکو ساتھ انہیں کے اور چھوڑ دو انکو جو کجراہی کرتے ہیں اسکے
ناموں میں البتہ وہ لوگ بدلا پاویں گے اپنے کیے کا ہاں اسمار ذاتیہ کا اطلاق بشرطیکہ وہ کفار کے
ہاں مستعمل نہوں کچھ مضائقہ نہیں ف اللہ تعالیٰ کے نام شرع سے بہت ثابت ہیں لیکن ننانوے
نام اس سبب سے مشہور ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ جو کوئی انکو حفظ کریگا اللہ تعالیٰ
اسکو جنت میں داخل کریگا **فصل (اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک قسم کا نام**
فرشتہ ہے) قرآن و احادیث بلکہ کتب سابقہ بھی فرشتوں کے ذکر سے پر ہیں اور اہل نقل

۵ پس جس قدر نام اللہ تعالیٰ کے شرع میں ثابت ہوئے ہیں انہیں سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا چاہیے اپنی طرف سے اسکے لیے اور نام مقرر کرنا نہ چاہیے مثلاً شافی کہنا اسکے لیے درست ہے اب اسپر قیاس کر کے اسکو طبیب کہنا نادرست ہے کیونکہ نام اسکا شرع میں نہیں آیا ۱۲ منہ

اور عقل میں سے کوئی ملائکہ کا انکار ہی نہیں کرتا ہے لہذا دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ ف فرشتہ کی
حقیقت میں اختلاف ہے جمہور اہل اسلام کے نزدیک فرشتہ جسم لطیف ہے جو ہر صورت میں آسکتا ہے
اور افعال قویہ اپنی شان کے موافق کر سکتا ہے۔ حکمار کے نزدیک جوہر مجرد ہے کہ مادیات سے تعلق
ایجاد متعلق ہوتا ہے (نہ وہ مرد ہیں نہ عورت۔ کھانے پینے سے اور جو چیزیں
کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہیں سب سے پاک ہیں) پس سونا اور پیشاب پاخانہ و
شہوت وغیرہا چیزوں سے دور ہیں بلکہ صفات بشریہ سے جیسا کہ غضب اور حسد اور تبغض و تکبر اور حرص
اور ظلم ہی سب سے بچے ہیں اور نہ وہ کسیکی اولاد ہیں نہ آگے انکے کوئی اولاد ہے (ہر وقت اللہ کی
عبادت میں مصروف رہتے ہیں) بلکہ انکی زندگی بھی یہی ہے پس کسیوقت غافل نہیں ہوتے
ہیں کما قال اللہ تعالے يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ یعنی رات دن اللہ کی تسبیح
کرتے ہیں اور تھکتے نہیں (کسی کام میں اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جس چیز کا حکم
ہوتا ہے فوراً بجا لاتے ہیں) قال تعالے لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ
یعنے اللہ تعالے کی کسی امر میں نافرمانی نہیں کرتے اور جس چیز کا انکو حکم ہوتا ہے اسکو کرتے ہیں پس سب ملائکہ
کبیرہ صغیرہ گناہ سے پاک ہیں ابلیس جو کافر ہوگیا اور اسنے اللہ کی نافرمانی کی تو یہ حقیقت میں فرشتہ نہ تھا
بلکہ اصل میں جن تھا کثرت عبادت کے سبب فرشتوں میں ملا رہا کرتا تھا کما قال تعالے كَانَ مِنَ الْجِنِّ
فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ یعنی قوم جن میں سے تھا آخر نافرمان ہوا حکم الٰہی سے بسبب آدم علیہ السلام کو
سجدہ نکرنے کے اور ہاروت و ماروت صحیح یہی ہے کہ دو فرشتے تھے اللہ کو اس قوم کی آزمائش منظور تھی
انکو بھیجا اور اس قوم کو جادو سے نہایت شوق تھا پس جو شخص انسے جادو سیکھنے کو آتا تھا اول
اسسے یہ کہدیتے تھے إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ کہ ہم آزمائش کو خدا کیطرف سے آئے ہیں جادو سیکھکر
کافر نہو پس جسکو اللہ ثابت رکھتا وہ نہ سیکھتا ورنہ سیکھکر کافر ہوتا اور غضب الٰہی میں شامل ہو جاتا پس وہ

حکم الٰہی سے سحر کی تعلیم کرتے تھے پس اُنکا گناہ نہیں سبب جو ملک الموت کو خونی کہے اور گنہگار
ٹھہراوے وہ اُنکو بھی کچھ کہے ورنہ جسطرح وہ حکم الٰہی سے جان نکالتا ہے یہ بھی اسیطرح تعلیم سحر کرتے
تھے اب رہا چاہ بابل میں اُنکا معذب ہونا سو اول تو یہ کسی نص قرآنی سے ثابت نہیں اور نہ کسی
اور سند صحیح سے ثابت ہوا اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو ممکن ہے کہ جسطرح انبیاء علیہم السلام کو کسی لغزش
پر توبیخ ہوتی ہے اسیطرح اُنکو بھی ہوا اور بعض تو کہتے ہیں کہ وہ آدمی ہیں کسی خاصیت سے
اُنکو ملک کہتے ہیں اور اسکی تائید کرتی ہے وہ قرأت کہ جسمیں ملکین کو بالکسر پڑہا ہے اور زہرہ کا قصہ
جو نقل کرتے ہیں وہ بے اصل ہے اُسکے راوی اکثر ضعیف ہیں اور اگر اُسکو تسلیم کر لیویں تب بھی کچھ نقص
نہیں کیونکہ جب فرشتے نے زنا کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسکی ماہیت بدل دی فرشتہ نہ رہا بلکہ
بشر ہو گیا کسلیے کہ فرشتے سے یہ امر ناممکن ہے کیونکہ جو چیزیں کہاتے پیتے نہیں اُن سے یہ حرکت نہیں ہو سکتی
اور پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ فرشتے کہاتے پیتے کچھ نہیں پس جب اُس قدر پتے انکو بسبب طعن کرنیکے
بشر پر اور دعوی کرنے اس امر کے کہ اگر ہم بشر ہوویں تو ہم ہرگز ایسے ایسے افعال بد نکریں انکو
ملک سے بشر بنا دیا ہو تو بشر سے گناہ ہونا ممکن ہے پس فرشتے سے گناہ نہوا بلکہ بشر سے صادر ہوا
کیونکہ اب وہ فرشتے نہ رہے بلکہ بشر بنگئے ہاں باعتبار سابق کے انکو فرشتہ کہہ سکتے ہیں نہ حقیقت میں
وہ بشر ہیں (وہ بہت سے ہیں پس جس جس کام پر اللہ تعالیٰ نے انکو مقرر کر دیا ہے
اُسکو کرتے ہیں) تعداد ملائکہ کی اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن اس کثرت سے ہیں کہ کوئی چیز آسمان
زمین کی اُنسے خالی نہیں سب بعض کو اللہ تعالیٰ نے ابر سے متعلق کر رکہا ہے اور بعض کو ہوا سے اور بعض
روزی پہنچانے پر مقرر ہیں اور بعض جان قبض کرنے پر مقرر ہیں بعض آدمی کے اعمال لکہنے پر مقرر ہیں
کما قال تعالیٰ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحَافِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ یعنی تمپر بزرگ محافظ
چھوڑ رکہے ہیں کہ وہ تمہارے اعمال لکہتے ہیں اور جو جو تم کرتے ہو وہ اسکو جانتے ہیں اور بعض آدمی کو

بلیات سے محافظت کرنے پر مقرر ہیں کما قال تعالٰی یَحْفَظُونَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ یعنی انسان کی امر الٰہی سے محافظت کرتے ہیں اور بعض عرش الٰہی کے گرد تسبیح و تہلیل کرنے پر مقرر ہیں اور بعض عرش کے اٹھانیوالے ہیں قال تعالٰی اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ یعنی جو فرشتے عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو اسکے گرد ہیں اللہ کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرتے ہیں اور بعض صور پھونکنے پر مقرر ہیں اور بعض قبر میں مردہ سے سوال کرنے پر مقرر ہیں اور بعض دوزخ میں عذاب کرنے پر اور بعض جنت میں مومنین کے کاروبار پر مقرر ہیں الغرض ہر ہر جزء عالم دنیا و آخرت کے ساتھ فرشتے مقرر اور موکل ہیں اور اس آیت سے انکے لیے بازو بھی معلوم ہوتے ہیں اُولِیْ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ یعنی اللہ کے فرشتے ہیں بازوؤں والے کسیکے دو دو اور کسیکے تین تین اور کسیکے چار چار بازو ہیں اور اللہ اپنی مخلوق میں جسقدر چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو چھ سو بازو سے دیکھا،

(لیکن ان سب میں یہ چار فرشتے سب سے افضل مقرب ہیں جبرئیل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام) سب سے افضل ہونا انکا حدیث سے ثابت ہے اور جمہور مسلمانوں کا اسپر اتفاق ہے اور ماسوا انکے اور بھی بہت سے ملائکہ اللہ کے نزدیک بڑے مقرب ہیں **ف** جبرئیل انبیاء علیہم السلام پر وحی لایا کرتے تھے اور میکائیل حکم الٰہی سے خلق کو روزی پہنچاتے ہیں اور مینہ کا سامان کرتے پر موکل ہیں اور اسرافیل قیامت کو صور پھونکینگے اور عزرائیل عالم کی ارواح قبض کرنے پر مقرر ہیں واللہ اعلم

فصل (بحث اول) (شروع میں بیان ہے کہ جو چیز نبی کی طرف سے بندوں کے پاس لائے اسکو دل سے سچ جانے اور زبان سے اقرار کرے) مجملاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع امور میں کہ وہ انکو اللہ کیطرف سے لائے ہیں اور قطعی الثبوت ہیں دل سے

لہ اہل اسلام کے نزدیک بازو ہونا کچھ خلاف نہیں کیونکہ فرشتوں کیلیے جسم ثابت ہے اور مجسم چیز کے لیے بازو ہونا کچھ بعید نہیں ہاں جو ملائکہ کو جوہر مجرد کہتے ہیں انکو تاویل کرنی پڑیگی ۱۲ منہ

نما

فصل [illegible]

تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا ایمان اجمالی ہے اسکا رتبہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں پس جو مجملاً
یہ کہکے مریگا تو مومن شمار کیا جاویگا اور ایمان اجمالی میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تصدق دل سے کہنا کافی ہے پس جسنے یہ کہا مومن ہوا اور
ایمان تفصیلی یہ ہے کہ جس قدر دین کی چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یقیناً ثابت ہیں تفصیل سے
ایک ایک کو سچ جانے اور انکے حق ہونیکا اقرار کرے اور اگر انمیں سے ایک کا بھی انکار کریگا قطعی کافر
ہوگا اور کفار کی مانند ابد الآباد جہنم میں رہیگا نعوذ باللہ منہ جو چیزیں قرآن کی ظاہر عبارت سے
ثابت ہیں اور جو خبر متواتر سے ثابت ہیں انکا ثبوت یقینی ہے چنانچہ اسکی تفصیل پہلے ہم بیان
کر چکے ہیں وہاں دیکھ لینا چاہیے پس وہ یقینی الثبوت چیزیں کہ جن پر ایمان تفصیلی میں ایک ایک
پر تفصیل سے ایمان لانا واجب ہے بہت ہیں لیکن انمیں سے ان پانچ چیزوں کی زیادہ تاکید ہے اول
اللہ تعالےٰ پر ایمان لاوے اسکو اسکے جمیع صفات حسنہ سے موصوف اور بری صفتوں سے پاک سمجھے دوسرے
فرشتوں کو حق سمجھے تیسرے تمام انبیا علیہم السلام کو چوتھے کتابوں کو جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسولوں پر خلق
کی ہدایت کیلیے نازل کیں تھیں پانچویں کہ مرنیکے بعد زندہ ہونے اور قیامت کے آنیکو حق سمجھے سو
قرآن مجید میں ان چیزوں پر ایمان لانیکی بہت تاکید ہے اور جا بجا انکا ذکر ہے ازانجملہ یہ آیت ہے
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ
اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ
ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ اے مومنو ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اتاری گئی ہے
اسکے رسول پر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) اور اس کتاب پر جو اس کتاب سے پہلے اتاری گئی (توراۃ
انجیل وغیرہ) اور جو انکار کرے اللہ کا اور اسکے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اور اسکے رسولوں کا اور قیامت
کے دن کا پس تحقیق وہ گمراہ ہوا گمراہی دور کے اسی سبب عقائد میں ان چیزوں کے اثبات کیلیے علیحدہ

باب مقرر کیے گئے ہیں اور وہاں ہر ایک کی تحقیق کی گئی ہے اور احادیث میں بھی انکا بہت ذکر ہے کہ قدر
مشترک انکا حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی تفسیر پوچھی پس آپ نے یہ فرمایا اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ
وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ الحدیث ایمان یہ ہے کہ اللہ کو اور اسکے فرشتوں کو
اور اسکی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو حق جانے ، اور اسکے بعد حضرت نے یہ بھی فرمایا
کہ نیکی بدی اللہ کی تقدیر سے ہے اسپر بھی ایمان لاؤ۔ اسی جہت سے اہل سنت والجماعت کے ہاں تقدیر
پر بھی ایمان لانا چاہیے کیونکہ راوی فرادی حدیث اگرچہ احاد میں لیکن سب سے ایک مضمون کہ جس سے
تقدیر پر ایمان لانا ثابت ہے حد تواتر کو پہنچ گیا ہے لہذا منکر تقدیر کو بعض نے کافر کہا ہے لیکن ان پانچ
چیزوں پر ایمان لانے میں سب فرقے اہل اسلام کے متفق ہیں اور انمیں سے کسی کا بھی کوئی انکار کریگا تو
سب کے نزدیک بالاتفاق کافر ہوگا **بحث دوم** یہ جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ ایمان تصدیق قلب اور
زبان کے اقرار سے حاصل ہوتا ہے سو یہ نزدیک امام **شمس الائمہ** اور امام **فخر الاسلام** کے ہے لیکن
انکے نزدیک بھی عذر سے زبانی اقرار کرنا ضرور نہیں بلکہ وہاں فقط دل ہی سے تصدیق کرنا
کافی ہے جیسا کہ حالت اکراہ[1] میں لیکن جمہور محققین اور **امام ابومنصور ماتریدی** کے
نزدیک ایمان فقط ان چیزوں کو دل سے تصدیق کرنا اور سچا جاننا ہے اور زبان سے انکی سچائی کا اقرار
کرنا دنیا میں احکام جاری کرنیکے لیے شرط ہے کیونکہ تصدیق قلبی ایک پوشیدہ چیز ہے ہر ایک شخص
اسکو نہیں جانتا پس ضرور ہے کہ اسکے لیے کوئی علامت ہو کہ اس سے وہ تصدیق معلوم ہو جایا کرے

[1] یعنی اگر کوئی شخص کسی مومن کے قتل پر آمادہ ہو کر اس سے یوں کہے کہ تو اللہ یا اسکے رسول کا انکار کر
یا کوئی اور کلمہ کفر کہلاوے پس اگر وہ مومن دل سے نہ کہے بلکہ زبان سے اسکی بلا دور کرنیکو کہیگا کافر نہ ہوگا
کیونکہ اکراہ یعنی زبردستی کا وقت ہے اسوقت میں دل سے خدا رسول کی تصدیق کافی ہے زبانی
اقرار شرط نہیں پس اگر زبانی اقرار ایسے وقت میں فوت ہوا تو کافر نہوا ۱۲ منہ

سو وہ علامت زبانی اقرار ہے پس جس شخص نے دل سے تصدیق کی اور اقرار زبانی نکیا تو وہ اگرچہ
احکام دنیا میں مومن شمار کیا جاویگا لیکن اللہ تعالے کے نزدیک وہ مومن ہے کہ جس نے دل سے تصدیق کی
اور فقط زبان سے اقرار کیا تو وہ لوگوں کے نزدیک ظاہر احکام میں مومن ہے لیکن اللہ کے نزدیک وہ شخص کافر
ہے اور اسکو منافق کہتے ہیں اور اس قول کی تائید کرتی ہیں نصوص قال اللہ تعالی اولئک
کتب فی قلوبہم الایمان ان لوگوں کے دلوں میں ایمان لکھا ہے پس ثابت ہوا کہ ایمان دل سے ہے نہ زبان سے
وقال وقلبہ مطمئن بالایمان کہ دل اسکا ایمان سے مطمئن ہووے وقال ولما یدخل الایمان
فی قلوبکم اے عرابیو ابہی تمہارے دلمیں ایمان داخل نہیں ہوا پس اس سے یہی مدعی ثابت ہوا
سوال اگر ایمان فقط دل سے تصدیق کرنیکا نام ہے تو دلسے کافر بہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق
کیا کرتے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم یعنی وہ کافر نبی علیہ السلام کو ایسا
جانتے ہیں کہ وہ نبی ہیں جیسا کوئی اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے اور بہولتا نہیں **جواب** معرفت اور
چیز ہے اور تصدیق اور چیز ہے معرفت بے اختیار علم ہے جیسا کسیکی نظر دیوار پر اچانک جا پڑی اور بعد
نظر پڑنیکے خواہ مخواہ اسکو اس دیوار کا علم آجاتا ہے اور تصدیق یہ ہے کہ اختیار اور ارادہ سے کسی چیز کو
جانے پس معرفت فقط جان لینا ہے اور تصدیق مان لینا ہے اور قبول کرنا ہے سو کافر لوگ آثار
نبوت کے دیکھکر جانتے تھے بے اختیار انکو علم حاصل تھا لیکن مانتے نہ تھے حاصل یہ ہے کہ انکو
معرفت حاصل تھی سو ایمان نہیں اور تصدیق جو ایمان ہے وہ حاصل نہ تھی **بحث تیسری** اعمال صالحہ سے
ایمان کو روشنی اور رونق حاصل ہوتی ہے لیکن اعمال صالحہ ایمان میں داخل نہیں کہ اسکا جزو ہوویں
اسی سبب سے بداعمال کرنے سے ایمان نہیں جاتا ہاں رونق جاتی رہتی ہے اور دلیل یہ ہے کہ قرآن میں
اللہ تعالے نے اعمال صالحہ کی صحت کیواسطے ایمان کو شرط ٹہیرایا ہے اور مشروط شرط میں داخل نہیں ہوتا
ہے قال تعالے ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مومن یعنی جو کرے نیک کام

خواہ مرد ہو خواہ عورت بشرطیکہ مومن ہو اور دوسرے معطوف معطوف علیہ سے غیر ہوتا ہے حالانکہ قرآن میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا ہے اور اعمال کو معطوف اور ایمان کو معطوف علیہ قرار دیا ہے پس اس قاعدہ کی موجب ایمان سے اعمال غیر ہونے چاہییں کما قال اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تیسرے جس شخص سے کہ بعض اعمال صالحہ ترک ہو جاویں اسکو بھی مومن کہا ہے کما قال وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا اور اگر دو گروہ مومنوں کے آپس میں لڑائی کریں حالانکہ لڑائی کرنا گناہ ہے پس انکو بھی مومن کہا چوتھے اصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے پس اعمال اسمیں داخل نہیں ہو سکتے سو یہ ضعیف رائے فرقۂ معتزلہ کی ہے کہ وہ اعمال صالحہ کو نفس ایمان کا جز کہتے ہیں اور جس سے گناہ کبیرہ ہو جاوے اسکو اس بنا پر مومن نہیں کہتے ہیں لیکن جمہور محدثین اور امام شافعی اور امام مالک اور اوزاعی اعمال حسنہ کو کامل ایمان کا جز کہتے ہیں کہ کامل ایمان بدون اعمال حسنہ کے ہرگز نہو گا پس جس سے اعمال ترک ہونگے اسکا ایمان کامل نرہیگا ہاں نفس ایمان باقی رہیگا اعمال حسنہ کو نفس ایمان کا جز نہیں قرار دیتے ہیں کہ جزو کے جانے سے وہ نفس ایمان بھی جاتا ہے سو یہ رائے امام شافعی رح کی بہت درست ہے اور مطابق ہے قرآن حدیث کے اور اس رائے پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا ہے **ف** انسان کو چاہیے کہ دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع امور میں تصدیق اور زبان سے اقرار کرے اور اعمال حسنہ بھی کرے تاکہ سب کے نزدیک بالاتفاق مومن کامل ہو جاوے **بحث چوتھی** بعض محققین کی یہ رائے ہے کہ ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا اور بعض کہتے ہیں ہوتا ہے سو اول رائے امام ابو حنیفہ رح کی ہے اور دوسری امام شافعی رح کی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایمان فقط تصدیق قلب کا نام ہے سو وہ کسی عمل صالح کے کرنے سے زیادہ نہیں ہوتے اور بد عمل کے کرنے سے کم نہیں ہوتی اور امام شافعی ایمان میں اعمال کا اعتبار کرکے باعتبار کم زیادہ ہونے اعمال کے ایمان میں زیادتی کمی

تصور فرماتے ہیں بعض محققین کہتے ہیں کہ اگر اعمال کا اعتبار نہ کریں تب بھی تصدیق کو ایک دوسرے کی تصدیق سے باعتبار قوت اور ضعف یقین کے کم زیادہ کہہ سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہمت میں سے کسیکی تصدیق قلب جبرئیل یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے برابر نہیں ہو سکتی اسکی تائید کرتی ہے یہی آیت قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ یعنی اے ابراہیم تو ہماری قدرت پر ایمان نہ لایا کہ مشاہدہ طلب کرتا ہے کہا ابراہیم نے ایمان تو لایا ہوں لیکن اطمینان کے لیے مشاہدہ چاہتا ہوں لیکن اس بحث پر کچھ اثر مترتب نہیں بلکہ ایک تحقیق علمی ہے (ایمان و اسلام ایک ہی چیز ہے) شرع میں جسکو مومن کہتے ہیں اُسکو مسلمان بھی کہتے ہیں اور جو مسلمان ہے وہ مومن بھی ہے کیونکہ اسلام خضوع اور احکام الٰہی کے قبول کرنیکو کہتے ہیں اور یہی بات تصدیق قلبی میں ثابت ہے کیونکہ تصدیق بھی مان لینے اور قبول کرنیکو کہتے ہیں پس بدون ایمان کے اسلام نہ پایا جاویگا اور بغیر اسلام کے ایمان نہ ثابت ہوگا ؛؛

(جسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کی اور زبان سے اسکا اقرار کیا تو وہ شخص قطعی مومن ہو گیا وہ شک کے طور پر یوں نہ کہے کہ میں مومن ہوں انشاءاللہ تعالیٰ بلکہ انشاء کے لفظ کو ترک کرے) اس لیے کہ جب ایمان پایا گیا تو وہ قطعی مومن ہوا پھر شک کے لیے انشاءاللہ کا اُسکے ساتھ ملانا منع ہے ہاں اگر اس نیت سے کہے کہ خاتمہ کا حال اللہ ہی کو معلوم ہے یا متبرک سمجھکر کہے تو درست ہے لیکن بہر حال نہ کہنا اولیٰ ہے کیونکہ اس کلمہ کے کہنے سے سننے والیکو اسکا شک ثابت ہوگا سو یہ بھی برا ہے اور اگر واقع میں اس قائل کو اپنے ایمان میں شک ہے تو یہ کفر ہے نعوذ باللہ منہ (ایمان یاس غیر مقبول ہے) یاس شدت اور عذاب کو کہتے ہیں اور یہاں اس سے مراد آخرت کا احوال دیکھنا ہے کہ موت کیوقت ہر شخص کو نظر آیا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر شخص موت کے وقت اپنی جگہ دیکھتا ہے مومن کو جنت کافر کو دوزخ نظر آتی ہے پس اگر اسوقت

ف بعضے کہتے ہیں کہ اسلام احکام شرعی کے قبول کرنیکو کہتے ہیں اور ایمان دل سے اُنکے حق سمجھنے کو کہتے ہیں لیکن خلاف تحقیق ہے کیونکہ جسطرح ضروریات ایمان کے احکام کا بجا لانا ہے اسیطرح ضروریات اسلام سے ہے ۱۲ منہ

کوئی کافر ایمان لاوے تو یہ ایمان بالاتفاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوگا لما قال تعالیٰ فلم یک ینفعھم
ایمانھم لما رأوا بأسنا یعنی جب کفار نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تب انکے ایمان لانے نے کچھ نفع دیا
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ایمان غیب پر اختیار سے لانا چاہیے اور جب کسی نے آخرت کا حال دیکھ لیا تب وہ اس سے
غائب نہوا بلکہ اسپر ظاہر ہو گیا اور یہ ایمان جسطرح کسی چیز پر نظر پڑنے سے اسکا علم بے اختیار آجاتا ہے
اسیطرح بے اختیار حاصل ہوا ہاں اگر کوئی مومن اسوقت اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اسکو بعض نے مقبول
کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ توبہ بھی اسوقت کی مقبول نہیں قال تعالیٰ ولیست التوبۃ للذین یعملون
السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الآن الآیہ یعنی نہیں ہے توبہ انکی واسطے
جو گناہ کرتے تھے اور جب موت آگئی تو کہنے لگے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں وقال علیہ السلام ان اللہ
یقبل التوبۃ العبد ما لم یغرغر[1] نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ غرغرہ بولنے سے پہلے پہلے بندے
کی توبہ کو اللہ قبول کرتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جب غرغرہ بولا تب توبہ قبول نہیں ہوتی اور غرغرہ
بولنے کا وقت نزع کا وقت ہے کہ جب آخرت کے احوال دکھائی دینے لگتے ہیں انسان کو لازم ہے کہ
گناہ سے تائب ہوا کرے کیونکہ موت کا اعتبار نہیں اگر ناگہاں آگئی تو اسوقت کی توبہ فائدہ نہ بخشے گی
ربنا اغفر لی وتب علی انک انت التواب الرحیم کبیرہ گناہ کرنیسے نہ ایمان جاتا ہے اسلیے
کہ ایمان فقط دلسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا جاننے کا نام ہے سو اسمیں اعمال حسنہ داخل نہیں ہیں جیسا کہ
پہلے اسکی تفصیل گزری ہے پس تصدیق قلبی کہ جسکے معنی دلسے سچ ماننا ہے اعمال حسنہ نہونیکے سبب
نہیں زائل ہوتے اور گناہ کبیرہ کرنیسے نہیں دور ہوتی ہے البتہ ایمان کا کمال اور رونق جاتی رہتی ہے اور ایمان
کامل نہیں رہتا ہے پس ثابت ہوا کہ مومن دو طرحکے ہیں ایک کامل کہ جو گناہ نہیں کرتے دوسرے ناقص کہ جو
معصیات بھی کرتے ہیں۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ کرنیسے ایمان جاتا رہتا ہے کیونکہ انکے نزدیک اعمال حسنہ
ایمان میں داخل ہیں اور کافر بھی نہیں ہوتا ہے یہ معتزلہ کی اول بدعت ہے کہ حسن بصری کے روبرو ظاہر ہونے

[1] یہ حدیث مشکوۃ میں ہے ۱۲ منہ

ایجاد کی تھی اور کفر اور ایمان کے بیچ میں ایک واسطہ نکالا تھا جیسا کہ شروع کتاب میں اسکا قصہ نقل ہوا ہے
(اور نہ کافر ہوتا ہے) بلکہ قرآن و احادیث صحیحہ میں کبیرہ گناہ کرنیوالیکو مومن کہا ہے جیسا کہ پہلے اسکا
ذکر ہوا اور صحابہ اور تابعین اور جمہور مسلمین جو انکے بعد ہیں کبیرہ کرنیوالیکو کافر نہیں کہتے تھے بلکہ سب احکام
ایمان کے اسپر جاری رکھتے تھے اسکے مرنیکے بعد اسکی نماز پڑھتے تھے اور قبور مسلمین میں اسکو دفناتے تھے
اور اسکے مال میں توریث جاری رکھتے تھے علی ہذا القیاس علی الخصوص جب اللہ کے عفو کی امید ہے گناہ
سرزد ہو تو ہم کس طرح سے کافر اسکو کہیں **خوارج** کے نزدیک کبیرہ سے کیا بلکہ صغیرہ سے بھی کافر ہو جاتا
ہے اور جن نصوص میں اعمال کے کرنیسے یا نہ کرنیسے کافر کہا ہے انکو سند پیش کرتے ہیں مثل مَنْ تَرَكَ
الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ[1] انکا جواب یہ ہے کہ ان نصوص کی وہ نصوص کثیرہ کہ جنمیں کبیرہ کرنیوالیکو مومن
کہا ہے معارض ہیں پس ضرور ہے کہ انکو خلاف ظاہر قرار دیکر انکی تاویل کرینگے پس اس حدیث کے یہ معنی ہونگے
کہ جو حلال سمجھکر ترک صلوٰۃ کریگا کافر ہوگا علی ہذا القیاس اور دوسرے یہ خلاف اجماع ہے ہم پوچھتے ہیں
کہ جب کبیرہ صغیرہ کرنے سے کافر ہو گیا تو ان آیات و احادیث کے کیا معنی ہونگے کہ جنمیں سوائے
شرک کے سب گناہونکی بخشش کی بشارت ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت غفاری پھر کہاں ظاہر ہوگی کیونکہ
کہ کافر اور مشرک تو بالاتفاق نہ بخشا جاویگا اور توبہ کرنیسے بھی بالاتفاق عذاب نہوگا **ف** کبیرہ
گناہ لغت میں بڑے گناہ کو کہتے ہیں اور شرع میں اس گناہ کو کہتے ہیں کہ جس کام کو شارع نے حرام
کہدیا ہو یا اسکے اوپر کوئی عذاب مقرر کیا ہو یا اور طرح سے اسکی مذمت کی ہو اور یہ وعید و حرمت و
مذمت خواہ قرآن سے خواہ کسی حدیث سے ثابت ہو پھر اس فعل کو کیا جاوے یا جس کام کو شرع نے
فرض کیا ہو اسکو ترک کیا جاوے اور گناہ کبیرہ بھی آپس میں ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں مگر یہاں کبیرہ سے سوائے
کفر و شرک کے اور کبائر مراد ہیں کیونکہ انسے بالکل کافر ہو جانا ہی بخلاف اور کبائر کے کہ اگر انکو مباح جانکر کریگا
تو کافر ہوگا پس وہ کبائر بہت سے ہیں حضرت نبی علیہ السلام نے ہر سائل کے موافق ذکر فرمادیا ہے حصر نہیں کیا کہ

جواب

فا

[1] جسنے جانکر نماز ترک کی کافر ہو گیا ١٢ منہ

اتنے ہی کبائر ہیں اور تفصیل کبائر کی علماء نے اپنی کتابوں میں خوب کی ہے مگر کچھ کبائر میں بھی مختصر بیان
ذکر کرتا ہوں ناحق قتل کرنا زنا کرنا پارسا عورت یا مرد کو زنا کی تہمت لگانا جنگ میں کفار سے بھاگنا
جادو کرنا یتیم کا مال ناحق کھانا شراب پینا خنزیر کا گوشت کھانا سود لینا جوا کھیلنا ظلم کرنا لینے دینے میں
کم تولنا چوری کرنا کسیکا مال زبردستی چھین لینا رستہ لوٹنا جھوٹ بولنا جھوٹی گواہی دینا گواہی کو چھپانا
غیبت کرنا گالی دینا امانت میں خیانت کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا انکو ناحق ستانا قرابتیوں سے ترک کرنا
جورو کو اپنے میاں سے نافرمانی کرنا مسلمان سے دلمیں بدگمان ہونا نسب پر فخر کرنا کسیکے نسب پر طعن کرنا مصیبت میں
چیخ کر رونا سر پیٹنا کپڑے پھاڑنا باجے سے راگ سننا بدعہدی کرنا دکھلانیکو عبادت کرنا قرآن پڑھکر بھول جانا
بیعذر شرعی کسی فرض کو ترک کرنا انکے سوائے اور بھی کبائر ہیں اور کبیرہ کے سوائے جو گناہ ہیں صغیرہ ہیں جیسا کہ
غیر عورت کا بوسہ لینا ہاتھ لگانا لیکن جو صغیرہ پر ہٹ کریگا وہ کبیرہ ہو جائیگا اور کبیرہ پر ہٹ کرنا
کفر تک پہنچا دیگا اور جو کبیرہ کرکے نادم ہوگا اور آئندہ کو ترک کا قصد کریگا وہ صاف ہو جائیگا بشرطیکہ
کسی بندے کا حق نہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ گناہ کرنے سے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پس اگر توبہ
کی تو دور ہو گیا ورنہ دن بدن کثرت گناہ سے یہانتک پھیلتا ہے کہ تمام دلکو ڈھانک لیتا ہے پس جب
یہ نوبت پہنچتی ہے تو اس دل پر کسیکی نصیحت اور وعظ اثر نہیں کرتا اور اللہ تعالے نے جو قرآن میں فرمایا ہے
کہ کافروں کے دل پر مہر ہو گئی ہے تو وہ یہ ہے پس نفس کو اول لذات مباحات سے روکنا چاہیے تاکہ آرام طلب نہو جائے
اور مکروہات اور مشتبہات میں پھنسانے پھر بعد اسکے حرام کا دروازہ ہے جسکو اسی یہانتک تو ایمان ہی رہتا
ہے بعد اسکے کفر ہے سو ایسا شخص انجام کفر تک پہنچ جاتا ہے اگر اس نفس کو اول مباح چیزوں سے روکتا
تو اس حد تک نہ پہنچتا علی ہذا القیاس جب عبادت کے درجوں پر چڑہتا ہے تو اول ایمان لاتا ہے بعد اسکے
فرائض اور واجبات پر مستقیم ہوتا ہے بعد اسکے مستحبات پر قائم ہوتا ہے بعد اسکے نوافل پر ثابت
ہوتا ہے لیکن جب یہانتک پہنچا تو جذبہ عشق الٰہی کا آیا اور اسکو خاص ان درگاہ میں کھینچکر لیگیا

سلہ ترمذی نے اسکو روایت کیا ہے ۱۲ منہ

(مومن کامل دوزخ میں نجائیگا بلکہ ہمیشہ جنت میں رہیگا) مومن کامل وہ ہے جو ایمان
کے بعد اچھے اعمال کرے گناہوں سے دور رہے اور بشریت سے اگر کبھی گناہ ہو جاوے تو توبہ اور استغفار کرے
جیسا کہ پہلے اسکا ذکر ہوا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ
رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ یعنی پرہیزگار لوگ کہ جو وہ مومن کامل ہیں باغوں میں
اور نعمتوں میں خوش و خرم رہینگے بسبب اُن نعمتوں کے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو عطا فرمائی ہیں اور بچاویگا انکو
انکا رب عذاب دوزخ سے ۔ الغرض قرآن میں بہت سی آیات ہیں کہ جنسے مومن کامل کا ہمیشہ جنت میں
رہنا اور دوزخ سے نجات پانا ثابت ہے اور سلف سے خلف تک اسپر سب متفق ہیں (اور مومن
ناقص کو چاہیگا تو بقدر گناہ اسکے عذاب دیکر جنت میں داخل کریگا اور چاہیگا
تو معاف کردیگا اور جنت میں ہمیشہ رکھیگا) مومن ناقص وہ ہے کہ کبائر صغائر گناہ میں
گرفتار ہو اور بے توبہ مر جاوے پس اگر وہ کبائر میں گرفتار تھا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے
اسکو معاف کر دے اور جنت میں ہمیشہ رکھے کیونکہ وہ غفار وعدہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ
بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ کہ اللہ تعالیٰ نہ بخشیگا شرک کو اور بخشدیگا اسکے سوائے جسکو چاہیگا
پس ثابت ہوئی یہاں سے یہ بات کہ اللہ مشرک کو ہرگز نہ بخشیگا اور ماسوائے شرک کے اور جسقدر گناہ ہیں
خواہ صغیرہ ہوں خواہ کبیرہ سب کو اگر چاہیگا تو معاف کردیگا اور ماسوا اسکے اور بہت آیات اسپر
دلالت کرتے ہیں اور احادیث صحاح کا یہ مضمون کہ اللہ تعالیٰ بعض اہل کبائر کو بخشدیگا حد تواتر کو پہنچ گیا
ہے اور جمہور مومنین کا اسپر اتفاق ہے دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو بقدر اسکے گناہ کے اسکو عذاب
دیکر پھر جنت میں داخل کرے کیونکہ گناہ کبیرہ پر عذاب کا ہونا بہت سی آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت
ہے کہ انکے ذکر کی اس مختصر میں گنجایش نہیں اور سب فرقہ اہل اسلام سوائے مرجیہ کے اسپر متفق ہیں اور پھر
بعد عذاب کے جنت میں جانا ان وجوہات سے ثابت ہے قال تعالیٰ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ

لہ مشرک اور کافر دونوں کی بخشش نہوگی جیسا کہ آئندہ آتا ہے ۱۲ منہ

یعنے جسنے ذرہ کے برابر بہی نیکی کی ہوگی سو وہ اُسکا عیوض پاویگا اور اُسکا اجر دیکہیگا اب ہم کہتے ہیں
کہ کبیرہ گناہ کرنیوالیکی اگر اور کچہہ بہی نیکی نہو تو خود ایمان بہی ایک نیکی ہی ایسمیں بموجب عدہ الٰہی کے اسکا
اجر بہی ضرور ہوگا ایسمیں یا تو اُسکا اجر یہ کہ وہ جنت میں اول ملی اور بعد اُسکے پہر گناہ کے بدلے میں دوزخ
میں جاوے سو یہ بالاتفاق باطل ہے کیونکہ قرآن کی آیات و احادیث صحیحہ اسپر صاف دلالت کرتی
ہیں کہ جنت میں سے کوئی نکالا نجاویگا۔ اور یا اُسکی بدی کی عیوض اسکی پہلے دوزخ ہوگی پہر
ایمان کے اجر کو پاوے اور جنت میں جاوے سو یہی ہمارا مدعا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کرنیوالا مومن رہتا
ہے جیساکہ ہم پہلے اسکو قرآن احادیث و اجماع صحابہ رضی سے ثابت کر چکے ہیں اور مومن کیلیے اللہ کا وعدہ ہے
وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ یعنے اللہ تعالےٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کیلیے جنت کا
وعدہ کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مومنین اور مومنات کا لفظ عام ہے اپنی سب افراد کو شامل ہوگا اور
الف لام بہی اسی مدعا پر دلالت کرتا ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ جن احادیث صحیحہ سے کہ کبائر گناہ والوں
کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ثابت ہوتی ہی اور جن سے کہ محض کلمہ توحید کی برکت سے
انجام جنت میں جانا ثابت ہے حد تواتر کو پہنچ گئے ہیں چنانچہ شفاعت کی احادیث باب شفاعت میں
مذکور ہونگے اور دوسری قسم کے بعض کو اب ذکر کرتا ہوں امام مسلم نے عبادہ بن صامت سے روایت
کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جسنے اللہ ایک ہونے اور محمد کے رسول ہونیکی گواہی دی
اللہ تعالےٰ اُسپر دوزخ کی آگ حرام کریگا یعنے ہمیشہ کی آگ اُسپر حرام ہوگی مسلم نے عثمان رض سے روایت
کیا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس شخص کا موت کے وقت اسبات پر یقین ہوگا کہ اللہ ایک ہے
اور محمد اُسکا رسول ہے تو اللہ تعالےٰ اُسکو جنت میں داخل کریگا اور بخاری اور مسلم نے ابوذر رض سے ایک حدیث نقل
کی ہی کہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا خلاصہ یہ ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ
الْجَنَّةَ ثم تلا وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ یعنے جسنے کلمہ توحید کہا ہی اگرچہ اُس سے چوری اور زنا بہی صادر ہو گئے ہوں

پنجم دلیل

لیکن وہ شخص انجام کار جنت میں جاویگا چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہمیشہ دوزخمیں رہنا بڑی سخت سزا ہی سو یہ مقابلہ
جرم سخت کے ہوتی ہے اور وہ سخت جرم کفر ہے یا شرک پس اگر کبیرہ والیکو انجام میں جنت نہ ملے اور اسکو
ہمیشہ دوزخمیں رہنا کہ جو بڑی سزا اور خاص کفر اور شرک کے مقابلہ میں ہے لازم آوے جو خوارج اور معتزلہ
کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کرنیوالا ہمیشہ دوزخ میں رہیگا اسکو وہاں سے کبھی نجات نہیں سو یہ بالکل غلط ہے
جیسا کہ اسکے غلط ہونیکے ابھی وجوہات مذکور ہوئے ہیں اور یہ ایسی افراط ہے جسطرح مرجیہ تفریط کرتے
ہیں کہ مومن کو کسی گناہ سے کبھی کچھ ضرر ہی نہیں ہوتا سو یہ دونوں مذہب غلط ہیں اور اگر فقط صغائر
میں گرفتار تھا تو اسکی بھی یہی دو صورت ہیں اول یہ کہ اللہ اپنے کرم سے بخشدے کیونکہ جب کبیرہ کو بخشدینا
ثابت ہے تو صغیرہ بدرجہ اولے بخشے جاوینگے دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالے بقدر گناہ کے جتنی دیکر پھر بخشدیوے
پھر بخشدینا تو جب کبیرہ کا ثابت ہو چکا اسکا بدرجہ اولی ثابت ہوا اب رہا یہ امر کہ صغیرہ پر عذاب کرے سو

ا؎ نصاری کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ جس سے ایکبار بھی گناہ ہو گیا وہ ہمیشہ جہنم میں ہے پھر اسکی کبھی نجات نہوگی اسی لیے انہوں نے
یہ بات بنائی کہ ہمارے یہ گناہ عیسے نے اپنے اوپر لے لیے اور ہماری عوض کئی روز جہنم میں رہے اور ملعون ہوئے
اول تو یہ عقیدہ یوں غلط ہے کہ خدا کی عدالت سے بعید ہے کہ پاک کو دوزخ میں ڈالے اور ناپاک عیش منائے دوم اگر
عیسے نے اسوقت کے نصاری کے گناہ اپنے ذمہ لے لیے تھے تو انکے بعد کے کل نصاری ہمیشہ جہنم میں جاوینگے کیونکہ ایسا
کوئی عیسائی نہیں کہ جس سے تمام عمر ایک بھی گناہ نہوا ہو شراب خنزیر و زنا جو توارت میں حرام ہے سب کرتے
ہیں اگر کہو سب کے گناہ اٹھائے تو محال ہے کیونکہ جو لوگ ابھی پیدا نہوئے تھے تو انکے گناہ بھی موجود نہ تھے پھر کیسکو
اٹھایا سوم اگر کل عیسائیوں کے کل گناہ اٹھائے تو پھر عیسائیونکا و عظ و پند آپس کے لیے لغو ہے گویا وہ سانڈ ہیں
جو چاہیں سو کیا کریں خواہ کسی پر ظلم کریں یا تکلیف دیں سو یہ اسکی عدالت سے بعید ہے اور اگر
انکے بعض گناہ اٹھائے تو یہ بعض کے عوض ہمیشہ کو جہنمی ہوئے کفارہ ہونا کام نہ آیا چہارم ہم پوچھتے ہیں
کہ کفارہ ہونیکے لیے عیسائی ہونا شرط ہے یا نہیں اگر کہو ہاں تو پھر نصاری کا غیر لوگونکو اپنے دین میں بلانا
فضول ہے کیونکہ مغفرت کے لیے تنصر شرط ہے پس قبل تنصر کے گناہ ہرگز معاف نہونگے آخر ہمیشہ کو جہنم میں رہنا
پڑا اور اگر کہو نہیں تو ہر شخص ناجی ہے عیسائیونکی خصوصیت کیا پھر انکے دین میں داخل ہونا بیکار ہے بہر طور یہ مذہب
بالکل غلط ہے مگر قدریہ اور معتزلہ کے نزدیک توبہ سے پاک ہو جاتا ہے بخلاف نصاری کے کہ انکے نزدیک پاک
نہیں ہوتا ۱۲ منہ ؎ مرجیہ ایک فرقہ ہے کہ انکے نزدیک مومن جو چاہے سو کرے اسکو کسی گناہ سے عذاب نہوگا
سو یہ بالکل گمراہی ہے اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہ و عقل و نقل سب کے مخالف ہے ۱۲ منہ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

اسکی اول وجہ تو وہی آیت ہے کہ جسمیں مَنْ يَّشَآءُ ہے کیونکہ اسکا مضمون یہ تہا کہ شرک کے سوا اور جسکو
چاہیگا خدا بخشدیگا سو اگر صغیرہ کو بخشنا نہ چاہیگا تو اسپر بہی عذاب دیگا چنانچہ بخاری اور مسلم نے روایت
کیا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے پس فرمایا کہ انمیں سے ایک کو بسبب چغلخوری کے
دوسرے کو بسبب پیشاب سے نہ بچنے کے عذاب ہوتا ہے حالانکہ یہ گناہ کبیرہ نہ تہا اسکی وجہ یہ ہے کہ گناہ گو
صغیرہ ہی ہے لیکن پہر گناہ ہے اور مولی احکم الحاکمین کی نافرمانی ہی پس اس نافرمانی پر اگر مولی سزا دیوے
تو ظلم نہیں بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی ہرگز صغیرہ پر عذاب نکریگا کیونکہ فرماتا ہی اِنْ تَجْتَنِبُوْا
كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ کہ اگر تم کبایر منہی عنہ سے باز آؤگے تو ہم تمہاری
سیئات کو معاف کر دینگے پس مقابلہ کبایر کے صغایر مراد ہیں جواب کبایر سے مراد یہاں کفر ہے اور جمع
باعتبار افراد کے ہے پس معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اے لوگو اگر تم کفر سے باز آؤگے تو ہم تمہاری حالت کفر کے
سب گناہ معاف کر دینگے اور یہ موافق ہے اس آیت کے قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ
مَّا قَدْ سَلَفَ کذا فی تفسیر الزاہدی (کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخمیں رہینگے) قال تعالی
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ
اللّٰهُ لَهُمْ یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے باز رہے اور پہر وہ کفر کی حالتمیں مرگئے پس انکو اللہ ہرگز
نہ بخشیگا وقال اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ اللہ تعالی نہیں بخشیگا اسکو کہ اسکے ساتہ شرک
کیا جاوے اور اسپر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شرک اور کفر نہایت بڑی نافرمانی اور اللہ
کے ساتہ بغاوت ہے اور ایسی نافرمانی اور بغاوت کی سزا بہی ایسی ہی سخت مقرر کی ہی کہ وہ دوزخمیں ہمیشہ
رہنا ہی بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ کیا مسلمان ہی اللہ کے بندے ہیں جو انہیں ہی بخشیگا اور کسیکو نہ بخشیگا
سو انکے سمجہانیکو ہم ایک نظیر دنیا میں دیتے ہیں کہ بادشاہ وقت کے ساتہ اسکی رعایا میں سے جو لوگ بغاوت
کرتے ہیں وہ انکو عمر قید اور کیا کیا سزائیں سخت دیتا ہی اور اپنے فرمانبرداروں کو کیسے کیسے انعام عطا کرتا ہے

پس اگر وہ باغی یہ کہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ ہمکو عمر قید کرے اور ہمکو اسکی بادشاہ کی تابعداری
و انعام دے کیا تھا اسکی رعیت ہو ہم نہیں ہیں تو انکی نادانی ہے **ف** کفر شرع میں ایمان کی ضد کا
نام ہے پس جن چیزوں پر مجملاً یا مفصلاً ایمان لانا واجب ہے انکے انکار سے یا شک سے کفر ثابت
ہوتا ہے خواہ مجملاً سب دین کا انکار کرے جسطرح سے کہ یہود و نصاریٰ وغیرہم کرتے ہیں یا کسی ایک بات ایسی کا
انکار کرے کہ جو بطور یقین کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہو جائے
دونو صورتو نمیں کافر ہو جاتا ہے مثلاً دین کی چیزوں میں سے کہ جو قرآن کی ظاہر عبارت سے ثابت ہے
نماز روزہ حج وغیرہ ہے پس جو کوئی انمیں سے ایک کا بھی انکار کریگا کافر ہوگا یا زنا کا حرام ہونا اور
سود اور خنزیر اور شراب وغیرہ چیزونکا حرام ہونا قرآن کی عبارت سے ثابت ہے پس انمیں سے جو کوئی
کسی چیز کو بھی حلال کہیگا کافر ہو جاویگا علی ہذا القیاس قیامت کے آنے اور حساب کتاب کے ہونیکا انکار
یا جنت دوزخ وغیرہ چیزیں جو قرآن میں مذکور ہیں انکا انکار یا انمیں شک کریگا کافر ہوگا الحاصل
جن چیزوں پر ایمان لانا واجب ہے انکے انکار یا شک سے کفر ثابت ہوتا ہے لیکن جو چیزیں قرآن کی ظاہر
عبارت سے ثابت نہیں یا بطور یقین کے حضرت سے انکا ثبوت نہیں بلکہ خبر احاد سے ثابت ہیں پس انکے
انکار یا شک سے کفر لازم نہ آویگا اسی سبب سے اسلام کے گمراہ فرقوں کو کہ وہ خارجیہ رافضیہ جبریہ
قدریہ وغیرہا ہیں جبتک انسے کسی قطعی الثبوت چیز کا انکار یا شک ثابت ہوگا ہم انکو کافر
نہ کہینگے ہاں بسبب خلاف کرنے جمہور مسلمین کے یا انکار کرنے احادیث مشہورہ کے یا نصوص صریحہ کے
تاویلات کرنے یا سب و شتم کرنے اکابر کے گمراہ اور گنہگار کہتے ہیں کہ وہ اپنے عقائد کے سبب اور
گنہگاروں کی طرح عذاب دیکھکر آخر نجات پاوینگے اور اگر انمیں کوئی فرقہ قطعی الثبوت کا انکار یا
اسمیں شک کریگا تو بالکل کافر ہو جاویگا اور ملت محمدیہ علی صاحبہا السلام سے خارج ہوگا سو وہ
اور کفار کی مانند ہمیشہ دوزخ میں رہیگا **ف** شرک شرع میں اللہ تعالیٰ کے برابر خواہ ذات میں

خواہ صفات میں کسی اور کو سمجھنے کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی ہو خواہ فرشتہ خواہ شہید خواہ ولی خواہ
امام علی ہذا القیاس یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی اور کو شامل کریگا مشرک ہوگا شرک کی
چند اقسام ہیں اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی اور کو شریک کرے کہ دوسرا خالق اور سمجھے دوم
یہ ہے کہ اسکی صفات میں کسی اور کو شریک کرے سو اسکی بہت سی قسمیں ہیں اول یہ ہے کہ اسکی صفت
علم میں کسیکو شریک کرے کہ کسی اور کو یوں سمجھے کہ اسکو اللہ تعالیٰ کیطرح غائب حاضر قریب بعید آیندہ
حال و ماضی کی خبر ہے اور ہر چیز کو وہ جانتا ہے اسکو شرک فی العلم کہتے ہیں دوسری قسم شرک
فی القدرۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مانند قدرت نفع نقصان دینے کی یا کسی چیز کی موت حیات یا کسی اور کی کسی
دوسرے میں ثابت کرے تیسری قسم شرک فی السمع ہے کہ اللہ تعالیٰ جسطرح نزدیک و دور کی بات سنتا ہے
اگر کسی اور کو بھی یوں ہی سمجھا شرک ہوگیا چوتھے شرک فی البصر ہے کہ اللہ کی مانند کسی اور کو یوں
سمجھے کہ چھپی کھلی نزدیک و دور کی چیز کو وہ دیکھتا ہے علی ہذا القیاس جتنی اور اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں
خواہ وہ ذاتیہ ہوں خواہ فعلیہ جیسا رزق دینا مارنا جلانا عزت آبرو دینا نفع و نقصان پہنچانا
انمیں سے کسی میں بھی خواہ کسی نبی کو خواہ کسی ولی کو خواہ فرشتہ کو خواہ جن و پری کو یا کسی اور کو
برابر سمجھیگا مشرک ہوگا بلکہ جمیع مخلوقات کو خواہ وہ کوئی ہو اللہ تعالیٰ کے روبرو عاجز محض
اور جمیع صفات سے خالی سمجھے ان اُسنے اپنے ارادے سے جسکو جس چیز کی خبر یا قدرت یا اور صفت
عطا فرمائی ہے اُسیقدر انکو حاصل ہے اور اسمیں بھی اللہ کے آگے وہ مجبور محض ہیں اُسکے حکم اور ارادے
بدون کوئی شخص خواہ آسمان کا رہنے والا ہو خواہ زمین کا کسیکو نہ کچھ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان
اوران سب اقسام کے شرک کی برائی سے قرآن و احادیث پُر ہیں کہ انکی نقل کی یہاں گنجایش
نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب و روز اسکی برائی بیان فرمایا کرتے تھے اسی پر مشرکوں سے نوبت
جہاد و قتال کی پڑتی تھی اور ایک قسم شرک فی الحکم ہے کہ اللہ کی برابر کسی اور کے حکم کو مانے

اور ایک قسم شرک فی العبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص عبادتیں کسی اور کو کرے مثلاً کسیکے آگے سجدہ کرے یا
رکوع کرے یا کسیکے نام کا روزہ رکھے یا کسیکے نام پر نذر و نیاز کرے روپیہ پیسا دیوے یا کسی مکان کو خانۂ
کعبہ کیطرح سے احرام باندھکر دور دراز سے جاوے اور وہاں کی ایسی ہی تعظیم کرے علیٰ ہذا القیاس افسوس ہے
کہ آجکل بہت سے نام کے مسلمان ہیں لیکن اولیا اللہ سے اور اُنکے مزاروں سے یہ معاملات شرک کے
عمل میں لاتے ہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ بھی بیزار ہے اور اُسکے پاک و مقبول بندے بھی ناراض ہیں اللہ اُنکو ہدایت
فرماوے شرک و بدعت کی زیادہ تفصیل جسکو منظور ہو تو وہ اور کتابوں میں دیکھے کہ جو خاص انہیں کے رد میں
علماء نے تصنیف فرمائی ہیں جسطرح مجملاً کفر و شرک کا بیان کیا ہے بدعت کا بھی ذکر کرتا ہوں **بدعت**
لغت میں نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ عادتاً خواہ عبادتاً ہو اور فقہاء کے نزدیک بھی منقسم ہے جب
تقسیم بدعت کی کرتے ہیں کہ بعض واجب ہے اور بعض مستحب اور بعض مباح اور بعض مکروہ اور بعض حرام
اور یہی لغوی معنی اعتبار کر کے بعض علماء کل بدعۃ ضلالۃ کو خاص کیا کرتے ہیں کہ اس سے ہر قسم کی بدعت
مراد نہیں بلکہ بدعت مکروہ اور بدعت حرام مراد ہے اور **شرع** میں بدعت دین میں نئی زیادتی
کرنے کو کہتے ہیں کہ بغیر اذن شارع کے کیجاوے اور شارع کے قول یا فعل سے صراحتاً یا اشارۃً اُسکی اجازت
نہ پائی جاوے کذا فی الطریقۃ المحمدیۃ اور **تفصیل** اسکی یہ ہے کہ جو چیز نبی کے عہد میں ہو خواہ خود حضرت نے
اُسکو کیا ہو یا حضرت کے اصحاب نے آپکے روبرو کیا ہو اور آپنے منع نکیا ہو سو وہ بالاتفاق بدعت نہیں بلکہ
سنت ہے اور جو چیز کہ آپکے عہد میں نہیں سو وہ مطلقاً بدعت نہیں بلکہ اُسکی یوں تفصیل ہے کہ اگر وہ
از قسم عادت ہے تو وہ بھی بالاتفاق بدعت نہیں بشرطیکہ شرعاً ممنوع نہو اور اگر از قسم عبادت ہے پس وہ
یا صحابہ کے عہد میں یا تابعین یا تبع تابعین کے یا بعد اُسکے آجتک پیدا ہوئی ہے پس اگر صحابہ کے عہد میں
پیدا ہوئی ہے تو وہ بھی بدعت نہیں بشرطیکہ صحابہ نے بعد حضرت صلعم کے منع نکیا ہو اور اگر صحابہ میں سے کسی نے منع
کیا ہو تو وہ بدعت ہے جیسا قبل از نماز عیدین خطبہ پڑھنا چنانچہ مروان نے پڑھا اور ابو سعید خدری نے

اشراک فی العبادۃ

بدعت

تعریف بدعت

تفصیل

سنہ جیسا کہ جماعت سے تراویح پڑھنا ۱۲ منہ

منع کیا روایت کیا اسکو بخاری وغیرہ نے اور اگر تابعین یا تبع تابعین کے عہد میں پیدا ہوئے تو وہ بھی
بدعت نہیں بشرطیکہ اُن لوگوں نے خبر پاکر اسکو منع نکیا ہو اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے عہد کی
چیز اسلیے بدعت نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ
ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ الحدیث رواہ الشیخان کہ سب سے اچھا میرا زمانہ ہے پہر اُنکا کہ جو اُنکے بعد ہونگے
یعنی تابعین پہر اُنکا کہ جو اُنکے بعد ہونگے یعنی تبع تابعین پہر اُنکے بعد ایسے لوگ ہونگے کہ خود بخود گواہی
دیتے پہرا کرینگے اور امانت میں خیانت کرینگے الحدیث ٭ پس جب بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ان تینوں زمانہ کا اعتبار ہے اور اُنکے عہد میں خیر ہے اور اُنکے بعد پہر شر ہے اور اگر ان تینوں
زمانہ کے بعد پیدا ہوئی ہیں تو اُسکو ادلہ شرعیہ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اجماع امت قیاس مجتہدین
سے مطابق کیا جاویگا پس اگر اُسکا نظیر ان تینوں زمانہ میں پایا جاویگا یا وہ کسی ادلہ شرعیہ سے
ثابت ہوگی تو بدعت نہوگی اور اگر اُسکا نظیر ان تینوں زمانہ میں نپایا گیا یا وہ کسی ادلہ شرعیہ سے
ثابت نہوئی تو بدعت ہے گو اُسکو کسی نے کیا ہو کیونکہ بعد قرون ثلثہ کے پہر کسی شخص کا فعل
شرع میں حجت نہیں خواہ عالم ہو یا ہاشمی یا ولی یا مکی یا مدنی حیف صد حیف کہ آجکل لوگوں
نے کج بحثیاں کرکے دو فریق مقرر کر لیے ہیں کیا ایک فریق کا نام وہابی دوسرے کا بدعتی رکہلیا ہے
ایک فریق نے یہ زیادتی کی ہے کہ قرون ثلثہ ہی میں حصر کردیا پس جو چیز از قسم عبادت بعد اُنکے
خواہ ادلہ اربعہ کے اشارہ سے یا صراحت سے ثابت ہو اُسکو بیدہڑک بدعت کہدیتے ہیں حالانکہ جہاں
شرع سے اجازت ہو خواہ دلالۃً خواہ اشارۃً گو وہ قرون ثلثہ کے بعد حادث ہو بدعت نہیں کما
ہو المذکور فی کتب القوم بلکہ بعض صاحبوں نے تو یہانتک غلو کیا ہو کہ جو چیز از قسم عبادت نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حادث ہو اُسکو بہی بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں اور دوسرے فریق نے
یہ تشدد کیا کہ اپنے آبا و اجداد اور اپنے مشایخ کے رسومات پر اعتماد کر لیا اور بہت سے بدعات سیئات

حسنات قرار دے لیا گو اسکی شرع سے کوئی اصل نہو مسلمان کو چاہیے کہ اپنے نبی محمد سید المرسلین شافع
یوم الدین صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ کی پیروی کرے زید بکر کی راہ سے کچھ غرض نرکھے اور جسکو حضرت
کی محبت ہوگی وہ حضرت کے طریقہ پر چلیگا اور جو سنت مصطفویہ کو چھوڑ کر اور راہ اختیار کریگا
حضرت کے مخالفوں میں شمار ہوگا بدعات کی بہت سی برائیاں احادیث صحیحہ میں وارد ہیں جسکو
زیادہ شرح مطلوب ہو وہ اُن مطولات میں دیکھ لے کہ جو خاص اسیکے بیان میں تصنیف ہوئی ہیں لیکن
میں بھی کچھ ذکر کرتا ہوں بخاری اور مسلم نے جابرؓ سے روایت کیا ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ سب کلاموں سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے اور سب ہدایتوں سے اچھی ہدایت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی اور بہت
بد ہیں وہ کام جو نئے ایجاد کیئے جاویں وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ[۱] اور ہر بدعت گمراہی ہے امام احمد اور ترمذی
اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عرباض بن ساریہ سے نقل کیا ہی کہ ایکروز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو نماز
پڑھا کر وعظ فرمانا شروع کیا بہت وعظ فرمایا کہ لوگوں کی آنکھیں رونے لگیں اور دل کانپ گئے اس عرصہ میں
ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شاید یہ آخری وعظ ہے پس ہمارے لیے وصیت کر جائیے آپنے فرمایا
میں تمکو وصیت کرتا ہوں ان چیزوں کی کہ اللہ سے ڈرنا اور دین کی بات سنکر اسکی اطاعت کرنا اسلیے کہ
اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو بڑا ہی اختلاف دیکھیگا پس اُس وقت میرے اور خلفای راشدین مہدیین کے
طریقہ کو اختیار کیجیو اور اسکو مضبوط کر کے دانت سے خوب پکڑ لیجیو اور نئی نئی باتوں سے دور رہنا کیونکہ جو
نئی بات نکلے گی وہ بدعت گمراہی میں ڈالنے والی ہوگی انتہے حیف ہے کہ اب لوگوں نے حضرت کی وصیت
کے برخلاف انکی سنت کو چھوڑ کر لوگوں کی ایجاد کی ہوئی چیزوں کو ایسا مضبوط دانت سے پکڑا کہ کسی طرح سے
نہیں چھوڑتے اور سالہا سال سے وہ بدعات جاری کر رکھے ہیں کہ اب بدعت کو سنت سمجھنے لگے اور سنت
کو بدعت قرار دینے لگے اللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ **(اہل اسلام کے سب فرقوں میں**
فقط اہل سنت وجماعت کا فرقہ ناجیہ ہے) امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے

۱ بدعت سے یہاں سیئہ مراد ہے ۱۲ منہ

روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میری امت میں تہتر فرقے ہو جاوینگے
وہ سب کے سب دوزخی ہونگے مگر ایک فرقہ ہوگا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہے فرمایا
جو میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا انتہے سو اسیکے مطابق ہوا کہ خلفاء راشدین کے بعد امت میں
باعتبار عقائد کے اختلاف شروع ہوا حضرت اور حضرت کے اصحاب اور اہل بیت کا طریقہ جو چلا آتا تھا اسمیں
بعض بعض نے کجی اور شرارت کر کے چند لوگونکو بہکا پھسلا کر اپنے ساتھ کر لیا اور بعض بعض امور میں جمہور سے
مخالف ہو گئے اور انکے گروہ کا ایک جدا نام مقرر پایا یہانتک کے بہتر تک نوبت پہنچی بعض فرقے
تو فقط پچاس سو ہی آدمی ہوئے تھے بعض کے کم زیادہ پھر بعض تو چند روز میں نیست و نابود ہو گئے
آگے انکا طریق نہ چلا بعض کا کچھ دن چلکر معدوم ہو گیا بعض اب تک موجود ہیں اور جن سے یہ وہ جدا
ہو ہو کر الگ ہوئے تھے وہ گروہ اعظم اہل بیت اور صحابہ کے طریقہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر
جو تھا تہترواں فرقہ ہے اور اسکا نام فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانیوالا ہے اور یہ اہل سنت کا فرقہ ہے
اور یہ بھی واضح ہو کہ ان سب فرقوں کا باہم اختلاف جزئیات عقائد میں ہے اور اصل الاصول امور میں سب
متفق اور ایک ہیں جیسا کہ کتب عقائد کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کیونکہ قطعی الثبوت چیزوں میں سب متفق ہیں کچھ
کچھ لوگ کسی کسی فرقے کے مخالف ہیں سو وہ اہل اسلام سے خارج اور کافر ہیں اور اسیوجہ سے ہم ان فرقوں کو
جبتک کہ وہ یقینی الثبوت چیزونکا انکار یا شک کریں کافر نہیں کہتے ہیں ہاں وہ گمراہ ہیں گو اس گمراہی
کے سبب سے اپنے جرم کے موجب جہنم میں جاوینگے بخلاف اور قوموں کے اختلاف کے کہ وہ اپنے اصولوں میں مختلف ہیں
مثلاً یہود و نصاریٰ کے فرقونکا اصول میں اختلاف ہے کہ اس اختلاف سے انکے دین کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے
جسکو اس امر کی شرح منظور ہو وہ ان کتابوں کو دیکھ لے جو انکے رد میں تصنیف ہوئی ہیں الحاصل تہترواں
سب سے بڑا اور ناجی فرقہ اہل سنت کا ہے اور تفصیل انکے تہتر فرقے ہونیکی یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے زمانہ
کے بعد ایک شخص عبداللہ بن صبا یہودی نے مسلمانوں کے اختلاف کے لیے یہ مکر کیا کہ وہ ظاہر میں

فرقہ ناجیہ

[illegible]

مسلمان ہوکر حضرت علیؓ کے لشکر میں آیا اور اُسنے شیخین کی اہانت اور علی کی تعریف میں مبالغہ کرنا
شروع کیا اور چند جاہلوں کو اپنے ساتھ متفق کر لیا حضرت علیؓ نے خبر پاکر اُسکو نکلوا دیا بعد حضرت
علی کے اُسنے پہر ظہور پکڑا اُسکے فریق کا نام **شیعہ** ہے پہر دن بدن اُسکے گروہ میں کچھ کچھ
لوگ شامل ہوتے گئے پہر اُنکی اولاد میں سے چند لوگ عالم ہوئے اُنہوں نے قرآن کی آیات کی اپنے مذہب
کے موافق تاویلات کرنی اور احادیث صحیحہ کہ جنسے اُنکے مذہب کا بطلان ثابت ہو انکار کرنا اور
نئی نئی اپنے مطلب کے موافق احادیث کا بنانا شروع کیا یہانتک کہ اُنکے بعد اُنکے ہاں کتابیں تصنیف
ہوگئیں اور اسیطرح چند لوگوں نے حضرت علی کا انکار اور اُنکی مذمت شروع کی اور آخر اُنکے ہاں بہی
ایسا ہی کارخانہ ہوا اُس فریق کا نام **خارجیہ** ہے اور ایک شخص واصل بن عطا تہا اُسنے حسن بصری
رحمہ اللہ تعالے کی مجلس میں کفر اور ایمان کے بیچمیں ایک مرتبہ ثابت کیا اور کبیرہ گناہ کرنیوالے کو ایمان سے
خارج ٹہیرایا حسن کے فرمانیکے موجب اُسکے فریق کا نام **معتزلہ** ہوا شیعہ اور معتزلہ اکثر امور میں متفق
ہیں پہر چند لوگ اس امر کے قائل ہوئے کہ مومن کو گناہ کرنیسے کچھ ضرر نہیں ہوتا اُسکو خواہ مخواہ اللہ بخشدیگا
اس فریق کا نام **مرجیہ** ہوا پہر کچھ لوگ تقدیر کے منکر ہوئے اور کہنے لگے کہ بندہ اپنے افعال کا آپ خالق
ہے اُسکا نام **قدریہ** ہوا اور کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ آدمی اپنے افعال میں بالکل مجبور ہے درخت پتہر
کیطرح بے اختیار محض ہے اُنکے فریق کا نام **جبریہ** ہوا تحقیق یہ ہے کہ قدریہ شیعہ اور معتزلہ کو کہتے
ہیں الغرض اسیطرح سے ایک اور فریق **نجاریہ** نکلا وہ نفی صفات کی کرتے ہیں اور کلام الٰہی کو حادث
کہتے ہیں پہر ایک فریق **مشبہہ** پیدا ہوا کہ جو اللہ تعالے کو جسم ثابت کرتے ہیں اور آیات متشابہات
کے ظاہری معنی مراد لیکر اُسکے لیے مخلوق کی مانند ہاتھ پاؤں منہ و عرش پر جسم بیٹہنا ثابت کرتے
ہیں لیکن کل سات فریق ہوئے پہر ہر ایک فریق کے بسبب بعض اختلافات کے کئی کئی فریق ہوگئے
چنانچہ معتزلہ کے بیس ۲۰ فرقے اور شیعہ کے بائیس ۲۲ اور خوارج کے بیس ۲۰ اور مرجیہ کے پانچ اور نجاریہ کے تین فرقے ہوگئے

جبریہ اور مشبہ ایک کا ایک ہی رہا کہ کل تہتر فرقے ہوتے ہیں اور زیادہ تفصیل ہر ایک کی بڑی کتابوں میں موجود ہے اور تہتر واں فرقہ کہ جس سے یہ سب نکلے ہیں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کا ہے اب ہمارا اس بات کا ثابت کرنا کہ وہ فرقہ عظیم اور ناجیہ جس سے یہ سب نکلے ہیں اہل سنت والجماعت کا ہی ہے سو چند وجہ سے ہے **وجہ اول** یہ ہے کہ حضرت نے فرقہ ناجیہ کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ میرے طریقہ اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوگا سو اہل سنت اور ہر فریق عقائد کو دیکھ لو کہ انمیں سے کونسا بر خلاف حضرت اور حضرت کے اصحاب کے ہے اہل سنت ہر امر میں انکے ساتھ متفق ہیں اور انکے سوا اور فرقہ مخالف ہیں چنانچہ ہر عقیدہ کی دلیل سے یہ امر خوب واضح ہوتا ہے **وجہ دوسری** فرقہ بڑا سب سے اہل سنت کا ہی اہل سنت کے مقابلہ میں اور سب فریق پچاسواں حصہ بھی نہیں ہیں کیونکہ جتنے بلاد اسلام ہیں سب میں یہی اہل سنت لوگ موجود ہیں اور تیرہ سو برس سے آجتک یہی کثرت سے ہوا انکے کسی اور فریق کی کہیں اسقدر جماعت نہیں بلکہ بہت سے فریق کا تو اب نام و نشان بھی نہیں ہے کبھی ایک زمانہ میں چند آدمی ہو گذرے ہونگے اس سبب سے انکا نام جاری ہے اور کہیں دس پانچ آدمی ہوئے تو وہ کالعدم ہیں اور فرقوں میں سے کل دو فریق البتہ زیادہ ہیں ایک شیعہ دوسرا خارجیہ سو شیعہ کی بڑی کثرت ایران میں کل لوٹنے تین سو برس کے قریب سے ہے پہلے کوئی نام کا شیعہ ایک آدہ شخص تھا یا اب چند روز سے ہندوستان کے بعض شہروں میں موجود ہیں اور پہلے یہاں بھی بہت کم تھے اور خارجیوں کا بڑا جتھا مسقط وغیرہ بلاد عرب میں ہے اور ما سوائے انکے اور کسی فریق کا کوئی شہر یا ملک بستا ہوا آجتک سننے میں نہیں آیا پس ان دونوں فریق کے لوگ بہ نسبت اہل سنت کے ایسے ہیں جیسے سمندر میں سے ایک چھوٹا سا نالا جدا کر دیں چنانچہ جغرافیہ دان شخصوں کو یہ بات خوب معلوم ہے اور یہی ہم پہلے قرآن و حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ امت محمدیہ میں جس طرف کثرت اور سواد عظیم ہو وہی حق پر ہیں اور وہی اہل نجات ہیں پس اب ہم کہتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت سب سے زیادہ ہیں اور جو زیادہ ہوں وہ اہل حق اور اہل نجات ہوتے ہیں پس ثابت ہوا کہ اہل سنت و جماعت اہل نجات ہیں اور اہل حق ہیں **ف** اہل سنت و جماعت میں شافعی حنفی حنبلی مالکی اہل ظواہر[1] سب

وجہ اول اہل سنت کے اہل حق ہونیکی

وجہ دوسری اہل سنت کے اہل حق ہونیکی

[1] اہل ظواہر ان محدثین کو کہتے ہیں کہ جو تاویلات نصوص میں کم کرتے ہیں ۱۲ منہ

سوال اہل سنت و جماعت باہم آپس میں مختلف ہیں **جواب** عقائد میں سب متفق ہیں اور اعتبار
عقائد کے اتفاق اور عدم اتفاق کا ہے اور جزئیات عملیات میں اختلاف ہونا موجب وسعت ہے کہا گیا ہے قوله
اختلاف العلماء رحمة اور جزئیات میں اختلاف کی یہ وجہ ہے کہ اول تو موقع اجتہاد میں ہر
مجتہد اپنی رائے کا تابع ہوتا ہے پس جسکی رائے میں جو مسئلہ صحیح آیا اسنے اسکو مسلم
رکھا اور اس سے اختلاف ہوا مثلاً قرآن میں یوں آیا ہے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ
ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ یعنی طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء تک نکاح نہ کریں پس امام شافعی کی رائے اسطرف گئی
کہ قروء سے مراد یہاں طہر ہے تو انکے نزدیک عدت طہر قرار پایا اور ہمارے امام ابوحنیفہ صاحب کی
رائے سلیم اسطرف گئی کہ اس سے حیض مراد ہے سو انکے نزدیک عدت حیض قرار پایا اور قرآن میں اللہ تعالیٰ
نے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ کہ وضو میں اپنے اپنے سر کا مسح کرو فرمایا ہے سو امام مالک نے اپنے قرائن
اور دلائل سے تمام سر کا مسح ثابت کیا ہے اور امام ابوحنیفہ نے چوتھائی سر کا اور امام شافعی رح نے
ثابت کیا ہے کہ اگر ایک بال کا مسح بھی کریگا تو کافی ہوگا علی ہذا القیاس دوم بعض احادیث ایک
امام کو بسبب کم واسطے ہونیکے بسند صحیح پہنچی اور بعض کو بسبب آجانے بیچ میں کسی راوی ضعیف کے بسند غیر صحیح
سے پہنچی پس اول نے اسکو عمل کے قابل سمجھا دوسرے نے ضعیف جانکر چھوڑ دیا اختلاف مسئلہ میں واقع
ہوا سوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کی آسانی کیلیے ایک کام کو مختلف طور سے ادا کیا کرتے تھے کیونکہ اگر
ایک ہی طور پر ہو تو بعض کو دقت پیش آئے مثلاً نماز میں اکثر آپ سوائے تکبیر تحریمہ کے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے
اور کبھی اٹھا بھی لیتے تھے پس جس صحابی نے رفع یدین کرتے دیکھا مثلاً اسکی روایت امام شافعی کو
پہنچی انہوں نے رفع یدین نماز میں سنت سمجھا اور جس صحابی نے رفع یدین نہ کرتے دیکھا اسکی روایت
امام ابوحنیفہ کو پہنچی انکے نزدیک نماز میں رفع یدین نہ کرنا سنت ٹھیرا چہارم بعض کام کو نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابتدا میں کیا پھر اسکو ترک کردیا جس صحابی نے کرتے دیکھا اور پھر اسکو ترک کی

خبر پہنچی اُسنے اُسکو سنت سمجہا لیکن اُسکی روایت جس امام کو پہنچی اُسکے نزدیک سنت ٹہیرا اور جس صحابی نے آپکو ترک کرتے دیکہا اُسکی روایت دوسرے امام کو پہنچی اُسنے ترک کرنا سنت جانا علی ہذا القیاس اس قسم کے اسباب سے جزئیات میں اختلاف واقع ہوا ورنہ عقائد سب کے ایک ہیں دو ایک جا جو اختلاف ہے سو وہ تحقیق علمی سے کچہہ اختلاف کی بات نہیں ہے واللہ اعلم

فصل ۹

(بندے کے سب افعال کا خالق اللہ ہے) پس خواہ کفر خواہ ایمان خواہ نیکی خواہ بدی جو کچہہ بندے سے ظاہر ہوتا ہے سب کا اللہ خالق ہے اُسکے پیدا کرنیسے پیدا ہوا ہے اُنکا بندہ خالق نہیں ہے جیسا کہ قدریہ اور معتزلہ کا گمان ہے اور اسکی دو دلیل ہیں **اول** وہ نصوص ہیں جو اس مدعی کو ظاہر کرتے ہیں کقولہ تعالے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ یعنی اللہ نے پیدا کیا ہے تمکو اور تمہارے اعمال کو۔ وکقولہ تعالے اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی اللہ ہی ہے پیدا کرنیوالا ہر چیز کا پس کل شئے سب کو شامل ہے جواہر کو بہی اعراض کو بہی سبھی بہی اُسکے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اُنکے افعال بہی اُسنے بنائے ہیں **دوسری** دلیل یہ ہے کہ اگر اپنے افعال کا بندہ آپ خالق ہوتا تو اُسکو بالتفصیل اُنکی خبر بہی ضرور ہوتی کیونکہ اختیار اور قدرت سے کسی چیز کا ایجاد کرنا بغیر اسکے نہیں ہو سکتا اور بالتفصیل بندیکو اپنے افعال کی ہرگز خبر نہیں ہے کیونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے میں بہت سے سکون اسکے درمیان واقع ہوتے ہیں اور بہت سے حرکات کہ بعض حرکت سے بعض پاؤں کی حرکت تیز ہوتی ہے اور بعض کم اور بعض برابر پڑتی ہے اور چلنے والیکو ہرگز معلوم نہیں کہ کتنی جا پاؤں ٹہیرا تہا اور کتنی جا حرکت کرتا تہا اور کہاں تیز حرکت تہی اور کہاں کم اور یہ بہی نہیں کہ وہ بہول گیا ہو کیونکہ بہولی چیز پوچہنے سے یاد آجاتی ہے اور اگر یہ باتیں کسی چلنے والے سے دریافت کیجیگا ہرگز نہ بتا سکیگا یہ اُسکے ظاہر افعال کا حال ہے اور اگر چلنے میں اُسکے تحریک اعضا کو دیکہیگا کہ عضلات کہاں کہاں متحرک ہوئے ہیں اور کہاں ٹہیرے

کہاں کہاں کہیے علی ہذا القیاس تب تو صاف معلوم ہوجاویگا کہ آدمی کو اپنے افعال کی
بالتفصیل ہرگز خبر نہیں پس جب اسکو بالتفصیل خبر نہیں تو وہ انکا پیدا کرنیوالا بھی نہیں
پس کمال اللہ تعالی کا یہ ہے کہ وہ افعال کا بھی خالق مانا جاوے ورنہ جب جواہر کا وہ خالق
ہوا اور اعراض کا بندیکو فاعل قرار دیا تو اسمیں شائبہ شرک کا پایا گیا سوال پس جو شخص
افعال کا بندیکو خالق کہے اسکو مشرک کہا چاہیے اسمیں اور مجوس میں کچھ فرق نہیں جواب
قدریہ اگرچہ بندے کو افعال کا خالق کہتے ہیں لیکن بندیکو اللہ تعالے کیطرح مستقل خالق نہیں کہتے
بلکہ آلات اور اسباب میں اللہ کا محتاج جانتے ہیں اور آلات و اسباب کو اللہ کا مخلوق قرار دیتے
ہیں اور مجوس میں اور قدریہ میں اسقدر فرق ہے کہ مجوس کے نزدیک اچھی چیزونکا خالق یزدان ہے
اور بری چیزونکا مستقل خالق اہرمن ہے کہ ایک دوسرے کا محتاج نہیں لہذا قدریہ کہتے ہیں کہ بعد
اسباب و آلات دینے کے بندہ اپنے افعال کا آپ خالق ہے اور یہ دو وجہ پیش کرتے ہیں اول
یہ ہے کہ اگر بندے کے افعال کا اللہ خالق ہو تو یہ ایسے افعال ہوں کہ جسطرح رعشہ والیکا ہاتھ خود
بخود ہلتا ہے حالانکہ ہمارے افعال اختیاریہ اور مرتعش کی حرکت میں فرق ہے جواب اسکا
یہ ہے کہ یہ دلیل جبریہ کے رد میں ہو سکتی ہے کہ جو بندیکو بالکل بے اختیار کہتے ہیں اور ہم باوجود
غیر خالق ہونیکے اسکے لیے اختیار بھی ثابت کرتے ہیں کہ جسپر اسکو ثواب و عذاب ہوگا پس
ہمارے نزدیک بھی مرتعش کی حرکت اور افعال اختیاریہ میں فرق ثابت ہے دوسری وجہ یہ ہے
کہ اگر بندے کے افعال اللہ کی مخلوق ہوں تو پھر بندے کو اسکے افعال سے برا بھلا کہنا چاہیے

ف بعضے قدریہ یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی خالق افعال ہو تو مثلاً اسکو چور اور زناکار
اور قاتل کہنا چاہیے کیونکہ اسیکے پیدا کرنیسے چوری اور زنا اور قتل ہوا ہے جواب کیا وہ یہ نہیں
جانتے کہ فعل سے متصف وہ ہوتا ہے کہ جسکے ساتھ وہ فعل قائم ہوتا ہے نہ کہ وہ جو اسکو پیدا
کرے پس چور وہ کہنا چاہیے کہ جسکے ساتھ چوری قائم ہوئی نہ کہ جسنے پیدا کی ہے دیکھو سیاہی بنانیوالیکو
سیاہ نہیں کہتے حالانکہ وہ اسکا موجد ہے بلکہ جسکے ساتھ سیاہی لگے گی وہ سیاہ کہلاویگا ۱۲ منہ

اور اسکو شارع کیطرف سے کسی کام کے کرنے نکرنے کا حکم بھی ہونا چاہیے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی جبریہ پر اعتراض ہو سکتا ہے نہ ہم پر کیونکہ ہم باوجود اسکے بندے کیلیے اختیار ثابت کرتے ہیں کہ اسکے سبب سے اسکو اسکے افعال پر ثواب عذاب دیا جاتا ہے اور برا بھلا کہلاتا ہے اور شارع کیطرف سے مکلف ہوتا ہے (پس وہ سب افعال اللہ تعالی کے ارادے اور مشیت اور قضاء اور تقدیر سے ظاہر ہوتے ہیں) ارادہ اور مشیت دونوں ہمارے نزدیک ایک ہیں اور تفصیل ارادے کی پہلے ہو چکی ہے اور قضاء یہ ہے کہ اللہ نے ازل میں کسی چیز کا ارادہ کر لیا کہ یہ فلاں وقت میں یوں ہو گی اور تقدیر اسے کہتے ہیں کہ ازل میں اللہ تعالی نے اندازہ کر لیا کہ یہ چیز فلاں وقت فلاں مکان میں بری یا بھلی یا نافع یا مضر ہو گی اور اس کے کرنیوالے کو ثواب یا عقاب ہو گا علی ہذا القیاس حاصل مطلب یہ ہے کہ اب جو کچھ دنیا میں بھلا یا برا ظاہر ہوتا ہے مثلا زید ایمان لایا اور بکر کافر ہوا تو اسکے ارادے سے وہ ایمان لایا اور وہ کافر ہوا اور ازل میں اسنے جان لیا تھا اور ٹھیرا رکھا تھا کہ یہ شخص فلاں وقت میں ایمان لاویگا اور یہ کافر ہو گا اور اب اسنے یوں چاہا کہ یہ ایمان لاوے اور یہ کافر ہو جاوے پس اسکی قضاء اور تقدیر اور چاہنے کے سبب یہ ایمان لایا اور یہ کافر ہوا اور اگر وہ چاہتا تو یہ مومن نہوتا یہ کافر نہوتا اور اس امر پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں بعض انمیں سے یہ ہیں قال تعالے وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ اگر اللہ چاہتا تو تم سبکو ہدایت کرتا پس معلوم ہوا کہ جسکو اسنے چاہا گمراہ کیا اور جسکو چاہا ہدایت پر لایا وقال تعالے

سلہ وہ یہ ہے کہ اسکے سبب سے وہ برابر چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لیتے ہیں مثلا ایک شخص کے سامنے دو راستے ہیں اور اسکو دونوں پر چلنا برابر ہے پس اب جسکا ارادہ کریگا اسکو اختیار کر لیگا ۱۲ منہ

ف حکایت عمر بن عبداللہ معتزلی لکھتا ہے کہ ایکبار میرے ساتھ کشتی میں ایک مجوسی سوار تھا میں نے اس سے کہا کہ تو ایمان لا اسنے کہا اگر اللہ چاہیگا تو ایمان لاونگا میں نے کہا اللہ تعالے تو چاہتا ہے لیکن تیرے شیاطین نہیں چاہتے اسنے اسکے جواب میں ایسی بات کہی کہ ساری عمر مجھے کبھی ایسا الزام کسی نے نہ دیا تھا کہا اگر اللہ غالب رہیگا تو اسکا تابع ہو جاونگا اور شیاطین غالب رہینگے تو انکا تابع ہو جاونگا ۱۲ منہ

وَمَا کَانُوا لِیُؤْمِنُوا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ نہتے وہ کہ ایمان لاتے مگر یہ کہ اللہ چاہتا وقال تعالے
فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ
صَدْرَهٗ الآیہ یعنے اللہ تعالیٰ جسکو ہدایت دینا چاہتا ہے تو اسلام کے لیے اُسکا سینہ کھولدیتا ہے
اور جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اُسکے سینہ کو تنگ کردیتا ہے وقال تعالے فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ
یس ملگیا پانی زمین اور آسمان کا اوپر اس کام کے کہ مقدر کیا تہا - اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کا
ازل میں اللہ نے اندازہ کر رکہا ہے کہ اسکو تقدیر کہتے ہیں قدریہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بری چیزوں کا ارادہ
نہیں کرتا کیونکہ یہ قبیح ہے بلکہ وہ اسلام اور ہدایت چاہتا ہے جواب یہ ہے کہ قبیح کام کا کرنا قبیح
ہے نہ یہ کہ وہ قبیح چاہنے سے قبیح سے موصوف ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر کافر سے اللہ ہدایت
اور اسلام چاہتا تو کیا اللہ کا چاہا اور اُسکا ارادہ پورا ہوتا نعوذ باللہ منہ یہ کمال نقصان ہے
ذات باریتعالی کے لیے تعالی علواً کبیرا اور کہتے ہیں اگر کافر اللہ کے چاہنے سے کافر ہوا تو پھر
اللہ اُسکو ایمان لانیکا کیوں حکم کرتا ہے جواب یہ ہے کہ امر کرنے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ تمام
لوگوں پر اُس کافر کی نافرمانی ظاہر ہوجاوے جسطرح کوئی امیر اپنے ایک غلام سے کسی کام کیواسطے
کہے اور منظور یہ ہے کہ یہ اس کام کو نہ کرے تاکہ اور غلاموں کے روبرو اُسکی نافرمانی ظاہر
ہوجاوے مسلمان کو چاہیے کہ تقدیر پر ایمان لاوے منکر تقدیر کو حضرت نے بہت برا کہا ہے
اور تقدیر پر ایمان لانیکی احادیث کا مضمون حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ
نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جبتک کہ ان چار
چیز پر ایمان نہ لاویگا مومن نہوگا اللہ پر ایمان لاوے اور اُسے واحد لاشریک لہ جانے اور مجھے
اللہ کا رسول جانے اور موت کے بعد زندہ ہونیکو حق سمجھے اور تقدیر پر ایمان لاوے بخاری اور
مسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ہر شخص کی جگہ جنت یا دوزخ میں اللہ نے پہلے سے لکھ رکھی ہے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا عمل کرنا چھوڑ دیں اور لکھے ہوئے پر تکیہ کر کے بیٹھ جاویں آپ نے فرمایا کیے جاؤ پس جس جگہ کے لیے جس شخص کو اللہ نے پیدا کیا ہے اسکو اُسکے موافق عمل آسان کر دیتے ہیں پس نیکوں کو نیک عمل آسان ہو جاتے ہیں اور بدوں کو بد اور امام احمد اور ترمذی نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ قدریہ لوگ اس اُمت کے مجوس ہیں اگر بیمار ہوں تو اُنکی عیادت کو نجاؤ اور مرجاویں تو اُنکے جنازہ کی نماز نہ پڑھو (**لیکن بندیکو اُسکے افعال میں اختیار دیا ہے پس اگر وہ نیک کام کریگا اجر پاویگا اور بدکام سے اُسکو سزا دیجاویگی**) یعنی اگرچہ افعال اُسکے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اللہ اُنکا خالق ہے اور اُسکی قدرت اور ارادے سے بندے سے سرزد ہوتے ہیں لیکن باوجود اسکے بندے کو اُسکے افعال میں اختیار دیا ہے کہ جسکے سبب سے نیک کام کا اجر اور بدکی سزا پاتا ہے یہ نہیں کہ بندہ اپنے افعال میں درخت پتھر کی مانند محض بے اختیار اور بیقدرت ہے جیسا کہ فرقۂ جبریہ کہتا ہے چند وجہ سے **اول** یہ کہ قرآن کی آیات دلالت کرتی ہیں کہ بندے کو اپنے افعال میں اختیار ہے کہ جسکے سبب سے اُسکو ثواب عقاب ہے کقولہ تعالےٰ جَزَآءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنی ان جنتیوں کو یہ جنت اُنکے اعمال کے بدلے میں دی ہے وکقولہ تعالیٰ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ الآیہ یعنی ہمنے اختیار دیا پس جو چاہے ایمان لاوے اور جو چاہے کافر ہو جاوے لیکن کافروں کے واسطے ہمنے جہنم طیار کر رکھا ہے **دوم** مرتعش کی حرکت بیشک بے قصد اور ارادے کے آپ ہی آپ ہوا کرتی ہے اور ہم بالبداہتہ جانتے ہیں کہ جب ہم آپ سے کسی چیز کو پکڑیں اور جب ہمارا ہاتھ رعشہ سے ہلے دونوں میں فرق ہے پس معلوم ہوا کہ رعشہ سے ہلنا بے اختیاری ہے اور آپ سے پکڑنے میں ہلنا اختیاری ہے

اول

دوم

سلہ مجوس جیلیے فرمایا کہ جسطرح اُنکے نزدیک ایک خدا نے خیر یزدان ہے دوسرا خدا ے شر اہرمن اسیطرح قدریہ نے بھی دو خدا ثابت کیے ایک خالق جواہر یعنی اللہ تعالیٰ اور دوسرا خالق اعراض یا افعال یعنی بندہ وغیرہ ۱۲ مولوی عبدالرشید مد ظلہ ؛

اور ان دونوں حرکتوں میں ہر شخص فرق کر لیتا ہے بلکہ ہر عاقل جان لیتا ہے کہ ہمارا کسی کام کے لیے آنا جانا بے اختیاری نہیں ہے کہ پتھر کی حرکت کی مانند ہووے بلکہ پتھر کی حرکت بلا اختیار ہے اور ہمارا آمد و رفت باختیار ہے کما لا یخفی علی من لہ ادنی شعور **سوم** اگر بندے کو اپنے فعل میں کچھ اختیار نہوتے تو جسطرح پتھر لکڑی سے امر و نہی کرنا عقلاً ممنوع ہے اسیطرح اس سے ہوجاوے اور اسیطرح اسکے کسی فعل پر ثواب عقاب ہونا بھی ظلم و عبث گنا جاتے اور اللہ ظلم سے بری ہے کما قال عز شانہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ الآیہ یعنے اللہ تعالےٰ کسی آدمی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور جسطرح پتھر لکڑی کی مدح و ذم عقلاً نادرست ہے اسیطرح اسکی بھی ہوجاوے **سوال** جب یہ ثابت ہوا کہ ہر ایک کام بندے کا اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے اور ازل میں اسکو اسکی خبر تھی پس دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی کام کے نکرنیکا اللہ ارادہ کریگا اور ازل میں اسکو معلوم ہوگا کہ یہ کام اس سے نہیں ہوگا اور یا اسکے کرنیکا ارادہ اور علم ازلی ہوگا پہلی صورت میں تو وہ کام ہونا ممتنع ہوجاویگا اور دوسرے میں اسکا ہونا ضرور ہوگا ورنہ ارادہ اور علم الٰہی میں تخلف لازم آویگا اور جب ایک کام ہونا ضروری یا ممتنع ہوا تو بندیکا اختیار کہاں ہا پس جو ممتنع ہے وہ اس سے کبھی نہوگا اور جو ضروری ہے وہ اس سے خواہ مخواہ سرزد ہوگا **جواب** اللہ تعالےٰ ازل میں یوں جانتا تھا کہ اسکام کو بندہ اختیار سے کریگا اور اسکو اختیار سے چھوڑیگا اور اسیطرح ارادہ کیا کرتا ہے کہ بندہ اس کام کو اختیار سے کرے اور اسکام کو اختیار سے نکرے پس بہرحال بندہ کا اختیار نکیگا جسطرح کوئی بادشاہ کسی غلام سے کسی کام کے کرانیکا ارادہ کرے تو اس صورت میں اگرچہ غلام اسکے ارادے کے موجب اسکو کریگا لیکن نفس اختیار اسکا زائل نہوگا اور وہ کام اس غلام سے اسطرح بے اختیار سرزد نہوگا کہ جسطرح رعشا والیکا ہاتھ بے اختیار ہلتا ہے اور ازل میں اسبات کے جاننے سے کہ بندہ اسکام کو با اختیار کریگا یا نکریگا بندے کا

جواب الزامی

اختیار نہیں جاتا اُسکا علم اسکے اختیار کو زائل نہیں کرتا اور جواب الزامی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے
جمیع افعال بالاتفاق اختیاری ہیں حالانکہ وہ ازل میں جانتا تہا کہ فلاں شخص کو فلاں وقت میں
غنی کرونگا اور فلاں کو فقیر مثلاً پس جسطرح اسکے علم ازلی سے اُسکا اختیار نہیں جاتا رہا اسیطرح
بندے کا اختیار ہے دور نہیں ہوتا پس ثابت ہوا کہ جمیع افعال کا خالق اللہ ہے اور بسبب اختیار کے
بندہ کا سب ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے قرآن و احادیث و اجماع اُمت و عقل سلیم سے
پس ہمارے ہاں نہ جبر ہے نہ قدر ہے چونکہ یہ بحث دقیق ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کرتا
ہوں اور تطویل جو عام کو مفید نہیں اُسے چھوڑتا ہوں **ف** اس مسئلہ تقدیر میں آدمی زیادہ
قیل و قال نہ کرے کیونکہ زیادہ قیل و قال سے سوائے اسکے کہ گمراہی حاصل ہو اور کچھ فائدہ
نہیں اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث سے منع کردیا ہے چنانچہ ایکبار دو شخصوں
کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سُنکر حالت غضب میں باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ پہلی
امتوں کے لیے اکثر گمراہی اسی قیل و قال سے حاصل ہوئی تہی اور فرمایا وَبِهٰذَا بُعِثْتُ اور کیا میں
اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں تاکید سے کہتا ہوں کہ آئیندہ پہر تکرار اور ظاہر ہے
کہ جو ہوتا ہے وہ آپ ہو رہیگا تمکو اس جہگڑے سے کیا مطلب احکام شریعت کو مانے جاؤ
اور گناہوں سے باز آؤ پس موافق فرمان آنحضرت علیہ السلام کے جس شخص کو اللہ نے دوزخ کے
لیے بنایا ہے اُسکے لیے ویسے کام آسان ہوتے ہیں اور جسکو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اُسکو
شب و روز اللہ اور رسول کی اطاعت میں گذرتا ہے الٰہی جن چیزوں سے تو خوش ہو اُنکے
توفیق دے اور جنسے تو ناخوش ہو اُنسے دور کر آمین (**بندے کے اچھے کام سے
اللہ تعالےٰ راضی اور بد سے ناراض ہے**) حاصل یہ ہے کہ نیک و بد جسقدر افعال ہیں
اُنکی تقدیر اور ارادے اور مشیت سے ہوتے ہیں لیکن اُنمیں سے نیک کاموں سے وہ راضی ہوتا ہے

اور اُنکے کرنیکا حکم دیتا ہے اور بد کاموں سے وہ ناراض ہوتا ہے اور نہ اُنکے کرنیکا حکم دیتا ہے جیسا
کہ فرماتا ہے وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ اپنے
بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کروگے تو وہ تمسے بسبب اسکے خوش ہوگا وقال
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ
الْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ الآیہ اللہ حکم کرتا ہے انصاف اور احسان کرنیکا اور قریبوں کے دینے کا اور منع کرتا ہے فحش
اور برے کام اور بغاوت کو پس ارادہ اور مشیت اور چیز ہے اور حکم کرنا اور اُس سے خوشنود ہونا
اور چیز ہے اُس قادر جبار سے کسیکو چون و چرا کرنیکی قدرت نہیں جس سے چاہے افعال بد ظہور میں
لاوے اور اُس سے بسبب اُسکے اختیار کے ناراض ہوجاوے اور جس سے چاہے اچھے افعال کرواوے اور اُسکے
ارادے کے سبب اُس سے خوش ہوجاوے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ (**جو استطاعت کام کیوقت
پائی جاتی ہے سو وہ قدرت حقیقی ہے کہ جسکے سبب بندے سے کام
ہوتا ہے**) تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ لفظ استطاعت کے دو معنی ہیں ایک سلامتی آلات و
اسباب جیسا کہ اسکی تفصیل آگے آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ دوسری قدرت حقیقی کہ اللہ تعالیٰ نے
ہر جاندار میں رکھی ہے کہ اُسکے سبب سے افعال اختیاری کرتا ہے اور اگر یہ قدرت نہو تو نہ ہوسکے سو
یہ شرط ہے افعال کے ادا کرنیکے لیے بعد سلامتی آلات و اسباب کے اور یہ قدرت بعد ارادہ مصمم کرنیکے
خاص اُس کام کرنیکے وقت حاصل ہوتی ہے پس اگر بندہ کسی نیک کام کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ
اُسکو اُس نیک کام کی قدرت عطا کرتا ہے اور بد کام کا قصد کرتا ہے تو اُسکو اُسی کام کی قدرت
بخشتا ہے پس جس وقت چور نے چوری کا ارادہ کیا اور اللہ نے حسب عادت اُسکو اُسکی قدرت دی
تو گویا اُس چور نے نیک کام کی قدرت کو زائل کردیا کیونکہ اگر اس چوری کا ارادہ نکرتا بلکہ نماز کا
قصد کرتا تو حسب عادت اُسکو نماز کی قدرت عطا ہوتی پس اسی سبب سے یہ بندہ افعال بد میں

ذم وعقاب کا مستحق اور افعال خیر میں مدح وثواب کا مستحق ہوا انہیں ارادوں کے سبب سے پس ثواب وعقاب
ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ قدرت دو مخالف چیزوں کی صلاحیت رکھتی ہے پس جب
کسی نے کفر اختیار کیا تو اُس نے ایمان کی قدرت کو زائل کر دیا کیونکہ یہی قدرت ایمان کے لیے بھی
تھی پس اس سبب سے عقاب کے قابل ہوا اور اگر اُسی قدرت کو ایمان میں صرف کرتا تو ثواب کا
مستحق ہوتا (**اور جو استطاعت سلامت آلات و اسباب کے معنی میں ہے**
اُسپر صحت تکلیف کا مدار ہے) دوسرے معنی لفظ استطاعت کے سلامت ہونا آلات
واسباب کا ہے سو اس استطاعت کے موجب اللہ تعالیٰ بندے کو تکلیف دیتا ہے پس جو شخص جس چیز کے لیے
آلات واسباب نہیں رکھتا اُسکو اُس کام کی استطاعت نہیں سو اُسکے کرنیکا اللہ حکم نہیں دیتا اور
جس چیز کے آلات واسباب رکھتا ہوگا اُسکو اُسکام کی استطاعت ہے سو اُسکے کرنیکی اللہ بندے کو
تکلیف دیتا ہے کما قال تعالیٰ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا یعنی
اللہ تعالیٰ کے لیے جن شخصوں پر کہ کعبہ تک جانیکی طاقت رکھتے ہیں حج فرض ہے اور اس استطاعت
پر صحت تکلیف کے مدار ہونیکی یہ وجہ ہے کہ سلامت اسباب کے بعد بسبب ارادہ کرنیکے قدرت
حقیقی کہ جسکا ذکر پہلے ہوا ہے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے پس جب قدرت حقیقی پائی گئی تو وہ بندہ
وہاں عاجز نہ رہا اور جہاں سلامتی اسباب و آلات نہیں رہتے وہاں بندہ اپنا قصد نہیں کرتا اور
جب قصد نکیا تو وہ قدرت کہ جو بعد ارادے کے ہوتی ہے اور جسکے سبب سے وہ فعل سرزد ہوتا
ہے نہیں حاصل ہوتی ہی اور جب یہ قدرت حقیقی نہ پائی گئی تب عاجز محض ہو گیا تکلیف کے
قابل نہ رہا (**لہذا جس کام کی بندہ استطاعت نہیں رکھتا اللہ اُسکے کرنیکا**
حکم نہیں دیتا) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا یعنی
اللہ تعالیٰ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُسکی طاقت کے موافق پس جو چیز بندے کی طاقت سے

باہر ہو عام ہے کہ فی نفسہ ممتنع ہو جیسا ضدین کا جمع کرنا یا فی نفسہ ممکن ہو لیکن بندے سے
نہ ہو سکے جیسا پیدا کرنا جواہر کا پس اُسکے کرنیکا بندیکو حکم نہیں دیتا ۰ (مارنیکے بعد درد
اور کسی چیز کے توڑنیکے بعد اُسکا ٹوٹنا بھی اللہ کا مخلوق ہی) مثلاً
زید نے عمرو کے لاٹھی ماری اور اُس سے اُسکو درد ہوا یا کسی نے ایک شیشے کو پتھر دے مارا اور
اُس سے وہ ٹوٹ گیا سو اُس درد کا بھی اور اس ٹوٹنے کا بھی اللہ ہی خالق ہے یا کسی نے کسیکے
تلوار ماری اور اُس سے اُسکی گردن جدا ہو کر وہ مر گیا سو اس موت کا بھی اللہ خالق ہے خاص اللہ کے
پیدا کرنیسے ہوئی ہے اگر نہ پیدا کرتا تو نہ مارنیکے بعد درد ہوتا اور نہ وہ شیشہ ٹوٹتا اور نہ وہ شخص مرتا
کیونکہ تمام ممکنات اللہ کیطرف مستند ہیں اور ہر ایک چیز کا اللہ خالق ہے چنانچہ ابھی اسکی تحقیق
گذری ہے معتزلہ اسکو بھی بندے کا فعل کہتے ہیں اور بندیکو اسکا خالق قرار دیتے ہیں پس
اُنکے نزدیک جو چیز فاعل سے بدون واسطہ کسی دوسرے فعل کے سرزد ہو جسطرح کہ تلوار کا مارنا
اسکو بندیکا فعل بطور مباشرت کے کہتے ہیں اور جو کسی فعل کیواسطے سے ظاہر ہو جسطرح کہ موت کہ
وہ تلوار مارنیکے سبب سے حاصل ہوئی اُسکو بھی بندیکا فعل بطور تولید کے کہتے ہیں ہمارے نزدیک
دونوں اللہ کی مخلوق ہیں پس جو چیزیں کہ بطور مباشرت کے ہیں وہ بھی اور جو چیزیں کہ بطور تولید
کے ہیں وہ بھی اللہ کے پیدا کرنیسے ہوئی ہیں (**بندیکو اسمیں کچھ دخل نہیں**) نہ تو یہ اسکا
خالق ہے کیونکہ یہ بندے سے نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی چیز کو پیدا کرے جیسا کہ پہلے گذرا اور نہ یہ اسکا
کاسب ہے کیونکہ جو چیز اسکی قدرت میں نہیں اُسکا یہ کاسب نہیں ہو سکتا اور اسی لیے بعد اپنے فعل
کے بندیکو اختیار نہیں کہ وہ اس اثر کو ظاہر نہونے دیوے بعد مارنیکے اسکو طاقت نہیں کہ درد کو
روک لے پس اگر اسکو قدرت ہوتی تو اس اثر کو روک لیتا پس جب یہ اثر اسکی قدرت سے باہر ہے تو
یہ اسکا کاسب بھی نہیں ہے اور یہی مدعی ہے افعال تولیدیہ میں بندیکو مواخذہ اسلیے ہوتا ہے

کردہ فعل کہ جس سے یہ پیدا ہوا ہے اسکے اختیار میں تھا (**اللہ جسکو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی اور جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے**) اگرچہ یہ مضمون پہلے بیان ہو چکا ہی لیکن توضیح کے لیے مکرر کیا گیا۔ حاصل یہ ہے کہ جسطرح سے اور افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے اسی طرح ہدایت و ضلالت کو بھی وہی پیدا کرتا ہے اور اس سے باریتعالی کو کچھ عیب نہیں کس لیے کہ قبیح چیز کا کسب قبیح ہے نہ کہ پیدا کرنا چنانچہ اسکی تفصیل حاشیہ میں ابھی ہو چکی ہے **ف** ہمنے جسکو چاہی کی قیدیوں زیادہ کی ہے کہ ہدایت اور ضلالت سے مراد پیدا کرنا انکا ہے نہ بیان کرنا طریق حق کا کیونکہ اللہ نے راہ حق کو سب کے لیے بیان کر دیا ہے کسی کی خصوصیت نہیں **ف** لیس یہ جو قرآن مجید میں آیا ہے کہ قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کرتے ہیں اور شیطان اور بت ضلالت میں ڈالتے ہیں سو اس سے یہ مراد ہے کہ قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبب ہدایت کا ہیں اور شیاطین اور بت سبب ضلالت کا ہیں سو مجازاً ہدایت اور ضلالت کو انکی طرف نسبت کر دیا ہے ورنہ حقیقت میں دونوں کا اللہ خالق ہے عرف میں جو چیز جس کام کے لیے سبب ہوتی ہے اسکی طرف اس کام کو مجازاً نسبت کر دیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ اس دوا نے شفا دی اور آگ نے جلا دیا اور پانی نے سرد کر دیا علی ہذا القیاس سو دوا شفا کا سبب ہے اور آگ جلانیکا اور پانی سرد کرنیکا اسلیے انکی طرف نسبت کر دیا ورنہ اس شفا اور جلانے اور سرد کرنے سبکا اللہ خالق ہے اگر چاہتا دوا کے بعد شفا ندیتا اور آگ کے بعد جلنے ندیتا اور پانیکے بعد سردی نہ بخشتا اسی سبب سے جو شفا کو دوا کا فعل سمجھے اسکو علماء نے مشرک لکھا ہے اور موحد اور مشرک میں یہی فرق ہے کہ ہر چیز کو موحد اللہ کی

ف علی ہذا القیاس جادو یا منتر یا نظر یا جن و آسیب سے نفع و ضرر بھی اللہ کے اختیار اور ارادے سے سرزد ہوتا ہے وہ بجائے خود اس سے نہ کچھ نفع ہو نہ ضرر کیونکہ اسکی تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی کسی فعل کا خالق نہیں البتہ یہ اشیا کبھی نفع و ضرر کا سبب ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں تاثیرات رکھی ہیں لیکن جو انکو نفع و ضرر کا فاعل سمجھیگا مشرک ہو گا ۱۲ منہ

مخلوق جانتا ہے اور وسائط کو سبب محض جانتا ہے اور مشرک سبب کو فاعل حقیقی سمجھ لیا کرتا
ہے بخاری اور مسلم نے زید بن خالد سے روایت کیا ہے کہ حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
صبحکو امامت کی اور اُس رات کو مینہ برسا تھا پس ہماری طرف منہ پھیر کے بیٹھے اور فرمانے
لگے کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا لوگوں نے کہا اللہ اور اُسکا رسول ہی خوب جانتا ہے
فرمایا اللہ تعالی یہ فرماتا ہے کہ صبحکو کچھ لوگ مجھپر ایمان لائے اور کچھ مجھسے کافر ہوئے پس جسنے یہ
کہا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی ہے سو وہ مجھپر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا اور جسنے یوں کہا
فلاں فلاں ستارے سے یہ بارش ہے تو وہ ستاروں پر ایمان لایا اور مجھسے کافر ہوا تھے عرب میں
لوگ یوں جانتے تھے کہ جب فلاں ستارا فلاں جگہ آتا ہے یا فلاں ستارے کے پاس جاتا ہے تو بارش
ہوتی ہے اور وہ ستاروں کو بارش کا فاعل سمجھا کرتے تھے سو اسلیے اُنکو کافر کہا ۔ ہاں اگر کسی نے
تجربہ سے یوں معلوم کر لیا ہو کہ جب یہ علامت ہوتی ہے تو اکثر اللہ کی یوں عادت جاری ہے کہ
وہ اُسوقت بارش کرتا ہے تو اسمیں کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ یوں کہے کہ فلاں علامت کی پائے
جانیکے وقت اللہ بارش کرتا ہے سو ہر چیز میں مومن یہی اعتقاد رکھے اور اللہ کیطرف سے
سمجھے اور وسائط کو محض سبب جانے وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ **فصل ۱۰ (اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں)** ولی اُس مومن
کو کہتے ہیں جو اللہ کی ذات و صفات کا عارف ہو کر حسب امکان عبادات پر مواظبت
کرے اور گناہوں اور لذات و شہوات سے کنارہ کش ہو اور اُسکی کرامت سے یہ مراد ہے
کہ کوئی امر خارق عادت جیسا کہ ہوا پر اُڑنا یا پانی پر خشک نکل جانا یا بے موسم کے
کھانا حاجت کیوقت ظاہر کرنا یا جمادات کا کلام سننا اُس سے بدون دعویٰ نبوت ظاہر
ہوکے اور تفصیل سب خوارق کی صدر کتاب میں آ چکی ہے اور یہ کرامت اُس نبی کے لیے

نہ جسکی اُمت میں سے یہ ولی ہے معجزہ ہے کیونکہ یہ اُس نبی کی صداقت پر دلالت کرتی ہی کہ اُسکے
ایک اُمتی سی یہ امر خارق عادت ظاہر ہوا سو کرامت اولیاء اللہ کا ثبوت قرآن و احادیث سی ہے
چنانچہ بے موسم کا کہانا حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم مادر عیسیٰ علیہ السلام کے پاس دیکہا
حالانکہ وہ نبیہ نہ تہیں کما قال تعالے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا
یعنی جب مریم کے عبادتخانہ میں زکریا گئے تو وہاں اُنکے پاس بے موسم کہانا دہرا ہوا دیکہا۔
کہ جس سے تعجب کرکے پوچہنے لگے قَالَ أَنَّى لَكِ هَذَا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے
قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مریم نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے ہاں سے آیا ہے۔ اور بہت دور
دراز سے بلقیس کا تخت آصف بن برخیا سلیمان علیہ السلام کا وزیر جو نبی نہ تہا ایک دم بہر میں
لے آیا تہا چنانچہ قرآن میں اس تخت کا آنا ہی ثابت ہے فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا یعنی جب
سلیمان نے اُس تخت کو اپنے دربار میں دہرا دیکہا۔ اور ہوا پر اُڑنا بہی بہت سے اولیاء اللہ
منقول ہے جیسا کہ سلیمان سرخسی سی رح اور جمادات کا کلام سننا ہی حدیث صحیح سے ثابت ہے
بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ سلمان اور ابو درداءؓ کے آگے ایک رکابی
تسبیح کرنے لگی اور وہ اُنکو سنائی دی انتہے بخاری نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے
کہ ہمنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلتے دیکہا اور ہم کہانیکی تسبیح کہاتے وقت
سنا کرتے تہے بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ایک شخص بیل کو ہانکے لیے جاتا تہا تہک کر راہ میں اُس پر چڑہ لیا بیل نے کہا میں اسلیے

۵ اگرچہ بے موسم کا کہانا یہاں کسی لفظ سے صراحۃً نہیں نکلتا لیکن زکریا کے تعجب کرنے سے اور
وہنا لک دعا زکریا ربہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر کچہ خلاف عادت چیز نہ دیکہتے تو
یوں تعجب نہ کرتے اور بے موسم کا کہانا دیکہکر اپنے لیے اولاد کی دعا کی کہ جسنے بے موسم کہانا دیا
وہ مجہے بڑہاپے میں بے موسم اولاد بہی دیسکتا ہی چنانچہ بسند صحیح بے موسم کہانا ثابت بہی ہوا ہے ۱۲

نہیں پیدا ہوا ہوں بلکہ کھیتی کیواسطے پیدا ہوا ہوں سو وہ شخص صاحب کرامت تھا کہ اسنے بیل کی
گفتگو سنی کچھ بھی تھا بخاری نے انس رض سے روایت کیا ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر نبی
کے پاس اپنے کسی معاملہ میں باتیں کرتے تھے کہ اسمیں کچھ رات گذر گئی اور وہ رات نہایت اندھیری
تھی پھر وہ دونوں حضرت کے پاس سے اپنے گھر چلے دونوں کے ہاتھوں میں دو عصے تھے انمیں سے ایک کا
عصا روشن ہوگیا پھر جب دونوں کی راہ الگ ہوئی تو دوسرے کا عصا بھی روشن ہوگیا کہ وہ
دونوں عصوں کی روشنی سے اپنے گھر پہنچ گئے انتہے بیہقی اور ابو نعیم اور ابو یعلی نے روایت
کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو کہ اسکا ساریہ نام تھا ایک فوج کا سردار کرکے نہاوند
کیطرف جو مدینہ سے کئی مہینے کی راہ ہے بھیجا تھا سو ایکروز وہاں کفار نے مسلمانوں
کی ہلاکت کے لیے یہ داؤ کیا کہ وہاں پہاڑ کے پیچھے گھات لگا کر بیٹھ گئے اور جنگ شروع
ہوا یہ حال اللہ تعالے نے مدینہ منورہ میں جمعہ کے روز منبر پر خطبہ پڑھتے وقت حضرت عمر رض کو
دکھلا دیا انہوں نے خطبہ پڑھتے ہی میں باواز بلند یہ فرمایا یا ساریۃ الجبل الجبل یعنے اے ساریہ
پہاڑ سے بچ پہاڑ سے بچ اللہ تعالی نے عمر کی آواز ساریہ کے لشکر تک پہنچا دی سو وہ
عمر کی آواز سنکر سنبھل گئے اور کافروں پر فتحیاب ہوئے انتہے یہاں دو کرامت ظہور میں
آئیں ایک یہ کہ عمر کو کئی مہینے کی راہ کا حال نظر آیا دوسرے یہ کہ کئی مہینے کی راہ تک
انکی آواز پہنچی ابو یعلی اور بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں خالد بن الولید کا قصہ
نقل کیا ہے کہ انہوں نے کافر کے ہاتھ سے ایسے زہر قاتل کی شیشی پی لی کہ اگر اسکا ایک
قطرہ جانور پر ڈالدیں تو مرجاوے اور پھر انکو کچھ ضرر نہ ہوا اور امام مستغفری نے باسناد
صحیح حضرت عمر کے رقعہ سے دریاے نیل کا جاری ہونا نقل کیا ہے جسے زیادہ تفصیل مطلوب
ہو وہ دلائل النبوۃ و شواہد النبوۃ و کلام المبین وغیرہ کتب کو دیکھے المختصر جسقدر کرامات

صحابہ میں ظاہر ہوئیں اور جو اُنکے بعد تابعین و تبع تابعین سے ظہور میں آئیں حد تواتر کو پہنچ گئی
ہیں کہ اُنکا انکار کرنا بے انصاف مکابر کا کام ہے خصوص متاخرین میں حضرت غوث اعظم
شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی کرامات کا تو ایک عالم گواہ ہے اور اُنکے بعد
آجتک اولیاء اللہ سے جو کرامات ظاہر ہوئی اور ہوتی ہیں اُنکا بھی ایک جہان نے مشاہدہ کیا ہے
اور کرتا ہے پھر انکار کرنا محض تعصب نہیں تو اور کیا ہے معتزلہ اور شیعہ نے جب اپنے سلف
اور خلف میں کبھی کسیکو اس مرتبہ کا نہ پایا کہ اُنکی کرامات دیکھتے تو سرے سے کرامات ہی کا
انکار کر بیٹھے معتزلہ کی یہ حجت ہے کہ اگر ولی سے کرامت ظاہر ہو تو اُسمیں اور نبی کے معجزہ میں
کچھ فرق نہ رہے اسکا جواب یہ ہے کہ ولی دعوی نبوت کا نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے نبی کے پیرو[لہ]
ہونیکا مقر ہوا کرتا ہے پس گویا یہ کرامت اُسکے نبی کے حق میں معجزہ ہی کہ اُسکی صداقت
دلالت کرتی ہے بخلاف معجزہ کے کہ وہاں دعوی نبوت ہوتا ہے شیعہ بغیر کسی برہان قاطع
کے ولایت کا باب بند کر کے حضرت علیؓ کو خاتم الولایت کہتے ہیں ف ولی سے
کرامت ظاہر ہونیمیں چند حکمتیں ہوتی ہیں اول یہ کہ اُسکے نبی کی تصدیق عوام کو حاصل
ہوجاوے اور قیامت تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اولیاء اللہ کے سبب سے جاری رہے
دوم یہ ہے کہ ولی مبتدی ہے تو اُسکا یقین زیادہ ہوجاتا ہے اور پھر نہایت رغبت سے
عبادت میں مصروف ہوتا ہے اور اگر منتہی ہے تو اُسکے مریدوں کے یقین کو قوت بخشتی ہے ف
عام کو کرامت اور استدراج میں تمیز نہیں اسلیے بے نماز شراب خوار فاسقوں کی خارق عادت
باتیں دیکھکر اُنکے مطیع ہوجاتے ہیں اور اُن خوارق کو کرامت اور اُس فاسق کو ولی سمجھتے
ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ ولی کا درجہ مومن صالح کے بعد ہے یعنی جب مومن صالح ہو لیتا ہے

لہ کیونکہ اگر وہ پیروی کا مقر نہو اور نبوت کا مدعی ہوجاوے تو کافر ہوجاوے اور اُس سے کرامت ظہور میں نہ آوے ۱۲ منہ

اُسکے بعد ذات وصفات الٰہی کا عارف ہوکر لذات ترک کرتا ہے اور عبادتمیں ہمہ تن مصروف
ہوتا ہے تو جذبہ شوق الٰہی اُسے بارگاہ کبریا میں کھینچ لیجاتا ہے تب وہ خاصان درگاہ میں شمار
کیا جاتا ہے پھر اُسوقت اُس سے جو خوارق ظہور میں آویں اُنکا نام کرامت ہے اور یہ شخص ولی ہے
اور اگر اسدرجہ کو نہیں پہنچا بلکہ فقط مومن صالح ہے تو اُسکے خوارق کرامت نہیں اور اصطلاح
میں یہ شخص ولی نہیں پھر جو کہ سرے سے مومن صالح ہی نہیں بلکہ کبائر میں مبتلا ہے یا مومن
نہیں وہ ہرگز ولی نہیں اور اُسکے خوارق دام شیطانی ہیں کرامت نہیں بلکہ اُسکو استدراج
کہتے ہیں جیسا کہ پہلے اسکا ذکر ہو چکا ہے **ف** اولیاء اللہ کے بہت سے اقسام ہیں بعض قطب
بعض ابدال بعض اوتاد ہیں علی ہذا القیاس کہ تفصیل اُنکی اس مختصر میں گنجایش نہیں رکھتی۔
اولیا کرامت کے ظاہر کرنیمیں اللہ کے محتاج ہیں جسطرح انبیاء علیہم السلام معجزات کے ظاہر کرنیمیں جناب
باری کے محتاج ہیں جب حکم الٰہی ہوتا ہے ظاہر کرتے ہیں آپ سے جسوقت جب چاہیں نہیں ظاہر
کر سکتے اسی وجہ سے کرامت کے ظاہر ہونے پر ولایت کا دارمدار نہیں کیونکہ ہزارہا اولیا
ایسے ہیں کہ اُنسے کبھی کرامت ظاہر نہیں ہوئی بلکہ بعض کرامت کے ظہور سے دور بھاگتے ہیں
اور یہ اُنکے جناب باری سے اسرار ہیں اُنکو وہی خوب جانتے ہیں واللہ اعلم **ف** اللہ تعالیٰ
ملائکہ یا انبیاء علیہم السلام کو وحی یا الہام سے بعض غیب کی چیزیں بتلا دیتا ہے سو یہ یقینی ہوتی
ہیں اور اولیاء اللہ کو بھی بعض مغیبات پر کشف یا الہام سے مطلع کر دیتا ہے لیکن یہ بطور ظن
کے ہوتا ہے[۵] اور یہ سب غیب کے جاننے میں اللہ کے محتاج ہوتے ہیں جب چاہتا ہے کسیکو انمیں سے
کسی چیز کی خبر دیتا ہے تب وہ اسیقدر جانتے ہیں اور جب چاہتا ہے انکو انکی پشت پا کی بھی
کی خبر ہی نہیں ہونے دیتا چنانچہ بہت سے امور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تھے جب
جبرئیل علیہ السلام بحکم الٰہی آکر خبر کرتے تھے تب مطلع ہوتے تھے کیا خوب کہا ہے کسی نے ۵

۵ کیونکہ اولیاء کے کشف یا الہام میں کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے ۱۲ منہ

مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور تو کر تیرے واسطے اللہ تیرے پہلے گناہ اور پچھلے بخشدے سو یہاں
بھی گناہ سے یہی غین مراد ہے کہ آپکے علو شان کے برخلاف تھا سو اسی لیے حضرت کیلیے
گناہ قرار دیا گیا اور اُسکو اللہ نے معاف کر دیا اور آیندہ جو بتقاضای بشریت کبھی ہو جاوے
تو وہ بھی معاف فرمایا پس قرآن میں یہاں گناہ سے مراد کبائر صغائر نہیں جیسا کہ بعض
یہود و نصاری اپنی عداوت قلبی سے یہ مراد لیتے ہیں اور آپکو گنہگار قرار دیکر قابل شفاعت
نہیں سمجھتے ہیں کیونکہ اگر گناہ سے یہاں کبائر صغائر مراد ہوں تو گویا اللہ تعالے آیندہ گناہ کرنیکی
حضرت کو اجازت دیتا ہے کہ پہلے اور پچھلے گناہونکے معاف کرنیکا وعدہ کرتا ہے سو یہ امر رسالت
کے بالکل خلاف ہے پس گویا یہود و نصاری اللہ تعالے میں عیب ثابت کرتے ہیں کہ اسکو عبث اور لغو
کا کرنیوالا کہتے ہیں کیونکہ جب رسول خلق کی ہدایت کو بھیجا پھر رسول کو گناہ کرنے پر آمادہ کیا
تو اس رسول کا ہدایت کیلیے بھیجنا عبث اور لغو ہو گیا بلکہ لوگ رسول کو دیکھکر اور زیادہ گناہ کرکے
گمراہ ہونگے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا اور اگر علی سبیل فرض المحال ان مخالفونکی بات کو تسلیم
کر لیویں تب بھی سرور کائنات میں کچھ عیب اور نقص نہیں ہے کیونکہ اللہ نے جب بندے کو معاف کر دیا صاف
ہو گیا پھر وہ اوروں کی شفاعت کرے تو کیا محال ہے ہاں اگر معاف نکیا جاوے اور مجرم ہووے البتہ اُسکی
شفاعت غیر کی عقل کے نزدیک غیر مسلم ہے (**اور دنیا میں سب کی دعائیں قبول
کرتا ہے اور حاجتیں روا فرماتا ہے**) خواہ کافر ہو خواہ مومن دنیا میں اُن سبکی
دعا قبول کرتا ہے اور تمام مخلوقات کی حاجات روا کرتا ہے کیونکہ اگر وہ نکرے تو پھر انکو کوئی خالق
افعال ہے نہ خالق جواہر ہے کہ وہ کرتا ہو کفار اپنے زعم میں یوں جانتے ہیں کہ ہم بتوں سے مانگتے
ہیں وہ ہمارے کام پورے کر دیتے ہیں حالانکہ انکو اپنے منہ پر سے مکھی دور کرنیکی بھی قدرت نہیں علے
ہذا القیاس جو لوگ اللہ کے سوائے کسی اور سے حاجات طلب کرتے ہیں وہ انہیں کو حاجات روا

جانتے ہیں لیکن وہ اللہ ارحم الراحمین کہ جو رب العالمین ہے خود دیتا ہے اور جو مانگتے ہیں اُسے قبول
کرتا ہے پھر آخرت میں اس امر کا بدلا اُنکو دیگا کہ ہم دیتے تھے اور تم بتونکی یا اور کسطرح سے سمجھتے
تھے اب اُن اوروں سے لو اگر انہیں کچھ طاقت ہے پھر آخرت میں خاص اپنے مومنین بندونکی دعائیں
قبول فرماویگا اور اُنہیں کی حاجات پوری کریگا اور کافرونکو یہ سنا دیا جاویگا فَادْعُوْا
وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ یعنی تم جہنم میں اگر نہایت بیقراری سے دعا کروگے تو کرو لیکن کافرونکی
دعا بھکی ہوئی ہے قبول نہیں ہوگی اور اس مضمون کی بہت آیات قرآن میں موجود ہیں دعا
کرنیکے لیے قرآن میں فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کہ مجھسے دعا کرو میں قبول کرونگا مسلم نے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ بندہ کی دعا قبول کرتا ہے یہانتک کہ جلدی نکرے
اور قطع رحم یا گناہ کی دعا نہ مانگے یعنی جلدی نکرنا چاہیے اور قطع رحم اور گناہ کی دعا مانگنی نچاہیے
ان صورتوں میں دعا قبول کم ہوتی ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ تمہارا
رب بڑا حیا والا اور کریم ہے اُسکو شرم آتی ہے کہ بندہ اُسکی طرف ہاتھ اٹھاوے اور وہ اُسکے خالی ہاتھ
پھیر دیوے دعا میں قبولیت کے لیے بڑی بات یہ ہے کہ دلسے مانگے اور قبول ہونیکا بھی اُسوقت یقین
کرلیوے کیونکہ اللہ بندہ کی آرزو نہیں توڑتا ہے صحیح ترمذی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے
کہ آپنے یوں فرمایا ہے اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ کہ تم اللہ سے دعا کرو ایسا کہ تمہیں
قبول ہوجانیکا یقین ہوجاوے اور بیدلی کی دعا اللہ قبول نہیں کرتا ہے اور جسوقت بیقرار ہو کر
مانگتا ہے تو جلدی قبول کرتا ہے احادیث میں دعا کرنیکے بہت فوائد اور فضائل آئے ہیں
بلکہ اسکو عبادت کا مغز فرمایا ہے اگر دعا کے اثر ظاہر ہونیمیں کچھ دیر ہوا کرے تو بد اعتقاد
ہوکر دعا مانگنا نہ چھوڑے کیونکہ اُسکے اثر ظاہر نہونیمیں کبھی کچھ حکمت ہوتی ہے کہ جسکو بندہ
نہیں جانتا ہے اُسکا بدلہ بھی اللہ قیامت میں دیتا ہے اور کبھی بعض اشخاص کے لیے

دام شیطانی ہیں اُنسے دور رہنا چاہیے (**فصل ۱۱**) (**اللہ تعالیٰ بندی کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور استغفار کرنیسے گناہ معاف کردیتا ہے**) توبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہ پر گناہ سمجھکر نادم ہو اور آیندہ اُسکے ترک کا پکا ارادہ کرے اور اگر کسی کے حقوق ہیں تو انکو ادا کرے پس جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے اُسکے گناہ معاف فرماتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے، وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ یعنی جو کوئی کام کرے بُری کہ غیر کو ضرر اُس سے پہنچے یا ظلم کرے اپنی جان پر کہ اُس سے غیر کو ضرر نہ پہنچے پہر وہ بخشش مانگے اللہ سے تو پاویگا اللہ کو بخشنے والا مہربان وقال يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ یعنی اے مومنو توبہ کرو طرف اللہ کے توبہ خالص شتاب ہے کہ رب دور کردیوے تمہارے گناہ تمشے الآیۃ وقال هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ یعنی اللہ وہی ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے التائب من الذنب كمن لا ذنب له کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا بیگناہ کے برابر ہے المختصر آیات و احادیث و اجماع جمہور مسلمین سے ثابت ہے کہ توبہ جب باشرائط پائی جاوے تو بندے کے سب گناہ خواہ کبیرہ ہوں خواہ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق انکے معاف کیے بغیر نہیں معاف ہوتے لیکن حالت نزع سے پہلے کی توبہ معتبر ہے چنانچہ اسکی تحقیق پہلے گذر چکی ہے اور جبتک آفتاب مغرب کیطرف سے نہ نکلے تب تک توبہ کا دروازہ بند نہوگا چنانچہ احمد اور ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ توبہ نہیں منقطع ہوتی یہانتک کہ مغرب سے آفتاب نکلے پس جس روز مغرب سے آفتاب نکلیگا اُس روز کسیکی توبہ مقبول نہوگی۔ انسان کو چاہیے کہ توبہ میں دیر نکرے اور توبہ کے بعد پہر گناہ سے

دلیری نکرے کیونکہ شاید توبہ نصیب نہو یا توبہ خالص دلسے میسر نہ آوے ۔ ف لغت میں
توبہ رجوع کرنیکو کہتے ہیں پس اس توبہ کے چند اقسام ہیں ایک توبہ گناہ سے ہوتی ہے کہ گناہ
سے نیکی کیطرف رجوع کیا اور یہ عام کی توبہ ہے اور ایک غفلت سے توبہ ہوتی ہے کہ غفلت
چھوڑکر یاد الٰہی کیطرف رجوع کیا اور یہ خاص بندوں کی توبہ ہے اور اسکو اوبہ بھی کہتے
ہیں اور ایک توبہ ہے غیر اللہ کیطرف خیال اور التفات کرنیسے اور یہ اخص الخواص عارفوں کی
توبہ ہے پس جو مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے دلمیں
غین[1] یعنی کچھ کدورت آجاتی ہے تو اُس سے دن بھر میں اللہ سے سو بار بخشش مانگتا ہوں انتہٰی سو
اس توبہ اور استغفار سے یہی اخیر قسم کی توبہ مراد ہے کہ خیالات بشریہ سے توبہ استغفار کیا کرتے
تھے کس لیے کہ بالاتفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبیرہ اور صغیرہ سے قبل النبوت اور بعد نبوت
کے پاک تھے اور کبھی کوئی گناہ حضرت سے نہیں سرزد ہوا اللہ نے آپکو معصوم رکھا پس قرآن مجید
میں یہ جو آیا ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ کہ اپنے گناہونکی معافی چاہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ

[1] غین لغت میں ابر کو کہتے ہیں ایک ابر سا آپکے دلپر کبھی ہوجاتا تھا بعض علماء نے اس ابر کی تفسیر یوں کی ہے کہ آپکا دل آئینہ کیطرح تھا پس اُمت کے گناہوں کا اُسمیں جب عکس پڑتا تو آپ استغفار کرتے اور فی الحقیقت یہ استغفار اُمت کے لیے ہوتا تھا اور بعض نے یوں کہا ہے کہ آپکے ہر ساعت درجات بڑہتے رہتے تھے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ پس کبھی آپ پہلی حالت کو ادنیٰ سمجھ لیتے تھے بعد اُسکے جب اُس مرتبہ سے بڑھ جاتے تو اُسکے خلاف معلوم ہوتا اسوقت اپنے پہلے حال پر ندامت کرتے اور ایک پردہ سا دلپر ہوجاتا اُس سے استغفار کرتے بعض نے کہا ہے کہ غین سے مراد آپکی حالت سکر ہے کہ محبت الٰہی میں طاری ہوجاتی تھی پس جب حالت صحو میں آتے تو اُس سے استغفار فرماتے اور اسی سبب سے کہتے ہیں حسنات الابرار سیئات المقربین اور بعض کہتے ہیں کہ آپکا دل آئینہ تھا جب کوئی شخص خاص آپکے مقابل ہوجاتا تو کچھ اُسکے کدورات آپکے دلپر منعکس ہوتے پھر اُس سے آپ استغفار فرماتے چنانچہ تائید کرتی ہے اسکی وہ حدیث کہ آپنے فرمایا تھا مقتدیوں کے حالات سے مجھے نماز میں تشابہ ہوجاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آپ اگرچہ افضل المخلوقات تھے لیکن پھر بشر تھے سو کبھی مقتضائے بشریت آپکو یاد الٰہی سے کچھ ذراسی غفلت ہوجاتی تھی تو وہ آپکے لیے بسبب علو شان کے گناہ تھا اور اُس سے آپکے دلپر پردہ سا آجاتا تھا اُس سے استغفار فرمایا کرتے تھے اور قرآن میں بھی گناہ پہلے پچھلے بخشنے سے یہی گناہ مراد ہے واللہ اعلم ۱۲ منہ

گہے بر طارم اعلی نشینم ٭ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم ٭ پس ہر وقت ہر چیز کی خبر خاص اللہ ہی
جانتا ہے اگر کوئی کسی فرشتے یا نبی یا ولی کو یوں سمجھے گا مشرک ہوگا اور یہ شرک فی العلم گنا
جاویگا اور اسکے رد میں بہت سی آیات قرآن کی اور بہت سی احادیث صحیحہ ہیں طوالت کے
خوف سے ترک کرتا ہوں **ف** اولیاء اللہ کی دعا اکثر اللہ قبول کر لیتا ہے لیکن وہ جہاں
مرضی الٰہی دیکھتے ہیں دعا کرتے ہیں اور جہاں مرضی نہیں پاتے تو مارے ہیبت الٰہی کے
نام بھی نہیں لیتے پس انکی زندگی میں یا بعد مرنے کے انکو حاجت روا اور مستقل نفع و ضرر
دینے والا سمجھکر انسے حاجات طلب کرنا اور دور دراز سے انکے نام کی دہائی دینا انکی
قبروں کی نذر و نیاز کرنا انکے نام کا تھان و جھنڈا یا چبوترہ بنا کے پوجنا علی ہذا القیاس
سب بلا ہے کہ اس سے اللہ بھی اور اسکے اولیا بھی ازحد بیزار ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے بہت ہی منع فرمایا ہے **(کوئی ولی کبھی کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچتا ہے)**
کس لیے کہ نبی میں اول سب کمالات ولایت جب ثابت ہو جاتے ہیں اور وہ خود کامل ہو جاتا
ہے تب اسکے بعد اسکو اعلیٰ درجہ نبوت کا دوسروں کی تکمیل کے لیے دیا جاتا ہے نہ کہ پھر اسکو
سوء خاتمہ کا ڈر رہتا ہے نہ معزول کیا جاتا ہے اور ولی سے پہلے درجہ میں ہوتا ہے سو اسکے
لیے یہ سب احتمال باقی رہتے ہیں دوسرے جس قدر ولی کو کمالات حاصل ہوتے ہیں وہ سب کمالات
نبوت سے حاصل ہوتے ہیں تیسرے بندوں کو اللہ سے جس قدر مراتب قرب ہیں ان سب میں
سب سے اعلیٰ درجہ نبوت کا ہوتا ہے نہ اس درجہ کو صدیق پہنچتا ہے نہ شہید نہ صالح اسی لیے
انبیاء سب سے زیادہ مقرب اور انکے نفوس سب سے کامل زیادہ ہوتے ہیں پس جسقدر اور ہیں
انکے نفوس اسدرجہ کے کامل نہیں ہیں **(کوئی عاقل بالغ اسدرجہ کو نہیں پہنچتا**
کہ احکام شرع کے اس سے دور ہو جاویں) خواہ کوئی نبی یا ولی ہو یا مومن صالح ہو

یا کوئی اَور ہو کسی سے بے عذر شرعی احکام شرعی معاف نہیں جسطرح اور سب پر فرض واجب ہیں اسیطرح ولی ونبی پر بہی کیونکہ جس قدر خطابات تکلیف شرعی میں ہمارے دین میں سب عام ہیں کسیکی نہیں خصوصیت نہیں اور سب مجتہدوں کا اسبات پر اتفاق ہے دوم یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ ہر شخص موت تک تکلیف عبادت مکلف رہتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ کہ اپنے رب کی عبادت کر موت آنے تک ؛ اور سب مفسرین متفق ہیں کہ یقین سے مراد یہاں پر موت ہے کذا قال الملا قاری فی شرح علی فقہ اکبر بعض گمراہ لوگ جنکو سیاحین کہتے ہیں انہوں نے یہ قرار دے رکھا ہے کہ جب بندہ صدق دلسے ایمان لاوے اور نہایت محبت الٰہی اور صفائی قلب اُسے حاصل ہو جاوے تو اُس سے شرع کی امر و نہی دور ہو جاتی ہیں اور ہر گناہ اُسکو مباح ہو جاتا ہے پہر اُسکے سبب اللہ اُسکو دوزخ میں داخل نکریگا اور اُنہیں سے بعض تو یہی کہتے ہیں کہ سہ چیز ہیں سب عبادات ظاہری اُسکے ذمہ سے دور ہو جاتے ہیں فقط تفکر آیات اُسکی عبادت ہوتی ہے سو یہ کفر اور گمراہی ہے کیونکہ سب سے محبت الٰہی اور صفائی قلب اور ایمان میں انبیاء علیہم السلام کامل ہیں خصوص جناب سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے ہر ایک کمال میں اکمل ہیں کوئی فرد بشر اُنکے برابر نہیں سو اُنکے لیے تو اَور زیادہ تکلیف شرعی تہی ساقط ہو جانا تو درکنار سب سے الگ خاص آنحضرت پر تہجد فرض تہی کہ شب بیداری کرتے ہوئے پائے مبارک ورم کر آئے تہے اور جو کوئی یوں کہتا تہا کہ آپ اسقدر تکلیف کیوں اُٹہاتے ہو تمکو تو اللہ تعالےٰ نے بخشدیا ہے پس آپ اُسکے جواب میں یہ فرماتے اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا [ف] افسوس ہے کہ ہندوستان میں سالار یہ مدار یہ وغیرہ لوگ یہی کرتے ہیں نماز و روزہ کو فرض نہیں جانتے کبائر کو حلال سمجھتے ہیں اور جو کوئی اُنسے قرآن و حدیث کی دلیل پیش کرتا ہے تو اُس سے کہتے ہیں کہ یہ قرآن تمہارے لیے ہے ہمارا قرآن اَور ہے یا ہمارے دس پارے اَور ہیں سو ایسے لوگ قطعی کافر ہیں انکے خوارق

[ف] ترجمہ کیا نہوں میں بندہ شکر گزار ۱۲ اسکے نیک بندہ و تقمد ور روزہ اُسکا ایمان و دین ہے ۱۲

یوں پر ہوتی ہے کہ وہ اور زیادہ مانگے کہ انجام میں اللہ اسکو اُسکا دعا بھی دیوے اور جتنی مدت
دعا مانگی ہے وہ اُسکی عبادت میں لکھی جاوے کہ آخرت میں کام آوے اگر جلدی دیدیتا تو
یہ عبادت اسکی نصیب نہوتی اور اسیوجہ سے اچھے بندونکی بعض دعا ربیں نہایت دیر کرتا ہے
چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے چالیس برس کے قریب یوسف علیہ السلام کی ملاقات کی دعا مانگی
پھر اتنی مدت کے بعد اثر ظاہر کیا اور بعض شخصوں کے لیے اثر ظاہر نکرنے میں کچھ امتحان ہوتا ہے
غرض بہت سے سبب پر کے ہوجایا کرتے ہیں لیکن بندہ مانگنا نہ چھوڑے **(جو کچھ بندیکے
حق میں بہتر اور اصلح ہو اللہ کو اُسکا کرنا واجب نہیں)** اگرچہ وہ اپنی رحیمی
اور کریمی سے اکثر بندونکی بھلائی ہی کرتا ہے لیکن یہ اُسپر ضرور نہیں کہ خواہ مخواہ اُسکو کرے جیسا کہ
معتزلہ کہتے ہیں ورنہ کسی کافر مفلس کو پیدا نکرتا کیونکہ اُسکو دنیا اور آخرت میں خسارہ ہی بلکہ
اُسکے لیے یہ بہتر تھا کہ دنیا اور آخرت میں نعمت دیتا حالانکہ ہزارہا سخت کافر دنیا میں افلاس
اور بیماری اور صدہا طرح کی خواری میں بحالت کفر مر گئے اور دوسرے اُسکا کسی بندہ پر احسان
اور امتنان ثابت نہوتا کیونکہ اگر اُسنے کسیکو دین و دنیا کی نعمتیں دیں تو اُس چیز کو کیا جو اُسپر واجب
تھی سو یہ کیا احسان ہے تیسرے ابوجہل لعین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا احسان برابر ہوتا
تو کچھ زیادہ شکرگذاری حضرت پر نہوتی کیونکہ اُسنے جو دونوں کے لیے اصلح تھا وہ کیا اور یہ
واجب ہے فارغ الذمہ ہوا الغرض اصلح کو اللہ پر واجب کہنے سے اور بہت سے سخت اعتراض لازم
آتے ہیں کہ معتزلہ اُنکے جواب سے بالکل عاجز ہیں چنانچہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ نے
ابی علی جبائی معتزلی سے پوچھا کہ تین بھائی تھے کہ اُنمیں سے ایک مومن صالح ہو کر اور ایک
کافر ہوکر مرا تیسرے نے لڑکپن میں وفات پائی اُنکا کیا حال ہوا ابی علی نے کہا مومن صالح کو
جنت اور کافر کو دوزخ ملی اور تیسرے کو نہ عقاب ہے نہ ثواب ہے ابی حسن نے کہا اگر تیسرا بھائی

مناظرہ ابو الحسن و ابو علی جبائی

یہ کہے کہ مجھے بڑا کر کے مومن صالح بنا کے کیوں نہ موت دی کہ میں جنت میں جاتا آرام پاتا کیوں
کہ اُسکے حق میں تو یہی خوب تھا ابی علی نے جواب دیا کہ اللہ اُسکو یوں جواب دیگا کہ اگر تو بڑا
ہوتا گناہ کرتا جہنم میں دُکھ پاتا تیرے حق میں یہی خوب تھا کہ تجھے لڑکپن میں موت دی
ابی حسن نے پھر کہا اگر کافر یوں کہے کہ مجھے مومن صالح کر کے کیوں نہ مارا کہ جنت میں جاتا یا
لڑکپن میں مارا تھا کہ دوزخ سے بچتا اُسکے حق میں یہ بہتر نہ تھا کہ جہنم میں جاوے تو اللہ اُسکا
کیا جواب دیگا پس ابی علی جبائی معتزلی کو جواب نہ آیا اور اُسدن سے معتزلہ کی غلطی ہر کس
ناکس پر واضح ہوگئی اور انکے اس مسئلہ میں حماقت کو کیا دیکھتے ہو جس قدر فریق اہل سنت کے
مخالف ہیں اُنکے ہاں اسنے بھی زیادہ زیادہ کج فہمیاں عاقل کو معلوم ہوتی ہیں چنانچہ یہ مسئلہ
اختلافی ہیں اس کتاب سے بھی یہ امر واضح ہوجاویگا اور کیونکر مخالف کو گمراہی نہو کیونکہ حق امر کے
بعد گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کما قال تعالے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۰ کیونکہ باہم
دو چیز مخالف نہیں سے ضرور ایک نا حق پر ہوگی (اللہ تعالی نے موت کو پیدا کیا ہے
جس سے متعلق ہو جاتی ہے اُسکو مُردہ بناتی ہے) اگرچہ ہر ایک شخص کے نزدیک
موت یقینی ہے اور ہر ایک شخص جانتا ہے کہ ایکروز یہاں سے جانا ہے جیسا کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ یعنے ہر ایک موت کا چکھنے والا ہے وَکُلُّ مَنْ عَلَیْہَا
فَانٍ ۰ اور جو زمین پر ہے فنا ہونیوالا ہے لیکن کلام اسمیں ہے کہ موت کوئی وجودی چیز ہے
کہ جسطرح بخار وغیرہ امراض ہیں یا عدمی چیز ہے کہ زندگی کے دور ہونیکو کہتے ہیں سو اکثر کے
نزدیک وجودی ہے اور جسطرح اور مخلوقات الٰہی ہے یہ بھی ہے اور دلیل اُنکی یہ آیت ہے ×
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ یعنی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے موت کو اور حیات کو اور بعض کہتے
ہیں عدمی ہے اور خلق کے معنی ٹھیرایا اور اندازہ کیا ہے ف موت کے بعد میت کی روح

اُسکے جسم سے جدا ہو جاتی ہے اور حقیقت میں اس حالت کا نام موت ہے پس جسم جو بمنزلہ مرکب
کے تہا گل سٹر جاتا ہے اور روح کہ جسکو حکماء نفس ناطقہ کہتے ہیں قائم رہتی ہے سو اسکو سزا
و جزا دیجاتی ہے پس اس امر میں کل متفق ہیں چنانچہ ہنود کہتے ہیں کہ جو لوگ اس جہان میں بے
بندگی و عبادت یعنی کمالات حاصل کیے بغیر مر جاتے ہیں تو وہ پہر کسی اَور بدن میں جو اُسکے
عمل کے مناسب تھا آتے ہیں مثلاً اگر بہادر تھا تو شیر کے بدن میں اور بزدل تہا تو خرگوش کے
قالب میں ظہور کرتا ہے علی ہذا القیاس ایک جسم کے بعد دوسرے میں جاتا ہے جب وہ اپنے کمالات
حاصل کر چکتا ہے اور کدورت سے صاف ہو جاتا ہے تو پہر عالم قدس میں ملائکہ کے ساتہ رہتا ہے
اور اسکو وہ **اواگون** یعنے **تناسخ** کہتے ہیں **حکماء** کہتے ہیں کہ مرنیکے بعد جو لوگ

اواگون یعنی تناسخ

کمالات علمیہ و عملیہ حاصل کر چکے ہیں وہ عالم قدس میں جاملتے ہیں اور جنکو کدورات جسمانی اور
جہالت و بداخلاقی سے صفائی نہ تہی تو وہاں عذاب پاتے ہیں یعنی افسوس و غم کہاتے ہیں اور
اسکو وہ روحانی دوزخ کہتے ہیں اور جسمانی دوزخ سے اسکو سخت بتلاتے ہیں **اہل کتاب** کے
ہاں فقط اسیقدر ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچتے ہیں وہ وہاں نجات پاتے ہیں ورنہ تکلیف
اُٹھاتے ہیں اور کچہ مفصلاً احوال نہیں البتہ انجیل مکاشفات یوحنا میں دوزخ اور جنت اور کچہ
وہاں کے عذاب و ثواب کی بہی تصریح ہے کہ کچہ ذکر اسکا آگے آویگا لیکن قرآن نے کہ سب کی
تکمیل کے لیے بعد میں آیا ہے اس امر عظیم کو جو کتب سابقہ میں وضاحت و تفصیل سے بیان نہ تہا
بیان کر دیا لہذا **اہل اسلام** کا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں قوت نظریہ و قوت عملیہ میں کامل
ہیں قوت نظریہ کے کمال سے یہ مراد ہے کہ موافق شرع کے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو جانتے
ہیں اور رسول کو برحق مانتے ہیں اور جس قدر چیزوں کی رسول نے خبر دی ہے اُنکو سچا جانتے ہیں اور
اسکو **ایمان** کہتے ہیں اور قوت عملیہ کی تکمیل سے یہ مراد ہے کہ اپنے اخلاق کو درست کرتے ہیں یعنے

جو چیزیں اللہ تعالی نے رسول کی معرفت منع کی ہیں اُن سے بچتے ہیں اور جنکا حکم دیا ہے اُنکو بجا لاتی ہیں
تو وہ لوگ مرکر عالم قدس یعنی **علیین** میں کہ جو برزخ ہے حشر تک رہتے ہیں بعد خراب ہونے
اس عالم کے یعنی قیامت کے بعد کہ جب اُنکو کمال تزکیہ حاصل ہو جاتا ہے عالم قدس کے اعلے طبقہ
میں کہ جسکو **جنت** کہتے ہیں جاتے ہیں اور وہاں ہمیشہ رہینگے اور ہر قسم کی لذات حاصل کرینگے
اور جو لوگ علم و عمل میں ناقص تھے اور نقصان دو طرح پر تھا ایک یہ کہ خدا کا کسیکو کسی صفت
میں شریک سمجھا یا اُسکی کسی صفت کا انکار کیا یا اُسکے رسول یا اُسکی فرمائی ہوئی بات کو جھوٹا
سمجھا اور اُسکو **کفر** اور **شرک** کہتے ہیں تو وہ ہمیشہ وہاں عذاب پاویگا اور طرح طرح کے عقوبات
اُٹھاویگا اور **سجین** میں کہ طبقہ دوزخ ہے رہیگا اور بعد حشر کے جہنم کی آگ میں تزکیہ کیواسطے
ڈالا جاویگا جسطرح کہ چیکٹ کو آگ ہی دور کرتی ہے اسیطرح اُنکو کرینگے لیکن جو چیکٹ ہوگیا
اُسکو چیکٹ سے صفائی نہوگی سو اسی وجہ سے یہ لوگ ہمیشہ جلتے رہینگے قرآن میں ایک جملہ
اسی بیان میں کیا ہے اعجاز رکھتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا کہ فلاح پائی
جسنے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور خسارہ میں رہا جسنے آلودہ کیا اُسکو اور دوسرا نقصان یہ کہ یا تو
علم میں کچھ نقصان ہوا کہ بعض امور کو بر خلاف یقین کرلیا جیسا کہ اہل سنت کے غیر اور فرقہ ہائے اسلامیہ
کے بعض بعض معتقدات میں یا عمل میں نقصان کیا کہ خدا کے اوامر و نواہی پر عمل نکیا اخلاق کو خراب
کرلیا تو وہ بھی اُس عالم میں عذاب پاوینگے پھر اُنکی نجات کی یہ صورت ہوگی کہ جسکا جسقدر نقصان
ہے اُسیقدر تکلیف دیکر اُسکا تزکیہ کیا جاویگا بعض کو عالم برزخ میں صفائی ہو جاویگی بعض کو
کہ جنکا نفس کدورات سے زیادہ ملوث ہے آگ جہنم سے صفائی ہوگی پھر جب تزکیہ ہو چکیگا تو
عالم **قدس** میں ملجاویگا یا اللہ تعالی اپنی رحمت خاصہ سے بعض کو نبی علیہ السلام کی شفاعت سے
صاف کر دیگا اور عالم قدس میں ملاویگا یہ ہر ایک سبب کا مجمل بیان ہے سو ہمیں اکثر ہو رہیں

اتفاق ہے مگر ہنود کا تناسخ سب کے نزدیک بالاتفاق غلط ہے ہر مذہب والے لیکے پاس اسکی غلط ہونیکی دلیلیں موجود ہیں البتہ تفصیل میں باہم اختلاف ہے اور تفصیل ہر ایک مذہب کی انکی کتابوں میں موجود ہے اور ہمارے ہاں کی تفصیل اسباب ہیں اور اس سے اگلے باب میں مذکور ہے **تشبیہ** عالم آخرت کو ہر کوئی آنکھ سے دیکھکر تو آیا ہی نہیں کہ اپنے مشاہدہ کو سند بنا لیوے اب اسکے دریافت کی دو صورت ہیں یا تو حکماء مشائین اپنی عقل کے زور سے بدلیل ثابت کریں سو اس عالم کا مجملاً احوال تو بلاشک عقل سلیم سے دریافت ہو سکتا ہے لیکن تفصیل سے دریافت کر نہیں عقل قاصر ہے اور کیونکر نہ قاصر ہو حالانکہ اس عالم کے صدہا امور کی تفصیل میں قاصر ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں بیان ہوا یا حکماء اشراقین اپنے اشراق سے دریافت کریں سو یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نبی کا نفس اشراق و مکاشفات میں سب نفوس سے کامل اور مزکے ہوتا ہے اور انبیا کے اشراق کے آگے اور ونکا اشراق اسطرح خیرہ ہے کہ جسطرح ذرہ آفتاب کے روبرو کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو وحی ہوتی ہے کہ خدا تعالی بذریعہ فرشتہ انپر مغیبات کو ظاہر فرماتا ہے اور یوں بھی انکو عیاناً دکھلا دیتا ہے اور انکو خلق کے لیے ہادی بنا کر بھیجتا ہے اسلیے غلطی نہو نہیں آپ انکا محافظ و حامی ہوتا ہے سو نہ انکے مشاہدات میں غلطی ہونے دیتا ہے نہ حسیات میں بخلاف اور اشراقین کے کہ انکے اشراق بلکہ کبھی حسیات میں غلطی ہو جاتی ہے لہذا ایک دوسرے کا رائے میں مخالف ہوتا ہے اور یہ بھی ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں بلکہ سب کے امام ہیں سو انکو عالم آخرت عیاناً بارہا خدا نے دکھلایا بھی ہے اور بذریعہ وحی خبر بھی دی ہے لیکن جہاں تفصیل عالم آخرت میں باہم اختلاف ہے وہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم امام الاشراقین معلم النبیین کے قول کی سند ہے اور سب انکے مقابلہ میں غلط ہیں پس اب حضرت کے بیان کے موافق اس عالم کا بیان کیا جاتا ہے

سو اول طبقہ کو عالم برزخ دوسرے کو عالم حشر کہتے ہیں اب ہم وہ آیات ذکر کرتے ہیں کہ جن سے
عالم برزخ کا ثبوت ہے قال تعالی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم
الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب صبح اور شام کفار فرعونی آتش دوزخ کے
پیش کیجاتی ہیں اور جس روز قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کرو
یہاں سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی جزا اور سزا کے دو درجے ہیں ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک
کہ جسکو عالم برزخ کہتے ہیں اور اس درجہ میں جزا اور سزا پوری پوری نہیں ہوتی کیونکہ اس
درجہ میں فرعونیوں کے لیے آگ کے پیش کیا جانا فرمایا اور قیامت میں سخت عذاب کی
تصریح فرمائی ہے اور دوسرا قیامت سے لیکر ابد الآباد تک اور اس درجہ کو حشر و نشر کہتے
ہیں اور اسمیں پوری جزا و سزا ہوتی ہے کہ جیسیں اشد العذاب کا لفظ وارد ہے وقال تعالی
اغرقوا فادخلوا نارا یعنی قوم نوح غرق کی گئی اور جبھی آگ میں داخل کیے گئے ۔ اور
زبان عرب میں فای تعقیب کے لیے آتی ہے اور تراخی نہیں چاہتے پس ثابت ہوا کہ ڈوبتے
ہی آگ میں داخل کیے گئے بلا تراخی پس اس سے عالم برزخ ثابت ہوا کیونکہ مرنے کے بعد سے
حشر تک کے زمانہ کو عالم برزخ کہتے ہیں اور ابھی حشر نہیں ہو چکا کہ حشر کے عذاب پر محمول
کیا جاوے وقال تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم
یرزقون فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم
من خلفہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انکو مردہ
نہ گمان کر بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں رزق دیے جاتے ہیں خوش ہیں اللہ کی دی ہوئی
نعمتوں سے اور جو انکے خویش و اقارب ابھی انکے پاس نہیں پہنچے مرکے بلکہ زندہ ہیں سو انکے
حال سے ان شہداء کو یہ خوشی سنائی جاتی ہے کہ انپر بھی کچھ خوف نہیں اور نہ وہ رنج میں

پڑینگے ۔ یہاں سے بھی ثابت ہوا کہ مرنیکے بعد نیکو نکو یہ کچھ راحتیں ملتی ہیں اور جو لوگ اُنکے خویش
واقارب دنیا میں نیک ہیں اُنکو وہاں اُنکی فکر ہے کہ دیکھیے وہ مرکر کہاں جاتے ہیں سو اُنکے
حال سے بھی لوگونکو وہاں مژدہ سُنایا جاتا ہے کہ وہ بھی مرکر تمہارے پاس آوینگے اور یہ صاف
ظاہر ہے کہ یہ معاملہ اُنسے حشر سے پہلے ہے اور یہی مدعا ہے وقال تعالےٰ قِيلَ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ
قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ٭ یعنے جب حبیب
نجار کو کفار نے شہید کردیا تو اُنکو حکم ہوا کہ جنت میں داخل ہو جب وہ جنت میں گئے تو
اُنکو یہ آرزو ہوئی کہ کاش میری قوم بھی اسکو جان لیتی کہ مجھے میرے ربنے بخشدیا اور
مکرمین میں مجھے داخل کیا کہ اسکے بعد وہ بھی ایمان لاتے ۔ المختصر یہ آیات اور اُنکے ماسوا
اور آیات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرنیکے بعد نیک اور بد کو حشر سے پہلے ہی جزاء و سزا
ملتی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کس لیے کہ موت سے جو اصل انسان ہے وہ فانی نہیں ہوتا بلکہ بدن سے
جدا ہو جاتا ہے جیسا کہ عقل و نقل اسکی شاہد ہیں پس اگر اسکو حشر و نشر ہی میں جزاء و
سزا ہوا کرتی تو اتنی مدت اُس سے پہلے اُسکو معطل رکھنا اللہ کی عدالت کے خلاف ہے پس وہ جو
بعض **شیعہ** اور بعض **معتزلہ** یہ کہتے ہیں کہ مرکے آدمی بمنزلہ جمادات کے ہو جاتا ہے اُسکو
سزا و جزاء ہونا محال ہے پس اُسکو حشر و نشر ہی میں جزاء و سزا ملے گی اُسکے پہلے نہیں
سو یہ قول انکے کمال جہالت پر دلالت کرتا ہے اور عقل و نقل و اجماع جمہور مسلمین بلکہ
تمام بنی آدم کے خلاف ہے اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکے لیے نہیں ہے، لہذا اکثر شیعہ و معتزلہ
ہمارے موافق ہیں یہ دنل پانچ آدمی کالمعدوم ہیں پس تمام اُمت کا عالم برزخ میں ثواب

لہ کسلیے کہ اُنہوں نے انسان اُس جسم کو ہی قرار دیا حالانکہ روز راز لمیں جب خدا نے سب سے وعدہ لیا تو وہاں اجسام موجود نتھے دوم جسم لڑکپن سے بڑھاپے تک متغیر ہوتا رہتا ہے حالانکہ انسان میں تغیر نہیں ہوتا۔ لڑکپن کا جسم بڑھاپے کے جسم سے کلیتہً مغائر ہے لیکن وہ شخص وہی ہے ۱۲ منہ

وعذاب ہونے پر اتفاق ہے اب میں وہ احادیث نقل کرتا ہوں کہ جن سے عالم برزخ کے ثواب و عقاب کی خوب تشریح ہو جاوے صحیحین[1] میں انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مُردے کو قبر میں دھر کر اُسکے اہل و عیال پھرتے ہیں تو وہ اُنکی جوتیوں کی تہپک سنتا ہے پھر اُسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اُسے بٹھلا کر پوچھتے ہیں کہ تو ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جانتا تہا پس اگر مومن ہے تو کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پس اُسکو کہتے ہیں کہ تو پہلے اپنا دوزخ کا ٹھکانا دیکھ کہ اُسکے بدلے اللہ نے جنت میں جا دی ہے تو اُسکو دونوں جگہ نظر آتی ہیں اور اگر مُردہ منافق یا کافر ہے تو وہ اُنکے جواب میں کہتا ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا جو کچھ اور لوگ اُنکو کہتے تہے میں بہی کہدیا کرتا تہا تب فرشتے کہتے ہیں تو نے نہ جانا نہ مانا پس اُسکو لوہے کے گرز سے ایسا مارتے ہیں کہ اُسکی چیخ سوائے جن و انس کے سب سنتے ہیں امام مسلم نے زید بن ثابت رض سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار بغلۃ[2] پر سوار ہو کر بنی نجار کے باغیچے کے پاس سے ہو کر نکلے اور ہم لوگ آپکے ساتھ تہے کہ یکایک بغلہ ایسا بدکا کہ قریب تہا کہ آپ گر پڑتے پھر دیکھا تو وہاں پانچ چھ قبریں تہیں آپنے پوچھا کہ کوئی ان قبر والوں کو جانتا ہے ایک نے عرض کیا کہ ہاں میں جانتا ہوں آپنے پوچھا کس زمانے کی قبریں ہیں اُسنے عرض کیا کہ یہ لوگ شرک کے زمانہ میں مرے ہیں تب آپنے فرمایا کہ قبر والے عذاب میں مبتلا ہیں اگر یہ خوف نہوتا کہ تم آئندہ مُردے کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتے جو عذاب میں سنتا ہوں تمہیں سنواتا پھر آپنے ہماری طرف مُنہ پھیر فرمایا پناہ مانگو اللہ سے عذاب قبر سے ہمنے کہا الہی تیری پناہ ہے عذاب قبر سے پھر فرمایا پناہ مانگو عذاب قبر سے ہمنے کہا الہی تیری پناہ ہے عذاب قبر سے فرمایا پناہ مانگو اللہ کی ظاہر اور باطن

---

[1] صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو کہتے ہیں ۱۲ منہ [2] بغلہ عرب میں ایک قسم کے خچر کا نام ہے ۱۲ منہ

فتنوں سے ہمنے کہا الٰہی تیری پناہ ہے ظاہر اور باطن کے فتنہ سے فرمایا پناہ مانگو فتنہ دجال سے
ہمنے کہا الٰہی تیری پناہ ہے فتنۂ دجال سے۔ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت کو قبر میں دفناتے ہیں تو اُسکے پاس سیاہ رنگ
نیلی آنکھوں کے دو فرشتے آتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں وہ مردے سے پوچھتے
ہیں کہ تو انکو [سلہ] (یعنے نبی علیہ السلام کو) کیا کہا کرتا تہا تب وہ کہتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اُسکے
رسول ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
پس وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پہلے ہی معلوم ہو گیا تہا کہ تو یوں کہیگا پہر اُسکی قبر ستر در ستر گز کشادہ
ہو جاتی ہے اور اُسکو منور کیا جاتا ہے پہر اُسکو کہتے ہیں کہ اب تو سو جا آرام کر تب وہ کہتا ہے
مجھے گہر جانے دو کہ وہاں اپنے اہل و عیال کو بہی اپنے احوال کی خبر کر آؤں پس وہ کہتے ہیں کہ سو
جسطرح سے دولہا سوتا ہے کہ سوائے دولہن کے اُسے کوئی اور نہیں جگاتا ہے یہانتک کہ تجہے خدا
تیری قبر سے اُٹہاوے یعنی حشر تک یہاں آرام کر اور اگر مردہ منافق ہے تو جواب میں کہتا ہے
جو کچہ اور لوگ انکو کہتے تہے مینے بہی سنکر وہی کہدیا اب میں کچہ نہیں جانتا تب وہ کہتے ہیں
ہمکو پہلے ہی معلوم ہو گیا تہا کہ تو یوں کہیگا پس زمین کو حکم ہوتا ہے کہ تو اسکو بہینچ لے تب زمین
اسطرح بہینچتی ہے کہ اسکی ادہر کی پسلیاں اُدہر نکل جاتی ہیں پس ہمیشہ اُسکو قبر میں عذاب
رہتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اُسکو اُسکی قبر سے اُٹہاوے۔ امام احمد اور ابو داؤد نے براء بن عازبؓ
سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے تہے کہ مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اُسکو
بٹہلا کر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے پس وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پہر کہتے ہیں دین تیرا کیا ہے وہ
کہتا ہے دین میرا اسلام ہے پہر کہتے ہیں یہ شخص جو تمہارے پاس آیا تہا (یعنی نبی علیہ السلام)

سلہ یا تو سبب اسکے کہ روح مجرد ہے بعد مکان اُسنے نہیں چاہتی آنحضرت اُسکو اپنی جگہ میں قبر سے دکہلائی دیتے ہیں
یا حضرت کی تصویر دکہلا کر یا ذکر کر کے پوچھتے ہیں ۱۲ منہ

کون ہے وہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تب وے کہتے ہیں تونے کاہے سے جانا وہ
کہتا ہے اللہ کی کتاب کو پڑھا اور سچ جانا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا) اللہ کے اس قول میں جو
ثابت رکھتا ہے سو وہ اسی جا ثابت رکھنا مراد ہے یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
الآیۃ ثابت رکھتا ہے اللہ مومنوں کو سچے قول پر ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک
آواز دینے والا آسمان کیطرف سے یہ کہتا ہے سچا ہے میرا بندہ اسکے واسطے جنت کا فرش
بچھاؤ اور اسکو جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کیطرف اسکے لیے دروازہ کھولدو پس دروازہ
کھل جاتا ہے وہاں سے سرد ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور جہانتک اسکی نظر جاتی ہے
وہانتک اسکی قبر کشادہ ہوجاتی ہے ۔ اسیطرح اس حدیث میں کافر کا حال لکھا ہے کہ اسکو
جواب نہیں آتا ہے اور مومن کے برخلاف سب معاملات اس سے عمل میں آتے ہیں اختصار کے لیے
تمام حدیث کو نقل نکیا ابن ماجہ نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب مردے کو قبر میں رکھتے ہیں تو اسکو آفتاب غروب ہوتا ہوا دکھلائی دیتا ہے پس بیٹھکر آنکھیں
ملنے لگتا ہے اور کہتا ہے (منکر و نکیر کو) مجھے ذرا چھوڑو میں نماز پڑھ لوں ۔ الغرض اس احوال میں
اس کثرت سے احادیث ثابت ہیں کہ سبکا مضمون مشترک حد تواتر کو پہنچگیا ہے **ف**
احادیث میں جزا و سزا کا مقام علیین و سجین بھی آیا ہے کہ ملائکہ
مومنین کی ارواح کو قبض کرکے جنت کی حریروں میں لپیٹ کر
نہایت تعظیم و تکریم سے ساتویں آسمان تک لیجاتے ہیں پھر
وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ علیین میں اسکو لیجاؤ پس وہ
جہاں اور مومنین کی ارواح ہیں وہاں آتا ہے وہاں کے مومنین
اس سے دنیا میں اپنے اپنے اقارب کا حال دریافت کرتے ہیں

اور اُسکے آنے سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ جسطرح کوئی کسی غائب کے آنیسے خوش ہوتا ہے
احمد اور نسائی نے اسکو روایت کیا ہے اور شہیدوں کے لیے جنت میں پہنچنا ثابت
ہوا ہے اور کافر اور منافق کی روح کو فرشتے نہایت شدت کے ساتھ قبض کرکے بدبو کے ٹاٹ
میں بند کرتے ہیں اور آسمان کیطرف لاتے ہیں سو وہاں اُسکے لیے آسمان کا دروازہ نہیں
کھلتا ہے پھر حکم ہوتا ہے کہ اسے سجین میں جہاں اور کفار کی ارواح معذب ہیں لیجاؤ
سو وہاں لیجا کر عذاب میں گرفتار کرتے ہیں پس مومن حشر تک علیین میں آرام اٹھاتے
ہیں اور کافر حشر تک سجین میں عذاب پاتے ہیں پس ان احادیث میں اور جن میں کہ قبر
اندر ثواب عقاب ثابت ہے مطابقت اسطرح پر ہے کہ بعد قبض ہونیکے روح آسمان پر جاتی ہے
اور وہاں سے منکر ونکیر کے سوال وجواب کے لیے تھوڑی دیر پھر قبر میں بدن سے ایک نوع کا
تعلق ہوتا ہے چنانچہ یعاد الروحه فی جسده اسپر دلالت کرتا ہے لیکن یہ تعلق حیات کے
تعلق کی مانند نہیں ہوتا ہے تاکہ کوئی یوں نہ کہے کہ قبر میں مردہ اُٹھتا بیٹھتا یا حرکت کرتا
نہیں معلوم ہوتا ہے پس بعد جواب منکر ونکیر کے علیین ہی اُسکے لیے رہنے کا حکم ہو جاتا ہے
لیکن قبر سے پھر اسطرحکا تعلق رہتا ہے کہ جو کوئی وہاں جاکر سلام علیک کہتا ہے وہ سن لیتا ہے
اور چونکہ اُس جسم سے فی الجملہ اُسکو تعلق رہتا ہے خواہ جسم ریزہ ریزہ ہو جاوے پس اس تعلق کے
سبب اُسکی قبر میں بھی وسعت اُسکے کیجاتی ہے کہ اُسکو وہاں کسی نوع کی تکلیف نہو جس طرح کوئی
کسی بالاخانہ میں رہتا ہے لیکن اُسکی نظر کے سامنے کے مکانوں اور زمین کو کہ جہاں سے اُسکو تعلق
نظری ہے نہایت صاف اور درست رکھتے ہیں کہ دل تنگ نہووے علی ہذا القیاس حال کافر اور

۵ اور جبکہ یہ ثابت ہوا کہ قبر سے خاص گڑھا مراد نہیں کہ جسمیں جسم دفن کیا جاتا ہے بلکہ عالم برزخ مراد ہے خواہ
کوئی پانی میں غرق ہو خواہ آگ میں جلجاوے اُسکی وہی قبر ہے پس اسکو رتمیں علیین و سجین میں عذاب و ثواب
ہونا عین قبر میں عذاب و ثواب ہے کچھ مخالفت نہیں لہذا مطابقت کی ضرورت نہیں ۱۲ منہ

منافق کا ہے بعض علماء کہتے ہیں ممکن ہے کہ ہر شخص کا وہاں جدا جدا حال ہو بعض قبر میں عذاب
و ثواب پاتے ہوں اور بعض علیین اور سجین میں رنج و راحت اٹھاتے ہوں واللہ اعلم ۔ اور سر یہ ہے
کہ وہ عالم اس عالم سے بالکل غیر ہے وہاں کی کوئی بات اس عالم کے مشابہ نہیں پھر من و عن حال
وہانکا تقریر سے کیونکر ادا ہو سکے اور سامع کس طرح اسکا تصور کر سکے اسی لیے بسبب بیان کرنے
مختلف حالات کے اور مختلف مقامات کے اکثر لوگ شارع کے کلام میں اختلاف سمجھ بیٹھتے ہیں جس طرح
کسی نے کوئی شہر بالکل نہیں دیکھا اور ایک دیکھنے والا اسکا حال بیان کرتا ہے ایکروز دروازہ ایک
امیر کا حال بیان کرے اور ایکروز کسی مکان اور بازار کا اور کسی وقت کسی اور حال کو وہاں کے
ظاہر کرے اگر سامع نہایت فطین اور ذکی ہوگا تو مقامات کا اختلاف سمجھیگا اسکے بیان کو
مضطرب نہ کہیگا اسی لیے صحابہ کو کبھی کسی نوع کا شک پیدا نہوتا تھا اور کم عقل اسکے بیان میں اختلاف
سمجھ لیگا پس یہ حال عام مومنین کا ہے اور شہیدوں کو قبل حشر کے بھی جنت میں جا ملتی ہے اور اسی طرح
جو شخص ان سے بھی زیادہ رتبہ میں ہو جس طرح کہ صدیقین اور انبیاء ہیں یا جسکو اللہ چاہے اسکو بھی جنت
میں مقام ملتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ **ف** ملحدوں کے چند شبہات اور انکے جواب
ذکر کرتا ہوں تا کہ کوئی انکی کید میں آکر انکار نکر بیٹھے اور جہنم میں جا ٹھکانا بنائے **شبہہ** قبر میں
کسی مردہ کو آج تک ثواب و عذاب ہوتے کہ جنکا ذکر احادیث میں آیا ہے مبتلا نہیں دیکھا نہ کسی کی قبر کی
وسعت معلوم ہوئی کہ ستر در ستر کشادہ ہو گئی ہو علیٰ ہذا القیاس **جواب** ہم پہلے ثابت کر چکے
ہیں کہ اصل میں انسان روح ہے اور بدن اسکے تابع ہے ثواب و عذاب بھی عالم برزخ میں روح کو ہوتا ہے
پس جب تمکو وہ شخص ہی نظر نہیں آتا تو اسکے ثواب و عذاب کیونکر نظر آوینگے پس جس قسم کا وہ
شخص ہے اسی قسم کے اسکے لیے عذاب و ثواب ہیں جیسے ہی اسکے کپڑے ہیں ویسا ہی اسکا فرش ہے
اسی قسم کے اسپر گرز پڑتے ہیں اسی قسم کے سانپ بچھو وہاں ڈستے ہیں پس جس طرح کہ روح جسم

عنصری نہیں اُسکے ثواب عذاب بہی عنصری نہیں اسیواسطے وہ نظر نہیں آسکتی یہ جواب تحقیقی ہے
اور تمہارے شبہہ کی بنا راسپر ہے کہ تمنے میت کہ جسکو ثواب عذاب ہوتا ہے اس خاک کے ڈھیر کو
جو اسکا مرکب تہا عرف عام کا اعتبار کرکے سمجھ لیا اور اُسی قسم کے عنصری عذاب ثواب تمنے
اسکے لیے فرض کیے پہر تمنے جب اسکو اُنسے خالی پایا تو تمہیں شبہہ ہوا اور الزامی گفتگو اسطرح ہے
کہ خواب میں کوئی شخص تمہارے روبرو کچہ ثواب عذاب دیکہے یا اپنی جائے نہایت تنگ دیکہے
یا میدان وسیع میں جاوے یا کوئی مہیب چیز اُسکو نظر آوے علی ہذا القیاس سو یہ سب ممکن ہے
حالانکہ اُسکا جسم تمہارے روبرو پڑا ہے اُسپر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا پہر کیا وجہ ہے کہ تم اُسکو
سچا جانتے ہو اور خواب میں اور اُس عالم میں یوں فرق ہے خواب میں روح جسم سے بدستور متعلق
رہتی ہے فقط توجہ اُسکی ادہر نہیں رہتی اُسپر وہ یہ کچہ معاملات دیکہتی ہے اور اُنکو تم سچ جانتے
ہو پس جب روح جسم سے بالکل الگ ہو گئی اور ترتب ہاں اُسپر کچہ اُس عالم کے حالات گذرتی ہیں
اُسکو تم خلاف عقل اور خلاف مشاہدہ کیوں قرار دیتے ہو پس جسطرح تم خواب میں تنگ اور وسیع
مکان میں ہونا مسلم رکہتے ہو اسیطرح اُسکی قبر کی کشادگی اور تنگی کو مسلم رکہو کیونکہ قبر کے
تنگ اور وسیع ہونیسے ہماری یہ مراد نہیں کہ یہ گڑہا کہ جسم کو جسمیں چہپایا ہے وہ تنگ و وسیع
ہوتا ہے بلکہ اُس عالم میں روح پر تنگی اور کشادگی ہوتی ہے اور اصل قبر اُسکی وہی ہے ہاں عرف
عام میں ہم جسم کے اعتبار سے اس گڑہے کو قبر کہتے ہیں **شبہہ** بعض لوگونکو آگ میں جلا دیتے
ہیں اور بعض پانی میں غرق ہو جاتے ہیں بعض ہوا میں معلق لٹکتے رہتے ہیں علی ہذا القیاس
پس اُنکے لیے قبر نہوگی اور منکر و نکیر کا سوال جواب جو خاص قبر میں ہوتا ہے وہ بہی نہوگا
جواب ابہی ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ گڑہا قبر مراد اصلی نہیں جسکو تم قبر سمجہتے ہو بلکہ مراد وہ ہے
جواب بیان ہو چکا پس خواہ کوئی غرق ہو یا جلے یا کوئی جانور اُسکو کہا جاوے اُسکی روح

جواب الزامی

شبہہ

جواب

بہر طور یہ معاملات بنتے جاتے ہیں اور وہاں ہی منکر و نکیر اُس سے سوال و جواب کر لیتے ہیں
اور وہاں ہی اُسکی روح پر کشادگی و تنگی وغیرہ ثواب عذاب ہو چکتے ہیں **شبہہ** جہاں ہزاروں
صدہا آدمی کے مرنیکا اتفاق ہوتا ہوگا پھر کوئی مشرق میں اور کوئی مغرب میں پس سب سے
ایک وقت میں دو فرشتے کیونکر سوال کرتے ہیں **جواب** جسطرح عزرائیل علیہ السلام کے بہت سے ملائک
روح قبض کرنیمیں تابع ہیں وہ سرکہیں سے روح قبض کرتے ہیں اسیطرح منکر و نکیر ایک جماعت کا
نام ہے اُسمیں سے دو فرشتے جا کر ہر جگہ سوال کر لیتے ہیں[1] **شبہہ** حدیث سابق سے
معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری قبر کے عذاب سے بدکی اور ایک جا آپنے یوں فرمایا
کہ سوائے جن و انس کے اُسکی چیخ سب سنتے ہیں پس کیا وجہ کہ اشرف المخلوقات کو جو انسان ہے
اور اُسکا ادراک بھی اوروں سے زیادہ ہے نظر نہ آوے اور حیوانات کو معلوم ہو جاوے **جواب**
مخلوقات میں سے جن و انس پر تکلیف شرعی اور غیب پر ایمان لانا فرض ہے پس اگر انکو بھی
یہ حال معلوم ہوا کرتا تو کوئی کبھی کسی امر غیر شرعی کا مرتکب نہوتا اور سب کا ایمان اضطراری
ہوتا اور ایمان بالغیب نہ رہتا اور یہ عالم بالکل خراب ہو جاتا پس اسمیں رسولوں کا بھیجنا بیکار
ہو جاتا سو اسلیے اللہ تعالے نے انسے اس حال کو مخفی رکھا اور وہ قدیر ہے اُسنے اور چیزوں
سے اُس پردہ کو اُٹھا دیا اور ممکن ہے کہ انسان خاص اس عالم کی چیزوں کے لیے مدرک ہو لیکن
اور چیزیں اُس عالم کا بھی ادراک کرتی ہوں - یا یہ ہو کہ اُنمیں سے بھی کبھی کسیکو معلوم ہو جاتا ہے
کیونکہ کسی حدیث سے صاف یوں نہیں معلوم ہوتا کہ اور چیزیں ہمیشہ سب کے عذاب ثواب
کو معلوم کرتے ہیں واللہ اعلم پس جو شخص اللہ تعالے کے اور عجائبات قدرت کو جو اس عالم میں
موجود ہیں بنظر غور دیکھیگا تو سب کے ساتھ اُس عالم میں ثواب عذاب ہونیکو کچھ بعید نہ
سمجھے گا اور جسکو اللہ تعالے نے دلکی آنکھوں سے اندھا پیدا کیا ہے اور مرض شک و انکار میں

شبہہ ١٠ — جواب ١٠ — شبہہ ١١ — جواب ١١

[1] ایک جواب اہل حقیقت کے طور پر اور بھی ہے ١٢

مبتلا ہے اگر کسی امر کو بعید سمجھے تو کچھ بعید نہیں ہزاروں احمق دنیا میں دنیا کے عجیب و غریب کاموں کو
اور کلو نا بے دیکھے انکار کر بیٹھتے ہیں چنانچہ تار برقی یا ریل کے ہونیسے پہلے اگر عامیوں سے
انکی کیفیت بیان کرتے بھی تو وہ کبھی یقین نکرتے بلکہ صدہا شکوک اور اعتراض اسپر
پیش کرتے اسیطرح بہت لوگ امور دنیا میں نہایت دانا ہیں لیکن امور آخرت کی نسبت
پرلے درجے کے احمق ہیں **ع** ہر کسی را بہر کارے ساختند **ف** قبر میں میت سے اس قسم
کے سوال میں بہت سی حکمتیں ہیں کہ انکو وہی خوب جانتا ہے **ف** بعض شخصوں سے قبر میں
سوال نہیں ہوتا ہے چنانچہ طبرانی نے ابی ایوب رضہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے
کہ جو شخص کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ یا غالب ہو جاوے یا شہادت پاوے وہ قبر میں
منکر و نکیر کے فتنہ سے محفوظ رہیگا ۔ اور امام احمد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے انہوں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو مسلمان جمعہ کی رات کو یا جمعہ کے دن میں مریگا فتنہ
قبر سے محفوظ رہیگا بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے اور مسلمانوں کے نابالغ لڑکوں
سے اور شہیدوں سے بھی سوال نہوگا الغرض جس سے سوال کرنیکا حکم آلہی ہوگا اُس سے منکر و نکیر سوال
کرینگے اور جسکے لیے حکم نہوگا اُس سے سوال نہوگا اُسکو بے سوال کے قبر میں ثواب اور راحت
پہنچایا جاویگا **وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ** رب کفار کو اور بعض مومنین گنہگار
کو قبر میں عذاب ہوتا ہے کل کفار کا قبر میں معذب ہونا احادیث سابقۃ الذکر سے
معلوم ہو چکا ہے اور بعض مومنین گنہگار کو اللہ اپنی رحمت سے بخشدیگا عذاب قبر سے محفوظ رکھیگا
جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور بعض مومنین کا گناہ سے قبر میں معذب ہونا ان احادیث سے
ثابت ہے بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار دو قبروں
کے پاس سے ہو کر گذرے پس فرمانے لگے کہ یہ دو شخص عذاب میں گرفتار ہیں لیکن اور کچھ بڑی بات کے

سبب سے انکو عذاب نہیں بلکہ انمیں سے ایک چغلی کیا کرتا تھا اور ایک پیشاب سے کم بچتا تھا پہر آپنے
ایک کہجور کی شاخ چیر کر آدہی ایک کی قبر پر گاڑدی اور آدہی دوسرے کی قبر پر پس جب لوگوں
نے اسکی وجہ پوچھی تو آپنے فرمایا کہ شاید انکے سبز رہنے تک اللہ انکے عذاب میں تخفیف کرے
اور ظاہر ہے کہ یہ دونو شخص کافر تہے دو وجہ سے ایک کہ حضرت نے انکے عذاب کا سبب یہ
گناہ بیان فرمایا اگر کافر ہوتے تو کفر کی وجہ سے عذاب کرنے میں ایسے گناہ کا ذکر بے محل
تہا دوسرے کافر کے لیے بعد مرنیکے آپ تخفیف نہ چاہتے حاکم نے بسند صحیح ابوہریرہ رضی سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانوں پیشاب سے بچا کرو کیونکہ
اکثر عذاب اسکے سبب سے ہوتا ہے ؛ ترمذی نے ابن عباس رضی سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے کہ سورہ تبارک الذی عذاب قبر کو روکتی ہے اور پڑہنے والیکو قبر کے عذاب سے
نجات دیتی ہے ؛ دارمی نے خالد بن معدان سے روایت کیا ہے کہ نجات دینے والی سورۃ
الم تنزیل کو پڑہا کرو کیونکہ مینے سنا ہے کہ ایک شخص بڑا گناہگار اسکو کثرت سے پڑہا کرتا
تہا مرنیکے بعد یہ سورۃ بازو پہیلا کر عذاب روکنے کو اسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ اے رب یہ
مجھے بہت پڑہتا تہا اسکو بخشدے پس رب نے اسکی شفاعت قبول کی اور حکم دیا کہ اس
سورۃ کے ایک ایک حرف کے بدلے اسکے ایک ایک گناہ معاف کرو اور ایک ایک اجر دو

ف عالم مثال میں دنیا کے اعمال ایک صورت خاص میں ظہور کرتے ہیں نیک اعمال حور
وقصور وطوبے کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور بداعمال سانپ بچہو طوق وزنجیر آگ وغیرہ
بنجاتے ہیں اور یہ بات اللہ کی قدرت سے کچہ بعید نہیں کہ جسنے معدوم محض کو ایکصورت
خاصہ میں ظاہر کردیا پس وہ اعراض کو جواہر بہی بنا سکتا ہے اور جس صورت میں چاہے لا سکتا ہے
اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اور مومنین کو وہاں عیش و آرام ہے)

مومنین کے لیے عیش و آرام کا ہونا اور نعمائی کا قبر میں پانا بھی پہلی احادیث سے اور آیات سے
ثابت ہو چکا ہے پس جو مومنین کامل ہیں اُنکے لیے تو یہ امر ظاہر ہے اور جو ناقص یعنے گنہگار
ہیں اُنکو بھی چاہیگا تو قبر میں نجات و راحت دیگا گو وہ بے توبہ کے مرجاویں **ف** قبر میں
جن گناہگار مسلمانوں کو عذاب ہوتا ہے سو وہ کبھی بقدر اُنکے گناہ کے ہو پھر موقوف ہو جاتا ہے
اور کبھی چند مدت کے بعد بغیر اسکے کہ بقدر گناہ پورا عذاب ہوا ہو یوں ہی اللہ اپنے فضل سے
رہائی کر دیتا ہے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدقہ و خیرات سے دور ہو جاتا ہے بالخصوص جمعہ کے
روز تو ہر مومن گناہگار کی رہائی ہو جاتی ہے اور اسیطرح رمضان میں بھی گنہگاروں کی رہائی ہوتی ہے علی
ہذا القیاس پھر جب جسکے لیے اللہ چاہتا ہے رہائی ہو جاتی ہے[51] لیکن کافر کے لیے کوئی چیز
نفع نہیں دیتی وہ ہمیشہ برزخ میں اور ابدالآباد حشر میں گرفتار عذاب رہیگا اَللّٰھُمَّ نَجِّنَا
مِنَ النَّارِ **(ضغطۂ قبر کبھی نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے)** ضغطہ گھبراہٹ
اور تنگی کو کہتے ہیں سو تھوڑی دیر کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کے شکر ادا نکرنے کے سبب ذرا سی
دیر کے لیے کبھی اچھے بندوں کو بھی تنگی ہو جاتی ہے پھر اُسیوقت دور ہو جاتی ہے چنانچہ امام احمد
نے جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ کے جنازہ پر تشریف لائے پھر
جب نماز پڑھکر انکو قبر میں دفنایا اور مٹی برابر کی تو حضرت نے بڑی دیر کھڑے ہو کر تسبیح کی پھر لوگوں نے
آپ سے اسکا سبب پوچھا فرمایا اس نیک بندے پر قبر کی تنگی ہوئی تھی پھر اللہ نے کھولدی۔ گویا
اسلیے تسبیح[52] و تکبیر کی اور نسائی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے سعد کی نسبت یوں فرمایا تھا کہ اسکی موت سے عرش کو حرکت ہوئی اور آسمانوں کے دروازے
انکے لیے کھولے گئے اور ستر ہزار فرشتے انکے جنازہ پر آئے تھے انکو بھی تھوڑی دیر تنگی
قبر کی معلوم ہوئی تو اور کا کیا مرتبہ ہے بیہقی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

[51] کذا فی کشف الصدور فی حال الموتی والقبور ۱۲ منہ [52] تسبیح سبحان اللہ کہنے کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

کہ کسی نے آنحضرت سے سعد بن معاذ کے ضغطہ کا سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ پیشاب سے پاک رہنے میں انسے کچھ کمی ہو جاتی تھی بیہقی نے عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا ہی کہ مینے حضرت سے عرض کیا کہ جب سے آپنے منکر و نکیر اور ضغطہ قبر کا ذکر کیا ہے میرے دلکو چین نہیں ہے آپنے فرمایا اے عائشہ منکر و نکیر کی آواز مسلمان کے کان میں ایسی نرم معلوم ہوگی کہ جیسا آنکھ میں سرمہ اور ضغطہ قبر ایسا ہوگا کہ جیسا کوئی درد سر کی شکایت کرے تب اسکی ماں نہایت مہربانی سے اسکے سر کو نرم نرم دبا دے

ف علمانے مسلمان کے گناہ معاف ہونیکے دس سبب لکھے ہیں اول توبہ کرنیسے دوم استغفار سے تیسرے نیک اعمال چوتھے دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونیسے پانچویں ضغطہ قبر سے چھٹے مسلمانوں کی دعا کرنیسے ساتویں اس سے کہ مسلمان اسکی طرف سے صدقہ دیویں آٹھویں قیامت کی سختی سے نویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دسویں اس سے معاف ہوتے ہیں کہ اللہ آپ رحمت کرکے بخشدیوے پس ضغطہ قبر بھی مومن کو اسی سبب سے ہوتا ہے کہ بشریت سے جو بھی کوئی گناہ ہوگیا ہو اسکے معاف ہو جاوے بعض کو اللہ ضغطہ سے بھی محفوظ رکھیگا چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن شخیر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص مرض موت میں قل ہو اللہ احد پڑھیگا فتنہ قبر اور ضغطہ قبر سے محفوظ رہیگا اور قیامت کے روز ملائکہ ہاتھوں ہاتھ اسکو پل صراط اتار کر جنت میں لیجا دینگے

(زندہ مومنوں کی دعا اور صدقہ دینے سے مردہ مومن کو نفع پہنچتا ہے) اگر مردہ مومن عذاب میں مبتلا ہوگا تو اسکو دعا اور خیرات سے یا تخفیف ہو جائیگی یا بالکل معاف ہو جاویگا اور اگر عذاب میں مبتلا نہیں تو اسکو دعا اور خیرات سے اسکے لیے وہاں درجات زیادہ ہو جاتے ہیں بہر طور اسکو نفع ہوتا ہے اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہؓ اسکے لیے دلیل ہے قال تعالیٰ وَالَّذِیْنَ

فا

ایصال ثواب کا بیان

جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
اور واسطے ان لوگوں کے جو انصار و مہاجرین کے بعد آئے اور کہتے ہیں کہ الٰہی ہمکو بخش اور جو ہمسے
پہلے مومن ہیں انکو بخش دے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ دعا اموات کو بھی شامل ہے پس اگر اس دعا سے
سابقوں کو کچھ نفع نہوتا تو اللہ تعالےٰ اسکو بعد والونکی مدح میں ذکر نفرماتا بلکہ یہ دعا فعل عبث
گنا جاتا - اور جنازے پہ نماز پڑہنا حضرت کے عہد سے ابتک جمہور اہل اسلام ہاں چلا
آتا ہے پس اگر میت کو اس سے کچھ نفع نہیں ہے تو گویا ایک فضول امر ہے اور کسطرح سے
فضول ہوسکے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نسبت نہایت تاکید فرماتے ہیں اور
میت کو نفع ہونیکی صراحت کرتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں آنحضرت سے منقول ہے کہ جب میت پہ
سو مسلمان نماز پڑہیں اور اسکے لیے شفاعت کریں تو اللہ انکی شفاعت قبول فرماتا ہے اور
دوسری جا مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب میت پہ چالیس
آدمی جو شرک نہول نماز پڑہیں تو اللہ انکی شفاعت قبول فرماتا ہے اور طبرانی نے اوسط
میں انس رضؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میری امت پہ اللہ
کی بڑی رحمت ہے کہ جو قبر میں گنہگار داخل ہونگے بسبب دعا اور استغفار مسلمانوں کی قبر سے
بیگناہ ہوکر اٹھیں گے ۔ اور صدقہ کے نافع ہونیمیں بھی بہت سی احادیث وارد ہیں چنانچہ صحیحین میں
حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ماں
یکایک بے وصیت کیے مرگئی ہے اور مجھے گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بولتی تو وصیت کرتی اب اسکو ثواب ہوگا
اگر میں صدقہ دوں آپنے فرمایا ہاں ہوگا بخاری نے ابن ماجہ سے روایت کیا ہے کہ سعد بن عبادہ رضؓ
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں بعد فوت ہوگئی ہے پس اگر اب میں اسکی طرف سے
صدقہ دوں تو اسے نفع ہوگا آپنے فرمایا ہاں ہوگا سعد نے کہا اب میں آپکو گواہ کرتا ہوں کہ

میرا باغ میری ماں کی طرف سے صدقے ہے امام احمد اور اصحاب سنن اربع نے سعد بن عبادہ سے
روایت کیا ہے کہ مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کے لیے پوچھا کہ انکو کونسا صدقہ
نافع ہے آپنے فرمایا پانیکا صدقہ نافع ہے پس سعد نے ایک کنواں کھدوا کر اپنی ماں کے نام
سے صدقہ کردیا طبرانی نے اوسط میں انس رض سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جب گھروالے کسی میت کی طرف سے بعد موت کے صدقہ دیتے ہیں تو جبرئیل نور کے طباقوں
میں لگا کر اسکے پاس لیجاتے ہیں اور وہ نہایت خوش ہوتا ہے اور اسکے پاس والے
کہ جنکے پاس کسی نے ہدیہ نہیں بھیجا غمگین ہوتے ہیں بیہقی اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مردہ قبر میں غریق کی مانند دعا کا منتظر رہتا ہے پس جب
ماں باپ یا دوست خالص کی طرف سے اسے دعا پہنچتی ہے تو اسکو دنیا اور ما فیہا سے محبوب
سمجھتا ہے اور بلا شک زندونکی دعا کو قبر میں پہاڑ کی مانند بناکے اللہ بھیجتا ہے اور زندونکی
طرف سے مردوں کے لیے استغفار تحفہ ہے غرض اور بہت احادیث اس مضمون کی کتب احادیث
میں وارد ہیں کہ انکو شمار سے باہر کہیں تو بجا ہے اور سلف سے خلف تک کسی نے اسکا انکار نہیں
کیا ہے لیکن بعض منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر آدمی خاص اپنے اعمال سے نفع و ضرر اٹھاتا ہے
اور قرآن میں وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی آیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم النّاس
مجزیون باعمالھم فرمایا ہے جواب آیت کا یہ ہے کہ اول تو یہ آیت ہماری دعا کی مخالف
ہی نہیں کیونکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ جس چیز کی انسان نیت کریگا اسکے کام سے وہی چیز ملیگی
چنانچہ حدیث میں آیا ہے لکل امرئ ما نوی یعنی ہر آدمی کو وہی ملتا ہے کہ جسکی وہ نیت کرتا ہے
ثواب کی نیت سے کریگا تو ثواب پاویگا اور نامداری کے لیے کریگا تو اسکا بدلہ وہی دیا جاویگا

سلہ ترجمہ اور یہ کہ نہیں واسطے آدمی کے مگر جو کچھ سعی کی ہے ۱۲ منہ سلہ ترجمہ آدمیوں کی
جزا دیجاویگی انکے اعمال پر ۱۲ منہ

پس اس سے یہ نہیں نکلتا کہ دوسروں کے اعمال سے مردہ کو نفع نہیں پہنچتا دوم یہ جواب ہے کہ یہاں لام تملیک اور استحقاق کے واسطے ہے یعنی انسان کو استحقاق اور تملیک اپنے ہی اعمال میں ہے پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسرے کے اعمال سے اسکو اسکو نفع نہیں پہنچتا یا لام للانسان میں علی کے معنی میں ہے پس اس آیت سے اور جسقدر آیات و احادیث اس مضمون کی ہیں مثل کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ تو سب سے یہ مراد ہے کہ کسی آدمی کو کسی کی بدی نہیں پہنچتی کیونکہ یہ خلاف عدالت ہے پس بدی میں ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں سزا پاویگا کسیکا عمل اور کو ضرر نہ دیگا لیکن نیکی میں یہ حکم نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مومن کا عمل ضائع نہیں کرتا پس جس شخص نے کسیکے لیے کچھ نیکی کمائی تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اُس شخص کو بھی کہ جسکے لیے نیکی کی ہے محروم نہیں رکھتا اور اس نیکی کرنیوالیکو بھی اجر دیتا ہے ف مالی عبادت کے ثواب پہنچنے میں سب اہل سنت متفق ہیں ہاں بدنی عبادت میں اختلاف ہے امام شافعی انکار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ انہیں ادلہ کے عموم سے ثابت کرتے ہیں دوسری اور بہت احادیث انکے لیے ہیں چنانچہ بخاری اور مسلم نے عائشہ رضی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ اپنے ذمہ پر لیکر مرجاوے تو اُسکی طرف سے کوئی قرابت دار ادا کرے اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ میری ماں پر دو مہینے کے روزے واجب تھے اگر اُسکی طرف سے میں ادا کردوں آیا کافی ہو جاوینگے آپنے فرمایا ہاں پھر اسنے کہا میری ماں نے کبھی حج نکیا تھا اگر میں اُسکی طرف سے کردوں تو اُسکو کافی ہوگا آپنے فرمایا ہاں

سلہ ترجمہ ہر آدمی ساتھ اُس چیز کے کہ کمایا ہے گرفتار ہے ۱۲ منہ سلہ ہنود کے نزدیک بھی میت کو ثواب پہنچتا ہے نصاریٰ کے نزدیک عیسیٰ تمام امت کے لیے کفارہ ہیں پس اُنکے گناہ عیسیٰ نے اُٹھالیے ہیں جب وہ اس محال کے قائل ہیں تو یہ کیا محال ہے کہ دوسرے کی نیکی جو کسی کی نسبت سے کیجاوے خدا اُسکو نفع دیوے کیونکہ نیکی کا اجر تو اُسکے ہاں سے یقیناً ملتا ہے پس اُس اجر کو اُسنے جب غیر کے لیے چاہا تو اللہ نے اُسکو دیدیا اور قطع نظر اسکے اہل اسلام پر بفضل خدا خاص ہے کہ زندہ کی نیکی سے مردہ کو نفع دیتا ہے اور جو عقلاً اُسکو محال کہے دلیل لاوے ۱۲

پس روزہ کا بدنی عبادت ہونا تو خود ظاہر ہے لیکن حج بھی بدنی عبادت ہے کیونکہ جس قدر ارکان
حج ہیں انمیں کہیں روپیہ کی ضرورت نہیں کس لیے کہ جو قربانیکی طاقت نہیں رکھتے ہیں انکو روزے
رکھنے کا حکم ہے روپیہ فقط کعبہ پہنچنے کے لیے شرط ہے اور اسی سبب سے فقیر پر بھی مکہ میں پہنچنے سے
حج واجب ہوجاتا ہے اور اسی لیے سب اہل مکہ پر فرض ہے پس بدنی عبادت کا نفع پہنچنا میت
کو صاف ثابت ہو گیا کس لیے کہ میت پر کوئی چیز واجب نہیں رہتی فقط زندگی میں تکلیف شرعی
ہے پس میت کی طرف سے واجب ادا کرنیکے یہی معنی ہیں کہ میت حالت حیات کے واجبات
ترک کرنیکے سبب جو ماخوذ تہا اس ارث کے ادا کرنیسے رہا ہو گیا اور یہی نفع ہے پس جب
یہ ثابت ہوا کہ کل مالی عبادت کا ثواب اور بدنی میں حج و روزہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
تو جمیع فقہا اسبات پر متفق ہو گئے کہ قرآن کے پڑہنے اور اعتکاف اور نوافل وغیرہا عبادت
بدنیہ کا بھی ثواب میت کو پہنچتا ہے چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرؓ سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مردےکو بند کرکے نرکھا کرو جلدی لیجایا کرو
اور اسکے سر کیطرف سے سورہ بقر کا اولؔ اور اسکے پاؤں کیطرف سورہ بقر کا اخیر پڑہا کرو
امام احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے معقلؓ بن یسار سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں کے پاس سورہ یسین پڑہا کرو خلال نے شعبی سے روایت
کیا ہے کہ انصار میں جب کوئی مرجاتا تہا تو اسکی قبر پر قرآن پڑہا کرتے تہے ابو محمد سمرقندی
نے حضرت علی سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جاکر
گیارہ بار قل ہو اللہ پڑہکے مردوں کی روح کو بخشدے تو اسکو بھی جس قدر مردے وہاں ہیں ثواب ملیگا
ابوالقاسم سعد بن علی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

ف سورہ بقر کا اول الم ہے اور اخیر بعد ما فی السموات کا رکوع تو ایک اول کا اور
ایک اخیر کا رکوع پڑہنا چاہیے ۱۲ منہ

کہ جو شخص قبرستان میں جاکر سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ اور الہٰکم التکاثر پڑہکر سب مردوں کی روح

کو بخشدے تو تمام مومنین اور مومنات قیامت کو اُسکے شفیع ہونگے عبدالعزیز صاحب خلال

نے اپنی سند سے انس سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جو شخص قبرستان

میں جاکر سورۂ یٰسین پڑہے مُردوں کے عذاب میں تخفیف ہو جاوے اور جس قدر وہاں مردے ہیں

اُسقدر اُسکو بہی ثواب ملے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں امام احمد بن حنبل سے

روایت کیا ہے کہ اگر قبرستان میں جاکر سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ اور معوذتین پڑہکر اہل

مقابر کی روح کو بخشدے تو اُنکی روح کو ثواب پہنچیگا نقل کیا ہے ہکو ثناء اللہ محدث پانی پتی علیہ الرحمہ نے

ترجمہ شرح الصدور جلال سیوطی میں واللہ اعلم **ف** اگر کوئی کافر کسی کافر مُردہ کیلیے دعا کرے یا صدقہ دے

یا کسی مومن مُردہ کے لیے دعا کرے یا صدقہ دے ہرگز نفع نہ دیگا کیونکہ کافر وں کے سب اعمال حبط

ہیں اور بعد مرنیکے کافر کو تخفیف نہیں ہوتی کہ کسیکی دعا یا صدقہ سے تخفیف ہو جاوے اوسیطرح اگر مومن کسی کافر

مُردہ کیلیے دعا کرے یا صدقہ دیوے وہ بہی اُسکو نفع نہ دیگا فقط مومن کی دعا یا صدقہ مومن ہی کو نفع

دیتا ہے **ف** جو لوگ عالم برزخ میں ہیں خواہ وہ ثواب میں ہوں خواہ عذاب میں حشر تک

وہاں ہی رہینگے پس جب عالم فنا ہو چکیگا اور پہر مردے زندہ ہوکر حساب و کتاب ہونگے پس ثواب یا

والونکو جنت میں اور عذاب والونکو دوزخ میں داخل کر دیا جاویگا اور پہر وہاں کسیکو فنا نہیں

چنانچہ تفصیل حشر کی اور حساب و کتاب کی اور وہاں دوزخ جنت میں رہنے کی اور علامات

قیامت کی تیسرے باب میں مذکور ہونگی انشاء اللہ تعالیٰ لیکن نہیں ہے کہ مر کے انسان پہر اسی

دنیا میں کسی قالب میں آجاوے اور وہاں اپنے اعمال کی سزا و جزا پاوے جسطرح کہ اکثر ہنود کہتے ہیں

اور اسکا تناسخ نام رکہتے ہیں کیونکہ یہ تناسخ قرآن و احادیث اور ادلہ عقلیہ سے کہ جو کتب حکمت میں

مذکور ہیں باطل ہے لہٰذا تمام عقلاء اسکو باطل کہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ و من ورائہم برزخ الیٰ

يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ یعنی قیامت تک مُردوں میں ایک حجاب کہا ہوا ہے کہ اسکے سبب پھر کے نہیں آتے وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ یعنی جس قریہ کو کہ ہمنے ہلاک کردیا ہے پھر اسپر پھر آنا حرام ہے اس امر میں احادیث بھی بکثرت وارد ہیں اور اہل اسلام میں سے کوئی فرقہ اسکا قائل بھی نہیں ہوا لہذا اسیقدر پر اختصار کرتا ہوں اور ادلہ عقلیہ کا کتب فلسفہ میں حوالہ دیتا ہوں جسے دلیل عقلی مطلوب ہو وہاں دیکھ لے اس مختصر میں انکے ذکر کی گنجایش نہیں ❊ ❊ ❊

باب سوم

فصل (قیامت کی علامتونکی جنکی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے کہ بُرے کام اور بُرے لوگ ظاہر ہونگے پھر امام مہدی ظہور کرینگے پھر دجال ظاہر ہوگا پھر عیسے علیہ السلام آسمان سے اترینگے پھر قوم یاجوج ماجوج ظاہر ہوگی پھر دابة الارض زمین سے اور آفتاب مغرب کیطرف سے نکلیگا سب حق ہیں)

کیونکہ یہ سب چیزیں فی نفسہ ممکن ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی خبر دی ہے اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب خبریں حق ہوتی ہیں پس یہ بھی حق ہیں اور ممکن ہونا انکا اظہر من الشمس ہے کوئی دلیل انکے محال ہونیکی کسیکے پاس نہیں بلکہ اہل کتاب کے ہاں خود یہ علامات قیامت مذکور ہیں چنانچہ کتاب حزقیل باب ۳۹ میں یاجوج ماجوج کا آنا اور پھر ویاں مرجانا اور انکے تیر و کمان سے سات برس تک لوگونکا ایندھن جلانا صاف مذکور ہے اور مکاشفات یوحنا میں دجال اور دابة الارض اور عیسے علیہ السلام کا نزول بھی مذکور ہے پس انکو محال اور خلاف عقل کہنا یا شک و شبہ کرنا کمال نادانی ہے اور یہ ہے کہ جسطرح ہر عظیم الشان چیز کے فنا یا پیدا ہونیکے لیے اول میں علامات اور آثار ہوا کرتے ہیں سو اس عالم کا فنا ہونا بھی عظیم الشان امر ہے پس اسیطرح اسکے لیے بھی آثار اور علامات ہیں سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی بطور پیشین گوئی کے خبر دی ہے اور ایک ایک بات

علامات صغری کا بیان

بیان فرمادی ہے جس صحابی کی جس قدر یاد رہیں اُسقدر بیان فرمائیں جیسا کہ دلالت کرتی ہی اسپر حدیث حذیفہؓ کی کہ آنحضرت نے خطبہ پڑھا اور قیامت تک کے جتنے فتنے ہونگے سبکی خبر دی جسنے یاد رکھا اُسکو یاد ہیں اور جسنے بھلادیا سو نہ یاد رہا اسکے اور میں جب کوئی بات پیش آتی ہے کہ پہلے سے میں اُسکو بھول گیا تھا اسطرح پہچان لیتا ہوں کہ جسطرح کوئی کسی غائب کو کہ جب سامنے آوے پہچان لیتا ہے رواہ البخاری والمسلم اور وہ علامات و آثار دو قسم پر ہیں ایک علامات صغری دوسری علامات کبرے **علامات صغری** کی تفصیل یہ ہے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عوف ابن مالکؓ سے فرمایا تھا کہ قیامت سے پہلے یہ چھ علامات ہیں اوّل میری موت تھا دوسرے بیت المقدس کا فتح ہونا تیسرے پھر ایک وبا عام ہوگی یہ دونو علامت حضرت عمرؓ کے عہد میں ہو چکیں فتح بیت المقدس بھی ہوئی اور ایک وبا بھی ایسی پڑی تھی کہ جب مسلمانوں کا لشکر گاہ عمواس تھا تین روز میں ستر ہزار آدمی مرگئے چوتھے پھر زیادہ ہونا مال کا کہ سو دینا رکو آدمی حقیر جانیگا یہ ہوا حضرت عثمانؓ کے عہد میں جب بہت سے ملک فتح ہوئے پانچویں پھر ایک فتنہ کہ عرب کے گھر گھر میں داخل ہوگا تو وہ فتنہ قتل عثمانؓ کا تھا چھٹے پھر ایک صلح ہوگی تم میں اور نصاریٰ میں پھر وہ غدر کرینگے اور اسی نشان کے نیچے کے ساتھ بارہ ہزار لشکر ہوگا لیکر تم پر چڑھائی کرینگے بخاری اور مسلم نے بروایت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کیا ہے کہ علامات قیامت یہ ہیں کہ علم اُٹھ جاویگا جہل زیادہ ہوگا زنا اور شراب خوری کی بڑی کثرت ہوگی عورتیں بہت مرد کم ہونگے[1] یہانتک کہ پچاس عورتوں کا کار بار کرنیوالا ایک آدمی ہوگا صحیح مسلم میں جابرؓ سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جھوٹے لوگ بہت کثرت سے ہو جاوینگے صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بڑے بڑے کار نااہل لوگوں کے سپرد کیے جاوینگے صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگ مصائب دنیا کی

[1] شاید یہ اُسوقت ہوگا جب امام مہدیؑ کے وقت میں بسبب جہاد کے مسلمان بکثرت شہید ہو جاوینگے عورتیں بہت باقی رہجاوینگی ۱۲ منہ

کثرت سے موت کی آرزو کیا کرینگے ترمذی نے ابو ہریرہ رضی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
سردار لوگ جہاد کی غنیمت کو اپنا حصہ سمجھینگے اور کسیکی امانت کو مال غنیمت سمجھکر دبا بیٹھینگے
اور زکوٰۃ دینے کو جرمانہ سمجھینگے علم دنیا کے لیے پڑھینگے مرد عورت کا مطیع ماں کا نافرمان ہو جاویگا
اور یار کو نزدیک اور باپ کو دور کریگا مسجدوں میں شور کرینگے چلاوینگے فاسق لوگ قوم کے
سردار ہو جاوینگے اور رذیل لوگ قوم کے ضامن ہونگے اور بدی کے خوف سے آدمی کی تعظیم
کرینگے باجے علانیہ ہو جاوینگے شراب خوری ہوا کریگی امت کے اگلونکو پچھلے لوگ لعنت کرینگے
پس اسوقت انتظار کرینگے سخت آندھی کا کہ سرخ رنگ کی ہوگی اور زلزلہ[1] اور خسف اور مسخ و
قذف کا اور دیگر علامات اسطرح سے پے در پے آوینگے جسطرح تاگا ٹوٹکر تسبیح کے دانے گرتے ہیں
المختصر سب کا ظہور ہو جاویگا اچھے کام اٹھتے جاوینگے۔ اور اسکے ساتھ نصاریٰ تمام ملک میں
پھیلینگے بعض احادیث سے یوں ثابت ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سلطان روم[2] نصاریٰ کے ایک
فرقہ کے ساتھ جنگ پیش آویگی اور ایک فریق نصاریٰ کے ساتھ موافقت ہوگی مخالف گروہ
پر غالب آ جاوینگے تب وہ سلطان شہر چھوڑ کر ملک شام میں آ جاویگا اور اس فرقہ موافق کی موافقت
میں پھر ان مخالفین سے جنگ عظیم ہوگی آخر لشکر اسلام غالب ہوگا نصاریٰ موافقین میں سے
ایک شخص کہیگا کہ صلیب غالب آئی ایک شخص لشکر اسلام میں سے خفا ہو کر اسکو ماریگا اور کہیگا
بلکہ دین محمدی علیہ السلام غالب آیا پس وہ نصرانی اپنی قوم کو جمع کرینگے اور غدر کرکے اہل اسلام کے قتل کو
آمادہ ہونگے اور بہت سے مسلمان اور سلطان شہید ہو جاوینگے چنانچہ ابوداود نے ذی مخبر سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم روم سے صلح امن کرکے اپنے مخالفوں سے
جنگ کروگے غنیمت اور امن تم ایک سبز جنگل[3] میں کہ وہاں ٹیلے ہیں آ دوگے پس ایک نصرانی

---

[1] زلزلہ بھونچال خسف زمین میں دھسنا مسخ صورت کا بدل جانا قذف پتھر برسنا ۱۲ منہ [2] روم سے مراد نصاریٰ ہیں کیونکہ بنیاد اس مذہب کی اسی ملک سے ہے ۱۲ منہ [3] یہ سبز جنگل شام کی زمین ہے ۱۲ منہ

علامت کبریٰ فصل امام مہدی کے بیان میں

کہیگا کہ صلیب غالب آئی ایک مسلمان خفا ہو کر اُسکو مار ڈالیگا پھر تمام نصرانی جمع ہو کر غدر مچا دینگے
اور جنگ کرینگے خدا اس جماعت اسلام کو شہادت دیگا انتہے دوسری جا ابو داؤد نے ام سلمہ
سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُسوقت ایک بادشاہ کے مرنے سے
اختلاف پڑ جاویگا تمام حدیث آگے آتی ہے پس ان احادیث کے ملانے سے یہی مطلب سمجھا جاتا
ہے کہ بعد اس جنگ کے بعد وہ نصاریٰ ملک شام پر قبضہ کر لینگے اور اُن مخالفین سے ملجاوینگے اور
خیبر تک اُنکا عمل ہو جاویگا بعد اسکے مسلمانوں میں بڑی ہل چل پڑ جاویگی اور گھبرا کر بتلاش امام مہدی
مدینہ میں آوینگے اور امام مہدی یہ سمجھکر کہ مبادا مجھے لوگ خلیفہ بناویں اور یہ امر عظیم میرے سپرد
کریں مدینہ سے مکہ کو چلے جاوینگے **علامت کبریٰ فصل (امام مہدی کے
بیان میں)** واضح ہو کہ مہدی لغت میں ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں سو اس معنی سے بہت سے
مہدی ہو چکے ہیں اور بہت سے تا زمانہ مہدی موعود ہونگے لیکن وہ مہدی کہ جنکا ذکر احادیث میں
بکثرت ہے وہ ایک شخص خاص ہے جو دجال موعود کے وقت میں ظاہر ہونگے اور اُس سے پہلے نصاریٰ
سے جنگ کر کے فتحیاب ہونگے **حلیہ** مبارک اُنکا یہ ہے قد مائل بدرازی قوی الجثہ رنگ سفید مائل بسرخی
مائل چہرہ کشادہ ناک باریک و بلند زبان میں قدرے لکنت کہ جب کلام کرنے میں تنگ ہونگے تو ران
پر ہاتھ مارینگے اور علم آپکا لدنی ہوگا چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہونگے بعد اسکے سات یا آٹھ برس
تک علی اختلاف الروایت زندہ رہینگے نام آپکا محمد و والد کا نام عبداللہ ماں کا نام آمنہ ہوگا جناب
امام حسن رضی کی اولاد سے ہونگے مدینہ کے رہنے والے ہونگے یہ علامات اکثر احادیث میں مذکور ہیں
چنانچہ بعض کا ذکر کرتا ہوں ترمذی اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ دنیا تمام نہو گی جبتک کہ میرے اہلبیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک نہو گا کہ اُسکا نام
میرا نام اور اُسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا پس نام حضرت کا محمد عبداللہ کے بیٹے لقب

مہدی ہوگا یہاں سے رد ہوگیا شیعہ کا گروہ کہتے ہیں امام مہدی موعود حسن عسکری کے بیٹے ہیں اور مدت
سے پیدا ہو چکے کفار کے خوف سے ایک غار میں چھپے بیٹھے ہیں کیونکہ امام مہدی کے باپ کا نام عبد اللہ ہے
نہ حسن عسکری دوم جبکو وہ حسن عسکری کا بیٹا کہتے ہیں وہ امام حسینؓ کی اولاد سے تھے
مر چکے اور امام مہدی امام حسن کی اولاد سے ہونگے جیسا کہ روایت کیا ہے ابوداؤد نے علیؓ
سے کہ انہوں نے امام حسن کو فرمایا یہ میرا بیٹا موافق فرمانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سید ہے اور اسکی
اولاد سے ایک شخص تمہارے نبی کی مانند اخلاق میں بالکل صورت میں پیدا ہوگا پھر تمام حدیث
نقل کی کہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیگا تیسرے امام کی شان یہ نہیں کہ کفار سے باوجودیکہ
مسلمانوں کی بہت بڑی بڑی سلطنتیں موجود ہوں چھپکر بیٹھ جاویں آور رد ہوگیا اس فرقہ کا کہ دکہن
میں ابتک موجود ہیں اور سید محمد جونپوری کو امام مہدی موعود قرار دیتے ہیں اور جو منکر ہو اسے
کافر کہتے ہیں کیونکہ جسقدر علامات امام مہدی کے ہیں ان میں سے کوئی بھی محمد جونپوری میں نہ
پائے گئے نہ انکے عہد میں دجال موجود تھا نہ نصاریٰ سے مقابلہ ہوا نہ اشاعت دین ہوئی
نہ اس مہینے میں دوبار کسوف و خسوف ہوا نہ مکہ میں آپنے لوگوں سے بیعت کی بلکہ کل علماء مکہ نے
انکے پیرووں کے قتل کا فتویٰ دیا اور امراء پر انکا قتل کرنا واجب ٹھیرایا اسیطرح اور بہت سے
اوباشوں نے مہدیت کا دعویٰ کیا تھا **ف** پہلے حدیث میں حضرتؐ نے یوں فرمایا کہ عرب کا مالک
ہوگا حالانکہ امام مہدی تمام زمین کے مالک ہونگے اسکی یہ وجہ ہے کہ عرب کے تمام ملک اصل ہے
تابع ہیں کیونکہ مبدء اسلام بھی ملک ہے پس اسلیے اسکو ذکر میں خاص کیا ابوداؤد نے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء
الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین کہ مہدی میری اولاد میں سے ہے
کشادہ پیشانی بلند بینی بھر دیگا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے کہ بھر گئے تھے جور و ظلم سے

المختصر امام مہدیؑ مدینہ سے مکہ میں آ رہینگے لوگ اُنکو پہچان کر اُنسے بیعت کرینگے اور اپنا بادشاہ بنا دینگے اور اُسوقت غیب سے یہ آواز آویگی هذا خلیفة الله المهدي فاستمعوا واطیعوا کہ خدا کا خلیفہ مہدی یہ ہے اسکی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اور دوسری علامت یہ ہوگی کہ جس سال جو رمضان ہوگا اُسمیں دو بار چاند سورج کا گہن ہوگا کذا ذکرہ مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ تعالے پس ابدال و عصائب بھی آکر اُنسے بیعت کرینگے اور عرب کی بہت سی فوج انکی مدد کو جمع ہوگی اور کعبہ کے دروازے کے آگے جو خزانہ مدفون ہے کہ جسکو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالینگے اور مسلمانوں کو تقسیم فرماوینگے پس جب یہ خبر مسلمانوں میں منتشر ہوگی تو ایک امیر خراسانی کہ جسکی فوج کا سپہ سالار ایک شخص منصور نامی ہے امام مہدی کی مدد کو آویگا چنانچہ ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماوراء النہر یعنی مُلک خراسان سے ایک شخص حارث حراث کہ جسکی فوج کے آگے ایک شخص منصور ہوگا محمد کے اہل بیت یعنی امام مہدی کی مدد کو آویگا جیسا کہ قریش نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی ہے وہ کریگا ہر مسلمان پر اُسکی مدد واجب ہے اور امام احمد اور بیہقی نے دلائل النبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کیا ہے کہ جب تم سیاہ نشان دیکھو کہ خراسان کیطرف سے آئے ہیں تو انکی طرف متوجہ ہونا کیونکہ انمیں خدا کا خلیفہ مہدی ہے یہاں مہدیؑ سے نائب مہدی مراد ہے پس جو شخص انکا راہ میں بدوؤں یا انصاریٰ میں سے مزاحم ہوگا سب کو صاف کرتے ہوئے امام مہدی کے پاس آوینگے اور انہیں دنوں میں ایک شخص کہ جو دشمن اہلبیت اور بڑا ظالم ہوگا ابوسفیان کی اولاد میں سے کہ جسکی ننہیال قبیلہ بنو کلب ہوگا دمشق کے اطراف میں حاکم ہوگا وہ امام مہدی کے قتل کے لیے ایک فوج جرار بھیجیگا کہ وہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان بمقام بیدا زمین میں خسف ہوجاویگی کل دو شخص باقی رہینگے ایک وہ کہ امام مہدی کو خبر دیگا دوسرا کہ اس سفیانی کو اطلاع کریگا بعد ازاں وہ سفیانی خود فوج کشی کریگا شو

مغلوب و مقہور ہوگا چنانچہ ابو داؤد نے ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ ایک بادشاہ کے مرنے سے اختلاف پڑ جاویگا تو ایک شخص مدینہ کا رہنے والا بھاگ کر
مکہ میں آویگا تو اہل مکہ اُسکو اُسکے گھر سے بلا کر حالانکہ وہ انکار کرتے ہونگے رکن اور مقام کے
درمیان بیعت کرینگے اور شام کی فوج اُسپر چڑھائی کریگی مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام بیدا میں
زمین میں دھنس جاویگی جب لوگ یہ حال دیکھینگے تو ابدال شام سے اور عصائب عراق سے آکر
آپسے بیعت کرینگے پھر ایک قوم قریش کا کہ جسکی ننہیال قبیلہ کلب ہوگا امام مہدی پر فوج
بھیجیگا کہ وہ سب مغلوب ہو جاوینگے اور امام مہدی اور اُنکے اتباع غالب آوینگے اور یہ فوج
کلب کہلاویگی پس امام مہدی سنت نبویہ پر عمل کرینگے اور زمین پر خوب اسلام پھیلیگا اور
سات برس امام مہدی زندہ رہیں گے پھر انتقال کرینگے اور مسلمان اُنکے جنازہ کی نماز پڑھینگے
الغرض امام مہدی مع لشکر اسلام مکہ سے مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کو
آوینگے پھر وہاں سے ملک شام میں دمشق تک پہنچیں گے اور نصاری اسی نشانکے نیچے بارہ ہزار
فوج ہوگی لیکر مقابلہ کو آوینگے جیساکہ روایت کیا ہے اُسکو امام بخاری نے اور دمشق کے قریب
دابق یا اعماق میں آٹھیرینگے اور اُنکے مقابلہ کو امام مہدی دمشق سے فوج لیکر باہر نکلیں گے
وہ کہیں گے کہ جن مسلمانوں نے ہمارے لوگ پکڑے ہیں اُنکو ہمارے حوالہ کردو ہم اُنہیں کو قتل کرینگے
امام مہدی فرماوینگے واللہ ہم ہرگز اپنے بھائیوں کو نہ دینگے پس مسلمانوں کے تین فرقے ہونگے ایک
نصاری کے خوف سے بھاگ جاوینگے اُنکی توبہ خدا کبھی قبول نہ فرمایگا یعنی حالت کفر میں مرجاوینگے
اسلام نصیب نہوگا اور ایک فریق شہید ہو جاویگا اور عنداللہ افضل شہدا کا مرتبہ پاویگا اور تیسرا فریق فتح پاویگا
اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہیگا روایت کیا اسکو امام مسلم نے مگر صحیح مسلم میں بجائے شہر دمشق لفظ
مدینہ بھی شہر آیا ہے لیکن اسکو علماء نے دمشق ہی کہا ہے لہذا اسکو لکھدیا اور تفصیل اس فریق کی

فتحیاب ہونگی نصاری پر جیسا کہ امام مسلم نے بروایت عبداللہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے یوں ہے کہ امام مہدیؑ جب اس جماعت سے مقابل ہونگے تو مسلمان یہ قسم
کہا ئیں گے کہ ماریں گے یا مر جائیں گے شام تک جنگ ہوگی آخر دونو فریق اپنی اپنی فرودگاہوں
میں لوٹ جائینگے دوسرے روز پھر بہت سے لوگ قسم کھا کر امام مہدی کے ہمراہ میدان جنگ میں
آئیں گے دن بھر لڑتے رہیں گے بہت سے جوانمردی کی داد دیکر شہادت کا پیالہ پیویں گے آخر
بسبب رات کے دونو فریق لوٹ جائیں گے تیسرے روز پھر جماعت کثیر اسیطرح قسم کہا کر میدان
جنگ میں آویگے تمام روز کشت وخون رہیگا ہر دو فریق آخر شام کیوقت اپنے اپنے خیموں میں
جائینگے چوتھے روز جو کچھ اہل اسلام باقی رہگئے ہیں امام کے ہمراہ ہو کر میدان جنگ میں
آدینگے اور دلیرانہ اسیطرح جنگ کرینگے کہ نصاری ہی کے کشتوں کے پشتے لگا دینگے یہانتک کہ اگر
ان لاشوں پر پرند اڑیگا تو اس سرے سے دوسرے سرے تک نہ جا سکے گا آخر نصاری کی
بڑی شکست ہوگی بہت سے جہنم واصل ہونگے باقیماندہ سراسیمہ ہو کر بھاگیں گے پھر امام مہدی
صاحب انعام بیشمار دلاوران اسلام کو عطا فرماوینگے اور مال غنیمت کو تقسیم کرینگے لیکن
لوگونکو اس سبب سے کہ انکے خویش واقارب بہت سے شہید ہوگئے ہیں اس سے کچھ خوشی نہوگی
یہانتک کہ جس قبیلہ کے سو آدمی تھے ایک باقی رہگیا ہوگا پس وہ کس غنیمت سے خوش ہوگا
اور کس میراث کو تقسیم کریگا۔ بعد اسکے امام مہدیؑ بلاد اسلام کا انتظام اور لشکر جمع کرنیکا
اہتمام کرکے قسطنطنیہ پر کہ جواب سلطان روم کا تخت گاہ ہے اور جسکو اسلامبول بھی
کہتے ہیں چڑہائی کرینگے تاکہ ان نصاری کو کہ جنہوں نے سلطان کو وہاں سے نکالا تھا شکست
دیویں اور تفصیل اسکی۔ موافق روایت ابو ہریرہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ
روایت کیا ہے اسکو امام مسلم نے یوں ہے کہ جب امام مہدی مع فوج کثیر قسطنطنیہ کو گھیر لینگے

تو اولاد اسحاق کے ستر ہزار مسلمان اسکو گھیر لینگے اور اسکے ایک جانب دریا اور دوسری طرف خشکی
ہے پس جب وہ اولاد اسحاق آواز لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بلند کرینگے تو دریا کیطرف کی دیوار
گر پڑیگی پھر جب دوسری بار تکبیر کہیں گے تو خشکی کیطرف کی دیوار گر پڑیگی پس جب تیسری بار
تکبیر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہینگے تو راہ کھلجا ویگی اور شہر میں گھس آوینگے اور کفار کو قتل کرینگے
اور تلواروں کو درخت زیتون سے لٹکا کر مال غنیمت تقسیم کرتے ہونگے کہ اتنے میں کوئی پکاریگا کیا
بیٹھے ہو دجال تمہارے گھروں میں آگیا ہے جب اسکی تحقیق کو نکلینگے تو معلوم ہوگا کہ یہ خبر
جھوٹھ بلکہ آواز شیطانی تھی پھر جب لشکر اسلام لوٹ کر شام کیطرف آویگا تو دجال نکلیگا
الحاصل بعد فتح قسطنطنیہ کے دجال نکلیگا ایکبار اسکے نکلنے کے جھوٹی خبر مشہور ہوگی تو
امام مہدی دس سوار اسکی تحقیق کو بطور طلیعہ کے کہ جنکو غلط عام میں تلاوہ کہتے ہیں بھیجینگے
مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ان سواروں کے باپوں کے نام اور انکے
گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں اور وہ اسوقت کے سب روئے زمین کے سواروں سے افضل ہونگے
پس معلوم ہوگا کہ یہ خبر غلط ہے ابھی دجال نہیں نکلا پس امام مہدی بآہستگی ملک کا بندوبست
کرتے ہوئے شام میں آوینگے پھر دجال نکلیگا **فصل (دجال کے حال میں)** دجال مشتق
ہے دجل سے کہ جسکے معنی لغت میں خلط اور مکر اور تلبیس ہیں یقال دجل الحق بالباطل اور
کبھی دجل کذب کے معنی میں آتا ہے پس معنی دجال کے لغت میں مکار اور جھوٹا ہیں اس اعتبار سے
بہت سے دجال ہونگے یعنی جسمیں یہ وصف بدرجہ پایا گیا وہ دجال ہے چنانچہ ابو داؤد اور ترمذی
نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون
کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین الحدیث کہ میری امت میں تیس
جھوٹے نبوت کا دعوی کرینگے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور ایک روایت میں دجالون کذابون

فصل دجال کے بیان

آیا ہے لیکن دجال موعود وہ ایک شخص خاص ہے قوم یہود سے لقب اسکا مسیح ہوگا داہنی آنکھ
کور ہوگی انگور کے دانہ کی مانند ناخونہ ہوگا اور بال اُسکے نہایت پیچیدہ حبشیوں کے بال کی مانند
ایک بڑا گدھا اُسکی سواری ہوگا اور اُسکے ماتھے کے بیچوں بیچ کافر یعنے ک ف ر لکھا ہوگا
کہ جسکو ہر ذی شعور پڑھ لیگا اب میں وہ احادیث ذکر کرتا ہوں کہ جن میں اُسکے اوصاف
مذکور ہیں بخاری اور مسلم نے انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
دجال کی نسبت یوں فرمایا ہے الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیہ
ک ف ر کہ وہ کور چشم ہے اور رب تمہارا کور چشم نہیں اور اُسکی دونوں آنکھوں کے درمیان
ک ف ر لکھا ہے اور ایک روایت میں شیخین نے یوں روایت کیا ہے الدجال اعور عین الیمنی
کان عینہ عنبۃ طافیۃ کہ دجال کی داہنی آنکھ کانی ہے جیسا کہ انگور کا دانہ
اُبھرا ہوا بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عمر سے ایک حدیث طویل نقل کی ہے اور اُسمیں دجال
کی نسبت یہ جملہ ہے فاذا انا برجل جعد قطط اعور العین الحدیث پھر میں نے ایک شخص کو
دیکھا کہ جسکے بہت بال پیچیدہ اور آنکھ کانی تھی الحدیث اور صحیح مسلم کی ایک حدیث سے کہ جسمیں
تمیم داری رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا ہے کہ میں یک جزیرہ میں گیا تو وہاں دیکھا کہ ایک گنبد
میں ایک شخص زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے الحدیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال حضرت نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے عہد میں بھی موجود تھا اور کسی جزیرہ میں مقید ہے وہاں سے نکلے گا پہلے وہ ملک
شام اور عراق کے درمیان ظاہر ہوکر نبوت کا دعوی کریگا اُسکے بعد صفہان میں آویگا اور
ستر ہزار یہودی اُسکے تابع ہونگے اور وہاں وہ خدائی کا دعوی کریگا جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے
حدیث ترمذی اور ابوداود سے ❊ اور اُسکے ساتھ آگ ہوگی کہ جسکو وہ دوزخ کہیگا
اور ایک باغ ہوگا کہ جسکا نام بہشت رکھیگا اور حقیقت میں جسکو وہ جنت کہیگا دوزخ ہوگا

اور جسکو دوزخ کہیگا جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی جیسا کہ روایت کیا ہے اسکو بخاری اور مسلم نے
پس وہ زمین میں دائیں بائیں فساد ڈالتا پھریگا اور زمین میں بادل کیطرح پھیل جاویگا
اور اسکے ظہور سے پہلے بڑا سخت قحط ہوگا پس وہ کسی قوم پاس آویگا اور اپنے دین کیطرف
بُلاویگا وہ اسپر ایمان لاوینگے تب بادل کو کہیگا تو وہ برسیگا اور زمین خوب سبزہ اُگا دیگی
اور مواشی پہلے سے بھی زیادہ دودھ دیوینگی پھر کسی اور قوم پاس جاویگا وہ اسکے
دین سے انکار کرینگے تو اُنکے سب مواشی مرجاوینگے اور اجاڑ زمین سے خزانہ طلب کریگا پس وہ
خزانہ شہد کی مکھیوں کی مانند اسکے ساتھ ساتھ چلیگا جیسا کہ روایت کیا ہے امام مسلم رحمہ اللہ
تعالیٰ نے پھر کسی قوم اعراب سے اگر کہیگا اگر میں تمہارے مردہ اونٹوں کو یا بھائی باپ مردہ
کو زندہ کردوں تب بھی مجھے مانوگے وہ کہینگے ہاں تب وہ شیاطین کو حکم کریگا کہ وہ
اُسکے اونٹ اور باپ بھائی وغیرہ مردگان کی شکل میں ظاہر ہوکر نظر آوینگے وہ شخص
باپ بھائی انکو سمجھکر ایمان لاویگا یہ روایت ہے مشکوٰۃ میں ف پہلے ہم ثابت کرچکے ہیں
کہ کفار کے ہاتھ سے بھی خوارق عادات ظاہر ہوا کرتے ہیں کہ انکو استدراج کہتے ہیں سو یہ امور
بھی دجال سے بطور استدراج کے ظاہر ہونگے اور یہ امور دجال سے خدا تعالیٰ کے ارادے سے ظاہر ہونگے اور ان
افعال کا حقیقت میں اللہ تعالیٰ فاعل ہوگا لیکن ظہور انکا دجال کے ہاتھ پر ہوگا تا بندوں کا امتحان
ہوجاوے اور کافر اور مومن اور خالص غیر خالص میں امتیاز ہوجاوے اکثر خالص بندے ایسے افعال کو خاص
خدا کا فعل اور بندے کو سبب جانتے ہیں اور بُرے لوگ اس سبب کو فاعل حقیقی سمجھکر اسپر ایمان لاتے ہیں
اور اُن کے مسخر ہوجاتے ہیں آخر غرض مع لشکر بیشمار ملک میں فتور و فتنہ ڈالتا ہوا ہر جگہ پھریگا اور
جہاں مسلمان محصور ہونگے وہاں اُنکو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل سوٹی و پانی کا کام دیگی یعنی تسبیح
و تہلیل سے ایذا بھوک و پیاس کی دور ہوجاویگی جیسا کہ مروی ہے مشکوٰۃ میں پھر وہ یمن سے

مکہ کیطرف سے آویگا لیکن بسبب محافظت ملائکہ کے مکہ میں نہ آسکیگا پہر وہاں سے مدینہ منورہ کا
قصد کریگا اور مدینہ کے قریب احد پہاڑ کے پاس ڈیرہ کریگا اور مدینہ کے اسوقت سات دروازے
ہونگے ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہونگے اس سبب سے دجال اندر نہ جاسکیگا جیسا کہ روایت
کیا ہے بخاری نے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ اسوقت ایک شخص مومنین میں سے دجال کے پاس
جاویگا (اور ایک روایت میں بخاری و مسلم کے یوں ہے کہ وہ شخص اسوقت کے تمام لوگوں سے
اچہا اور بہتر ہوگا اور ترمذی کی روایت سے ثابت ہے کہ وہ نوجوان ہوگا) پس اسکو راہ میں دجال
کے پہرے والے پوچھینگے کہ تو کہاں جاتا ہے وہ کہیگا دجال کے پاس جاتا ہوں وہ کہینگے
کہ تو ہمارے خدا دجال پر ایمان نہیں لاتا تب وہ کہیگا کہ خدا کی صفات ظاہر ہیں اور اسمیں وہ
صفات نہیں یہ دجال کافر ہے پہر آپس میں ایک دوسرے سے کہیگا کہ اسکو قتل کر ڈالو پہر ایک شخص
کہیگا کہ ہمارے خدا نے اپنی اجازت بغیر قتل سے منع کیا ہے اسکو نہ مارو تب وہ اسکو دجال
کے پاس لاوینگے وہ مومن دجال کو دیکھکر کہیگا اے لوگو یہ وہی دجال ہے کہ جسکی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے پس دجال کہیگا کہ اسکا خوب سر کچلو تب وہ اسکو اسقدر مارینگے
کہ اسکا پیٹ اور پیٹھ پہول جاویگی تب دجال کہیگا کہ تو اب بہی مجہپر ایمان نہیں لاتا تب وہ کہیگا
تو مسیح کذاب ہے تب دجال حکم کریگا کہ اسکو آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کردو پس وہ اسکے دونوں
ٹکڑوں سے کہیگا کہ کہڑا ہو تب وہ شخص زندہ ہوجاویگا پہر دجال کہیگا کہ اب بہی مجہپر ایمان
نہ لاویگا وہ کہیگا مجہے اب اور زیادہ تیرے دجال ہونیکا یقین ہوگیا اور اب تو کسیکو سزا ندیسکیگا
پہر دجال خفا ہوکر اسکے ذبح کا حکم دیگا لیکن ذبح پر قادر نہوگا تب غصہ میں آکر اپنے جہنم
کیطرف اسکو پہینکیگا اور وہ شخص اصل میں جنت کیطرف پہینکا جاویگا اور عند اللہ بڑا درجہ
شہادت کا پاویگا بعد اسکے دجال کو پہر کسیکے ساتہ ایسا معاملہ کرنیکی قدرت نہوگی اور وہ

جائیگا کہ اب میرا اقبال گیا تب وہاں سے شہر دمشق کیطرف کہ جہاں امام مہدی علیہ السلام ہونگے روانہ ہوگا امام مہدی صاحب لشکر اسلام کا قلب و میمنہ و میسرہ درست کرکے اسکی جنگ کے لیے مستعد ہونگے ---- کہ اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد شرقی کنارہ پر دو فرشتوں کے بازووں پر ہاتھ دہرے ہوئے عیسے علیہ السلام آسمان سے اتر آئیں گے اور سیڑہی منگا کر وہاں سے نیچے آوینگے

فصل ۳ (عیسے علیہ السلام کے نزول میں) عیسے بنی اسرائیل کے نبی ہیں بے باپ کے اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے انکو پیدا کیا ہے وہ شب و روز دین حق کے پھیلانے میں مصروف تھے اسوقت کے یہودیوں کو انپر حسد آیا ایک مکان میں انکو قتل کے لیے گھیر لیا خدا کی قدرت سے چھت پھٹ گئی عیسے علیہ السلام کو آسمان پر ملائکہ لیگئے اور انمیں سے ایک شخص جو اندر آیا تہا وہ عیسے کی شکل میں ہوگیا اسکو یہود نے عیسے سمجھکر پھانسی دیا قتل کیا پس جب سے عیسے علیہ السلام آسمان پر ہیں اور دجال کے قتل کو دنیا میں آوینگے جیسا کہ دلالت کرتی ہیں اسپر احادیث صحیح اور کتاب مکاشفات انجیل سے بہی انکا آنا ثابت ہے اور تفصیل اسکی جیسا کہ مسلم نے روایت کیا ہے یوں ہے کہ اسوقت اللہ تعالی عیسے بن مریم کو بہیجیگا وہ شہر دمشق کے شرقی سفید منارے پر زرد حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازووں پر ہاتھ رکہے ہوئے اترینگے جب سر نیچے کرینگے تو پسینہ سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھاوینگے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گرینگے حسن و خوبی میں الحدیث پس جب منارے سے سیڑہی لگا کر نیچے آوینگے امام مہدی سے ملاقات کرینگے امام تواضع پیش آوینگے اور کہینگے اے نبی اللہ امامت کو نماز پڑہائیے تب حضرت عیسے فرماوینگے نہیں بلکہ تمہیں امامت کرو اور میں خاص دجال کے قتل کو آیا ہوں مسلم کی ایک روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسے امامت کرینگے

اور روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی کو اس اُمت کی تعظیم و تکریم کے لیے امام بنا دینگے
سو علماء نے اسکی تطبیق یوں کی ہے کہ اول روز تو امام مہدی علیہ السلام نماز پڑھا دینگے تاکہ تکریم
اُمت ہو پھر عیسے علیہ السلام بسبب اسکے کہ وہ نبی ہیں واللہ علم الغرض بعد نماز کے حضرت
امام مہدی کہیں گے کہ اب تدبیر جنگ اور انتظام فوج آپکی رائے پر ہے حضرت عیسے فرماوینگے
نہیں بلکہ تمہیں کرو میں تو خاص اُس کافر کے قتل کو آیا ہوں پس صبح کو دجال کے مقابلہ کو
لشکر طیار ہوگا حضرت عیسے فرماوینگے کہ میرے واسطے ایک گھوڑا اور ایک نیزہ لاؤ تاکہ
میں اُس کافر سے مقابلہ کروں تب مسلمان دجال کی فوج سے جہاد کرینگے اور عیسے علیہ السلام
اُسکے قتل کو آمادہ ہونگے اور جیسا کہ مسلم کی روایت سے ثابت ہوتا ہے حضرت عیسے کے دم کی
ہوا میں یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جاویگی مرجاویگا اور ہوا انکی وہانتک جاویگی
کہ جہانتک انکی نظر پڑیگی پس وہ دجال کا تعاقب کرینگے اور باب لُد[1] کے پاس اُسے
جا گھیرینگے اور نیزہ سے اسکو قتل کرکے اسکا خون لوگوں کو دکھلاوینگے اور اگر اسکے قتل
میں حضرت عیسے جلدی نکرتے تو وہ کافر نمک کیطرح سے خود بخود گھل جاتا پھر لشکر اسلام
دجال کے لشکر کو کہ جو اکثر یہودی ہونگے بہت قتل کریگا یہانتک کہ اگر کوئی یہودی
پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپیگا تو وہ بھی بتلادیگا کہ اے مسلمان ای بندۂ خدا یہ یہودی میری
آڑ میں چھپا بیٹھا ہے آ اسکو قتل کر مگر درخت غرقد نہ بتلاویگا کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے
کذا رواہ المسلم اور دجال اس شر و فساد کے ساتھ کل چالیس روز رہیگا کہ جسکا ایک روز ایک
برس کے برابر اور ایک روز ایک مہینے کے برابر اور ایک روز ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی
ایام اور ایام کے برابر ہونگے کما رواہ المسلم پس اس حساب سے تخمیناً ایک برس ڈھائی مہینے تک

[1] لُد بضم لام اور تشدید دال سے شام کے کسی پہاڑ کا نام ہے بعض لکھتے ہیں شام میں یہ ایک گاؤں ہے ۱۲ منہ
اس درخت کو یہود سے ایک نسبت خاص ہے جسکو خدا ہی جانتا ہے اسلیے وہ نہ بتلاویگا ۱۲ منہ

اُسکا زور شور رہیگا اور ان ایام میں نماز ایک روز کی کافی نہوگی مثلاً جو روز کہ ایک برس کے
برابر ہوگا اُسمیں سال بھر کی نماز اوقات کا حساب لگا کر پڑھنی پڑیگی جیسا کہ مسلم نے روایت
کیا کہ صحابہ نے پوچھا کہ جو روز برس کے برابر ہوگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسمیں ایک روز
کی نماز کفایت کریگی فرمایا لا اقدروا لہ قدرہ نہیں بلکہ اندازہ کرنا ادائے نمازوں کے
لیے اُنکی مقدار ہیں **ف** محققین قائل ہیں کہ خدا تعالی اپنی قدرت کاملہ سے اُس زمانہ
میں اُن ایام کو بقدر درازی دیگا کہ تین دنوں میں سے ایک دن برس کے برابر ایک مہینے
برابر ایک ہفتہ کے برابر ہو جائیگا اور اسکی حکمت کو وہی خوب جانتا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بعض علماء کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ کثرت غم و شدت قحط سے ایک روز برس کے
برابر اور ایک مہینے اور ایک ہفتہ کی مانند معلوم ہوگا ورنہ دن حقیقت میں سب برابر
ہونگے مگر یہ قول مخالف ہے اس حدیث کے کہ جسمیں آنحضرت نے نمازوں کی مقدار کا حکم فرمایا کیونکہ
اگر حقیقت میں وہ دن ایک دن کے برابر ہوتا تو ایک دن کی نماز کافی نہونے کی کیا وجہ ہے
بعض اسکے جواب میں تاویلات و تکلیفات بیفائدہ کرتے ہیں بخوف تطویل نقل نہیں کرتا
بعض لوگ اسکے قایل ہیں کہ یہ درازی دجال کے استدراج سے ہوگی گو یہ ممکن ہے مگر یہ روایات
چنداں صحیح و قوی نہیں **ف** ابو داؤد نے عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنگ عظیم میں کہ جو نصاری سے ہوگی
اور فتح قسطنطنیہ میں کہ جو اہل اسلام فتح کرینگے چھ برس کا فاصلہ ہوگا پھر ساتویں برس
میں دجال نکلیگا - اور ایک روایت میں بجائے چھ برس کے چھ مہینے کا فاصلہ آیا ہے
مگر اول روایت صحیح زیادہ ہے القصہ جب دجال اور اُسکی فوج پامال ہو چکے گی تو
امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام ملک کی سیر کرینگے اور جنکو دجال کی

سلہ شاید گھڑی و گھنٹے سے حساب لگایا جاویگا ۱۲ منہ

مصیبت پہنچی تہی اُنکے درجات جنت میں بیان فرماوینگے اور تسلی دیویں گے اور اُن کے نقصان کا الطاف و عنایت سے تدارک کرینگے کما رواہ المسلم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام حکم دینگے کہ خنزیر قتل کیے جاویں اور صلیب کہ جسکو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑی جاوے اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جاوے بلکہ وہ اسلام لاوے کما رواہ البخاری والمسلم لیکن اُسوقت تمام روے زمین پر دین اسلام پہیل جاویگا کفر مٹ جاویگا جور و ظلم جہان سے معدوم ہوگا اور جیسا کہ ابو داؤد رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے حضرت امام مہدیکی خلافت سات برس ہوگی اور بعض روایات میں آٹھ بعض میں نو بہی آیا ہے بعد اسکے امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا سے تشریف لیجاوینگے عیسےٰ علیہ السلام اور مسلمان اُنکی نماز پڑہکر دفن کرینگے اس حساب سے کل عمر اُنکی سینتالیس یا اڑتالیس یا اُنچاس برسکی ہوگی بعد اسکے تمام انتظام حضرت عیسےٰ کے اختیار میں ہوگا اور عالم اچھی حالت پر ہوگا کہ یکایک حضرت عیسےٰ کو وحی آویگی کہ میرے بندونکو کوہ طور کیطرف لیجا بیٹھے ایک ایسی قوم نکالی ہے کہ کسیکو اُنکی سات تاب جنگ و طاقت لڑائی نہیں ہے کما رواہ المسلم **فصل ۲ (یاجوج ماجوج کے بیان میں)** واضح ہو کہ یاجوج و ماجوج دو قوم کا نام ہے کہ وہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور اُنکو ذوالقرنین نے ایک دیوار کہینچکر بند کردیا تہا علماء نے لکہا ہے کہ یاجوج ماجوج شمال کیجانب ایسی جگہ ہیں کہ اُنکے شمال کیجانب دریاے غوبہ یعنی منجمد ہے اور چونکہ وہ جاے اقلیم پنجم یا ششم میں ہے بسبب کثرت سرد کیے وہاں سمندر منجمد ہے اُدہر سے کوئی کشتی یا جہاز نہیں آسکتا اور مشرق اور مغرب سے دو پہاڑ بلند جنوب کیطرف دو قوس کی صورت میں آملے ہیں مگر کسیقدر گہاٹی باقی تہی وہ لوگ وہاں سے آکر ملک میں خونریزیاں کرتے تہے فساد ڈالتے تہے ذوالقرنین نے اُن پہاڑوں کے بیچ لوہے کے تختے رکہکر اُنکو خوب گرم کیا اور اوپر سے

فصل یاجوج ماجوج کے بیان میں

تا تباہ پلا دیا وہ ایک ذات ہو گئے جب سے انکی راہ بند ہے قریب قیامت وہ دیوار ٹوٹ جاویگی
اور وہ قوم پہیل پڑیگی چنانچہ توراۃ اور انجیل میں اس قوم کے خروج کا ذکر ہے جیسا کہ پہلے
گذرا **سوال** آجتک یورپ کے کسی سیاح نے نہ اسکو دیکھا اور نہ کسی جغرافیہ داں نے اسکا حال لکھا
جواب جن جن سیاحوں نے اسکو دیکھا ہے اور جن جن جغرافیہ دانوں نے اسکا حال لکھا ہے
انکی تفصیل کی اس مختصر میں گنجایش نہیں لیکن ہم دفع شبہ کے لیے اسیقدر پر اکتفا کرتے
ہیں کہ امریکہ جسکو نئی دنیا کہتے ہیں کس قدر وسیع ملک ہے لیکن ہزارہا سال سے نہ کسی
جہاں گشت کو اسکا پتا ملا تہا اور نہ کسی جغرافیہ داں کو اسکا حال معلوم ہوا تہا باوجودیکہ
پہلے بہی بڑے بڑے حکیم کامل و دانشمند ہو گزرے ہیں اور اسیطرح اب بہی صدہا جزائر اور
صدہا بیابانوں کا حال روز بروز معلوم ہوتا جاتا ہے اور بہت سے جزائر اور بہت سی افریقہ کے
بیابانوں کا بسبب مشکلات راستوں کے کہ کوئی وہاں جا نہیں سکتا ابتک اچھی طرح حال
معلوم نہیں ہوا کہ وہاں کیا ہے حال کے جغرافیہ کو دیکہو کہ دن بدن انہیں نئے نئے حالات
زیادہ لکھے جاتے ہیں چنانچہ بہت سی باتیں پہلے جغرافیوں میں نہیں تہیں جو اب ہیں پس
اسیطرح ممکن ہے کہ جنوب کیطرف سے وہاں بسبب انجماد بحر کے کوئی جہاز نہیں جا سکتا ہو اور
مشرق و مغرب میں ایک عظیم پہاڑ ہو کہ وہاں سے جانا مشکل ہو اور جنوب میں بسبب ازدحام
کے بہت سا گرد و غبار جمکر وہ دیوار بہی پہاڑ کے مشابہ ہو گئی ہو اب اگر کوئی جاوے تو مشرق
و مغرب و جنوب کیطرف سے وہاں جا سکتا ہے مگر تینوں طرف سے سوائے ایسے پہاڑ کے کہ جو
آسمان سے باتیں کرتا ہے اور کچہ نہ دکھلائی دیگا اب وہ اسکے اندر کا کیا حال بیان کریگا
اور اس قسم کے بہت سے پہاڑ موجود ہیں ہاں اگر حال کے جغرافیہ میں کسی نے ایسے پہاڑ
کا ذکر نکیا ہو تو کچہ پرواہ نہیں اور کچہ عجب نہیں کہ جب صنائع بدائع اور زیادہ ترقی کرینگے

تو کسی منکر کو بھی وہانکا مفصلاً حال معلوم ہو جاویگے اور اگر کسیکو معلوم ہوا ہو تو خبر واحد کو بالخصوص
سیاحت کے بارہ میں اگر معاند تسلیم نکریگا تو ہم اُسکو آنکھہ سے کیونکر دکھلاوینگے۔ امام مسلم نے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی یاجوج و ماجوج کو بھیجیگا
وہ ہر بلندی سے اُترتے آوینگے پس اُنکی اول جماعت طبریہ کے تالاب پاس آویگی اور
تالاب کا سب پانی پی جاویگی کہ پچھلی جماعت اگر کہیگی کہ پہلے یہاں کبھی پانی تھا یعنی
کیچڑ دیکھکر کہیں گے پھر وہ جب جبل الخمر کے پاس کہ وہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے اوپر
تو کہیں گے کہ زمین کے سب لوگونکو ہمنے قتل کر ڈالا پھر وہ آسمان کیطرف تیر پھینکیں گے اللہ تعالی
اُنکے تیروں کو (اُنکی آزمایش اور سرکشی کے لیے) خون آلودہ کر کے نیچے بھیجیگا اور حضرت
عیسے علیہ السلام اور اُنکے ہمراہی (کوہ طور پر ایک قلعہ میں) محصور ہونگے اور بسبب گرانی غلہ
کے ایک بیل کے سر سے اُس روز سوا شرفی سے بہتر معلوم ہوگی پھر عیسے اور اُنکے ہمراہی دعا
مانگیں گے تب اللہ تعالی اُنکی گردن میں پھوڑا نکالیگا کہ صبح کو سب مر جاوینگے پھر عیسے
اور اُنکے ہمراہی پہاڑ سے نیچے اُتریں گے تو کوئی جگہ ایسی نہ ملیگی کہ جہاں اُنکی بدبو اور گندگی
نہ پھیلی ہو پھر دعا کرینگے تب اللہ تعالے ایسے پرند بھیجیگا کہ اُنکی گردنیں بختی اونٹ کی گردن کی
مانند ہوگی تب وہ اُنکو جہاں حکم الہی ہوگا اُٹھا کر پھینکدینگے اور (ترمذی کی روایت میں
آیا ہے کہ اُنکے تیر و کمان کو مسلمان سات برس ایندھن بنا کر جلاوینگے) پھر بعد ورود و کرنیکے
اللہ تعالے ایسا مینہ برساویگا کہ کوئی گھر یا خیمہ بغیر ٹپکے نرہیگا اور لکھا ہے کہ یہ مینہ چالیس روز برسیگا
پھر زمین کو صاف کر دیگا (اور بسبب اس بارش کے) زمین میں روئیدگی ہوگی اور بڑی برکت
ہو جاویگی یہانتک کہ ایک انار کو ایک گھر کے آدمی شکم سیر ہو کر کھاوینگے اور ایک بکری کے
دودھ سے ایک گھر کے لوگ سیر ہو جاوینگے۔ المختصر اُس زمانہ میں نہایت برکت ہوگی عداوت

وکینہ نہ رہیگا اور لوگونکو مال کی کچھ پرواہ نہ رہیگی یہانتک کہ ایک سجدہ کرد نیا و مافیہا سے اچھا جانیں گے اگر کوئی کسیکو مال دیگا نہ لیویگا روا ہ المسلم یہ خیر و برکت سات برس تک رہے گی پہر عیسےٰ دنیا سے انتقال کرینگے مشکوۃ میں ابن الجوزی سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسےٰ پینتالیس برس زندہ رہینگے پہر مرجاوینگے اور میری قبر میں دفن ہونگے کہ قیامت کو میں اور عیسےٰ بن مریم اور ابوبکر و عمر کے بیچمیں ایک قبر سے اٹھینگے مگر صحیح مسلم میں یوں آیا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام سات برس زندہ رہینگے پس دونوں روایت کی مطابقت یوں ہے کہ آسمان سے اتر کر کل سات برس زندہ رہینگے نکاح کرینگے اولاد ہوگی آخر روضہ مبارک میں دفن ہونگے اور نزول سے پہلے اٹھتیس برس کی عمر ہوگی کہ کل پینتالیس ہوتے ہیں اور عیسےٰ علیہ السلام اپنے بعد ایک شخص جہجاہ کو خلیفہ مقرر کر جاوینگے چنانچہ بخاری اور مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت نہوگی جبتک کہ ایک شخص قحطان کا لوگوں کو اپنے غصے سے نہ ہانکے گا یعنی حکومت نکریگا اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ دنیا نہ تمام ہوگی جبتک کہ بادشاہ نہولیویگا ایک شخص کہ جسکو جہجاہ کہیں گے ۔ المختصر بعد عیسےٰ علیہ السلام کے وہ شخص قحطانی جسکا نام جہجاہ ہے اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کریگا لیکن شر و فساد کفر و الحاد پہر پہیلنا شروع ہوگا اسی طرح دو تین شخص یکے بعد دیگرے حاکم ہونگے پس جب کفر و الحاد زیادہ پہیل جاویگا تو اس زمانہ میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں کہ جہاں منکر تقدیر رہتے ہونگے دہنس جائیگا اور انہیں دنوں میں آسمان سے ایک دہواں نمودار ہوگا کہ مومنین پر زکام سا معلوم ہوگا اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی کہ کسیکو ایک دن کے بعد کسیکو دو دن کے بعد کسیکو تین دن کے بعد ہوش آویگا کسیکو چہہ روز اور کل چالیس روز یہ دہواں رہیگا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالے فرماتا ہے

ذکر خلافت جہجاہ

ذکر خسف

ذکر دخان

دُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ کہ وہاں لوگونکو ڈہانک لیگا اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت نہوگی جبتک کہ دس علامت نہ دیکہوگے پس ذکر کیا دہوئے
اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونا اور عیسےؑ کا نازل ہونا یاجوج ماجوج
کا نکلنا اور تین جگہ زمین میں خسف ہونا ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک جزیرۂ عرب
میں اور سب سے پیچہے ایک آگ کہ یمن سے نکلے گی اور لوگونکو محشر کیطرف پہنچاویگی لیکن
بخاری نے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے تہے کہ اس سے ہوئیں وہ دہواں مراد ہے
کہ جب قریش میں حضرت کی بد دعا سے چند سال کا قحط پڑا تہا تو بہوک کے مارے آسمان کیطرف
دہواں سا نظر آتا تہا اور بسبب ضعف بصر کے دہندلا دکہائی دیتا تہا واللہ اعلم

فصل ۵

(طلوع آفتاب کے بیان میں) اور انہیں دنوں میں کہ ذی الحجہ کا مہینہ ہوگا یوم النحر
کے بعد رات نہایت دراز ہوگی یہانتک کہ بچے چلا اٹہیں گے اور مسافر تنگدل ہوجاوینگے
اور مواشی چراگاہ میں جانیکے لیے نہایت شور کرینگے لیکن صبح نہوگی یہانتک کہ لوگ
ہیبت اور قلق سے بیقرار ہوکر نالہ وزاری کرینگے اور توبہ توبہ پکارینگے جبکہ اس رات کی
درازی تین یا چار رات کے برابر ہوجاویگی اور لوگ نہایت مضطرب ہونگے تب قرص آفتاب
تہوڑے سے نور کے ساتہ جیسا کہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب کیجانب سے طلوع کریگا
اور اتنا بلند ہوکر کہ جتنا چاشت کے وقت ہوتا ہے پہر غروب ہوجاویگا اور پہر حسب دستور
قدیم مشرق سے طلوع کیا کریگا لیکن اسکے بعد کسیکی توبہ قبول نہوگی یعنی اگر کافر ایمان
لاویگا یا گنہگار کسی گناہ سے توبہ کریگا تو یہ ایمان اور یہ توبہ قبول نہوگی احادیث صحیحہ میں
یہ مضمون بکثرت آیا ہے چنانچہ بخاری اور مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت نہوگی جبتک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نکریگا پس جب وہ

فصل ۵ طلوع آفتاب

طلوع کریگا اور لوگ اسکو دیکھینگے تو ایمان لاوینگے مگر اسوقت کا ایمان نفع نہ دیگا اسکو کہ جو
پہلے سے ایمان نہ لایا تھا اور خیر نہ حاصل کی تھی یعنی جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا اور جسنے
پہلے توبہ نہ کی تھی اسکو اسوقت ایمان لانا نفع نہ دیگا الحدیث مسلم نے ابو ذر رضی اللہ تعالی عنہ سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آفتاب غروب ہوا تو فرمایا کہ تو جانتا ہے یہ کہاں
جاتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول ہی جانتا ہے فرمایا یہ جاکر زیر عرش[1] اللہ کو سجدہ
کرتا ہے جب حکم ہوتا ہے تو پھر دورہ کرتا ہے اور قریب ہے کہ یہ اذن مانگے گا لیکن اسکو
اجازت نہو گی بلکہ تو جہاں سے آیا وہیں جا یہ حکم ہوگا تب یہ مغرب سے طلوع کریگا الحدیث

ف اس مضمون کی احادیث حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں پس جو شخص فلسفیوں کی تقلید سے
اسکا انکار کریگا کفر کا خوف ہے **سوال** حکماء کے نزدیک آفتاب آسمان کی حرکت سے پھرتا ہے
اور آسمان کی حرکت مشرق سے مغرب کو ہے پس محال ہے کہ مغرب سے مشرق کیطرف
ہو **جواب** اس قسم کے ضعیف مسائل فلاسفہ کے چند اصول ضعیفہ پر مبنی ہیں جب اہل حق
و ارباب تحقیق کے نزدیک وہ اصول کہ جو رجما بالغیب مقرر کیے ہیں ضعیف و بے اصل ہیں تو
ان مسائل کا کیا اعتبار ہے جو انپر مبنی ہیں پس اس اعتماد پر شک یا انکار کرنا محض نادانی
اور تقلید حکماء ہے جسکو اس تحقیق پر مطلع ہونیکا شوق ہو وہ علم کلام کی کتب مطولہ مثل
شرح مواقف وغیرہ کے دیکھے **فصل (دابۃ الارض کے بیان میں)** مغرب سے آفتاب
طلوع ہونیکے دوسرے روز یہ حادثہ پیش آویگا کہ مکہ کے شرقی جانب میں جو ایک پہاڑ ہے
جسکو صفا کہتے ہیں زلزلہ آکر شق ہوجاویگا اور ایک جانور کہ جسکی ایسی صورت ہوگی باہر آویگا

ف سوال جواب فصل دابۃ الارض کا بیان

---

[1] آفتاب کا سجدہ کرنا ایک خاص طور پر ہے جو اسکے جسم کے مناسب ہے اور فلکیات میں ہر چیز کے ساتھ ملائکہ کہ جنکو حکما نفوس کہتے ہیں متعلق ہیں بحکم کے حرکت نہیں کرتے تو ہر روز جب دورہ تمام کرتا ہے دوسرے دورہ کی اجازت ہوتی ہے اسروز واپس آنیکا حکم ہوگا تو مغرب سے طلوع کریگا اور یہ خدا تعالی کی کمال قدرت و اختیار پر دلالت کرتا ہے منہ

منہ آدمی کا پاؤں اونٹ کیسے گردن و ایال گھوڑے کی مانند دم گائے کیطرح سینگ گینڈے کی سی
ہاتھ بندر کیطرح ہونگے اور فصاحت سے کلام کریگا اور اس سے پہلے اُسکے نکلنے کا چرچہ ایکبار یمن
اور نجد میں بھی ہوگا لیکن جلدی سے غائب ہوجائیگا ایکبار ظہور اچھی طرح سے کریگا
اُسکے ایک ہاتھ میں عصائے موسوی اور دوسرے میں انگشتری سلیمانی ہوگی تمام ملک میں
پھریگا کوئی مرد و عورت دوچارپایہ اُس سے بھاگ کر نہ جاویگا پس وہ مومن کے ماتھے پر
اُس عصے سے ایک خط کھینچ دیگا کہ جس سے اُسکا تمام چہرہ نورانی ہوجاویگا اور کافر
و منافق کے ماتھے پر اُس انگوٹھی سے مہر کردیگا کہ اُنکا تمام منہ سیاہ ہوجاویگا بعد اسکے
ہر مومن و کافر ممتاز اور الگ معلوم ہوگا ف دابۃ الارض کا نکلنا اور کلام کرنا احادیث
و آیات سے ثابت ہے اور یہ ثبوت بھی حد تواتر کو پہنچ گیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا
وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ
یعنی جبکہ واقع ہوگا لوگوں پر حکم خدا کا (یعنے قیامت کا وقت قریب پہنچیگا) اُنکے لیے ہم
زمین سے ایک جانور نکالینگے کہ کلام کریگا اُنسے کہ لوگ اللہ کی آیات پر یقین لاتے نہ تھے
مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت
کی اول علامات میں سے آفتاب کا مغرب سے نکلنا اور دابہ کا چاشت کے وقت لوگوں پر ظاہر
ہونا ہے الحدیث اور دوسری جا مسلم نے ابی ہریرہؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کی تین علامات پائی جاوینگی کسیکا پھر ایمان لانا کہ اُسنے
پہلے نیکی کی تھی اور ایمان نہ لایا تھا نفع نہ دیگا اور وہ تین علامات یہ ہیں آفتاب کا
مغرب سے طلوع ہونا دجال کا ظاہر ہونا دابۃ الارض کا نکلنا۔ مگر دابۃ الارض کی صورت
مذکورہ اور انگشتری و عصا کا ثبوت خبر احاد سے ہے پس جب وہ دابہ انگوٹھی سے مہر

اور عصا سے خط کر چکے گا تو پھر غائب ہو جاویگا اور طلوع آفتاب اور خروج دابہ سے
نفخ صور میں سو برس کا فاصلہ ہوگا یعنی بعد طلوع شمس اور بعد نکلنے دابہ کے سو برس کے
بعد قیامت آجاویگی **فصل** (**ہوا کے بیان میں**) بعد نکلنے دابہ کے چند عرصہ کے
بعد شام کیطرف سے ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی پس کوئی اہل ایمان اور اہل خیر زمین پر نرہیگا
سب اُس سے مر جاوینگے یہانتک کہ اگر کوئی پہاڑ کے غار میں چھپے گا تو وہاں بھی وہ ہوا
پہنچے گی اور اُسکو مار یگی پس بعد اسکے بدلوگ کہ جو نیکی و بھلائی نجانیں گے باقی رہجاوینگے
الحدیث رواہ المسلم **فصل** (**حبشہ کے بیان میں**) پھر اسکے حبشہ کے کفار کا غلبہ
ہوگا اور تمام ملک میں اُنکی سلطنت ہو جاویگی اور وہ حبشی خانہ کعبہ کو گرا دیں گے اور
اُسکے نیچے سے خزانہ نکالیں گے پس اُسوقت میں ظلم و فساد پھیلیگا چوپایوں کیطرح لوگ
کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جماع کیا کرینگے قرآن کا نزدیک سے اٹھ جاویگا کوئی اہل ایمان
دنیا پر نرہیگا اور آپس کے جور و ظلم سے شہر اجاڑ ہو جاوینگے قحط و وبا بکثرت ظہور ہوگا ابو داؤد
نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کا لا یستخرج
کنز الکعبۃ الا ذو السویقتین من الحبشۃ کہ کعبہ کا خزانہ چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی
نکالیگا **ف** کعبہ کو جو دار امن فرمایا ہے اور وہاں خاص اللہ کی عبادت ہوگی سو یہ قبل
ان علامات قیامت کی ہے نہ مطلقًا پس نہ منافی ہوئی اس امر کو یہ حدیث جو گذری
اور وہ حدیث کہ روایت کیا ہے اسکو مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت نہوگی جبتک کہ پھر لات و عزیٰ نہ پوجا جاوے عائشہؓ
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دین سب پر غالب رہیگا پھر کیونکر یہ ہوگا پھر حضرت نے

لہ سویق تصغیر ساق یعنی پنڈلی کے ہے حبشہ کی پنڈلیاں اکثر چھوٹی اور باریک ہوتی
ہیں ۱۲ منہ

فرمایا کہ یہ ایک زمانہ معین تک رہیگا آخر ایک ٹھنڈی ہوا چلیگی کہ جس سے سب مومن جاوینگے
پھر بُرے سے لوگ باقی رہیں گے اور اپنے آبا و اجداد کے دین میں ہو جاوینگے - اور وہ حدیث
بخاری و مسلم کی کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ قیامت نہوگی جبتک کہ دوس[1] کی عورتیں
اپنے بُت جاہلیت ذی الخلصہ کے گرد نہ پھرینگے یعنی اُسکی عبادت نکرینگے بعد اسکے ملک
شام میں کچھ ارزانی و امن ہوگا تب لوگ تجار و اہل حرفہ وغیرہ گھربار چھوڑکر اونٹوں
اور دیگر سواریوں پر سوار ہوکر وہاں جاوینگے یہانتک لوگوں کی کثرت ہوگی کہ کسی اونٹ پر
دو کسی پر تین کسی پر چار کسی پر پانچ شخص تک سوار ہونگے **فصل ۹ (آتش کے
بیان میں)** بعد چند مدت کے جنوب کیطرف سے ایک آگ اُٹھے گی کہ لوگوں کو گھیر کر جہاں کہ
بعد مرنے کے حشر ہوگا یعنی ملک شام کیطرف لاویگی جب شام کے وقت لوگ ٹھیر جایا کرینگے
آگ بھی ٹھیر جاویگی پھر جب آفتاب بلند ہوگا وہ آگ اُنکے پیچھے چلیگی جب لوگ شام کے
ملک میں پہنچ جاوینگے تو وہ آگ غائب ہو جاویگی چنانچہ مسلم نے حذیفہ بن اُسید غفاری
سے اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دس علامات قیامت روایت کیے ہیں اُنمیں
آخر یہ ہے نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم کہ ایک آگ یمن کہ جنوب میں
واقع ہے نکلے گی لوگوں کو محشر کیطرف کہ وہ ملک شام ہے ہانک کر لیجاویگی اسکے بعد پانچ
چار برس تک پھر لوگوں کو خوب عیش و آرام میسر آویگا اور شیطان آدمی کی صورت میں آکر
کہیگا تمکو حیا نہیں آتی وہ کہینگے اب تو کیا کہتا ہے تب وہ کہیگا بتوں کی عبادت
کرو تب لوگ بتوں کی عبادت کرینگے اسمیں اُنکو روزی کی فراخی اور فراغت ہوگی
حاصل ہوگی جیسا کہ روایت کیا اُسکو مسلم نے الغرض جب دنیا پر کوئی اللہ اللہ
کہنے والا باقی نرہیگا جیسا کہ روایت کیا اسکو مسلم نے تب صور پھونکا جاویگا قیامت ہو جائیگی

[1] دوس عرب میں ایک قبیلہ کا نام ہے ۱۲ منہ

الحاصل لوگ اُسوقت عیش و آرام میں ہونگے کوئی کسی کام میں کوئی کسی میں مصروف ہوگا
کہ یکایک جمعہ کو کہ روز عاشورا ہوگا علی الصباح لوگوں کے کان میں ایک باریک آواز آویگی
لوگ متحیر ہونگے کہ یہ کیا ہے تب رفتہ رفتہ وہ آواز بلند ہوتی جاویگی یہانتک کہ کڑک رعد کی
برابر ہوگی اور لوگ ہول کے مارے باہر جاوینگے اور باہر کے جانور اندر آوینگے جب اس سے
بھی زیادہ ہوگی تب لوگ مرنے شروع ہونگے کہ تفصیل اسکی آتی ہے **ف** آنحضرت کے ظہور مہدی
تک جو علامات ظاہر ہونگی اُنکو صغریٰ اور امام مہدی سے نفخ صور تک جو ظاہر ہونگی اُنکو کبریٰ
کہتے ہیں اور ابتدا قیامت کا نفخ صور ہے اور نفخ ثانی سے لیکر کل زمان آئندہ کو عالم حشر اور
عالم آخرت بھی کہتے ہیں **فصل (بعد ان سب علامات کے صور پھنکیگا اُس سے**
کل عالم فنا ہو جاویگا) صور ایک چیز ترئی یا بگل کی مانند ہے میکائیل اُسکو منہ سے
بجاوینگے اُسکی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہو جاویگی چنانچہ ابوداود اور ترمذی نے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صور ایک سینگ سا ہے کہ اُسمیں پھونک ماری جاویگی
صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اول صور کی آواز ایک شخص کے کان میں پڑیگی کہ وہ اپنے اونٹ کے
حوض کو لیپتا ہوگا سنتے ہی بیہوش ہو جاویگا اور پھر سب آدمی بیہوش ہو جاوینگے
وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ یعنی دیکھیگا تو لوگونکو بیہوش
پڑے اور وہ بیہوش نہونگے بلکہ اللہ کے سخت عذاب میں مبتلا ہونگے پس صدمہ آواز زیادہ ہونے
لگے گی کہ باہر کے وحشی جانور شہروں میں آوینگے اور شہر والے لوگ گھبراہٹ سے جنگل میں جاوینگے
کما قال تعالیٰ وَاِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ اور جب وحوش میں رول پڑ جاویگا پس جب سب جاندار
چیزیں مر جاوینگی تب آواز زیادہ ہونیکے سبب سے درخت اور پہاڑ روئی کے گالونکی طرح اُڑتے
پھرینگے وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ یعنی ہو جاوینگے اُسروز پہاڑ دھنی ہوئی اون کی

مانند پھر جب اونٓا واز تیز ہوگی تو آسمان گنؔ تارے اور چاند سورج ٹوٹکر گر پڑینگے اور آسمان پھٹکر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاویگا اور زمین بھی معدوم ہوجاویگی اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ جسوقت کہ آسمان پھٹ جاوے وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اور جب زمین کھینچی جاوے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ جسوقت سورج لپیٹا جاوے اور جسوقت تارے بے نور ہوجاویں فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ پس جب پھونکا جاوے صور میں ایک ہی نفخہ اور اٹھائی جاوے زمین اور پہاڑ پس ایک ہی بار توڑے جاویں پس اُسروز ہوجاویگی ہونیوالی یعنی قیامت اور پھٹ جاویگا آسمان **ف** بعض علماء کہتے ہیں کہ فناء کلی سے آٹھ چیز مستثنےٰ ہیں کہ انکو فنا نہوگی عرش و کرسی لوح و قلم و بہشت و دوزخ و صور و ارواح لیکن ارواح پر ایک قسم کی بیہوشی طاری ہوگی اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ سوائے ذات باریتعالی کے ہر چیز فنا ہوگی اور ان چیزوں پر بھی یکدم بھر کے لیے فنا آویگی المختصر جب فقط اللہ تعالے باقی رہیگا کما قال تعالے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اور باقی رہجاویگا ایک اللہ بزرگی اور جلال والا اُوقت فرماویگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کہ آج کسکا ملک ہے پھر جب کوئی جواب نہ دیگا تو آپ ہی فرماویگا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کہ ملک ایک اللہ قہار ہی کا ہے **ف** اہل کتاب کے نزدیک بھی اس عالم کا فنا ہونا اور پھر دوبارہ پیدا ہونا اور ہر ایک سے حساب لیا جانا ثابت ہے چنانچہ انجیل کی وہ عبارتیں کہ جنسے یہ مضمون ثابت ہے نقل کرتا ہوں مگر حکماء کے نزدیک محال ہے اور یہ قول انکا اسپر مبنی ہے کہ یہ عالم خدا سے بے اختیار اور ارادے کے صادر ہوا ہے لہذا قدیم ہے سو قول انکا باطل ہے اور دلیلیں اسکے بطلان کی صدر کتاب میں ہوچکیں پس جب یہ باطل ہوا تو جو اسپر مبنی ہے وہ بھی باطل اور بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور کیوں نہو یہ الہام انبیاء کے مخالف ہے

ملہ کما قال تعالی کل شئ ہالک الا وجہہ یعنے ہر چیز اُسکے سوائے ہلاک ہوگی ۱۲ منہ

(بعد اسکے پھر دوسری بار صور پھونکیگا جس سے ہر چیز پھر دوبارہ موجود
ہو جاویگی) بعد نفخ صور اول کے جب چالیس برس کی مقدار عرصہ گذریگا اور اتنی مدت
ظہور احدیت صرفہ کا ہو چکیگا تو خدا اسرافیل کو زندہ کریگا سو وہ صور بجاوینگے جس سے اول ملائکہ
حاملان عرش پھر جبرئیل و میکائیل عزرائیل اٹھینگے پھر زمین و آسمان چاند و سورج موجود
ہونگے پھر ایک مینہ برسیگا کہ جس سے مثل سبزہ کے زمین کا سر دہی روح جسم کے ساتھ زندہ ہوگا
اور اس دوبارہ پیدا کرنیکو شرع میں بعث و نشر کہتے ہیں اور اسکے ثبوت میں کثر آیات و احادیث
وارد ہیں ازانجملہ آیات ہیں اَللّٰهُ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ یعنی اللہ نے اول بار پیدا کیا
عالم کو وہ پھر دوسری بار پیدا کریگا كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا
فَاعِلِيْنَ جسطرح شروع کی تھی ہمنے پہلی پیدایش دوبارہ کرینگے ہم اسکو وعدہ ہے ہمارے ذمہ
تحقیق ہم کرنیوالے ہیں وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ
اور یہ کہ تحقیق قیامت آنیوالی ہے اسمیں شک نہیں ہے اور یہ کہ اٹھاویگا اللہ تعالی انکو کہ جو
قبروں میں ہیں وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ اور پھونکا جاویگا
صور میں پس اسیوقت لوگ قبروں سے اٹھکر اپنے رب کیطرف چلیں گے مکاشفات
انجیل یوحنا باب ۲۰ میں بھی لوگونکا دوبارہ زندہ ہو کر حساب کیلیے کہڑا ہونا ثابت ہے (اور
میں نے دیکھا کہ مردے کیا چھوٹے کیا بڑے خدا کے حضور کہڑے ہیں اور کتابیں کھولی گئیں اور
ایک کتاب دوسری جو زندگی کی تھی کھولی گئی اور مردوں کی عدالت جس طرح سے
ان کتابوں میں لکھا تہا انکے مطابق کی گئی) یہاں سے مجملا حشر بالاجساد و حساب
ثابت ہے اور اسی کتاب کے باب ۲۱ پہلی آیت میں یوں ہے (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین
کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی اور سمندر بھی مطلق نرہا) یہاں سے بھی عالم کا

فنا ہونا اور پھر دوبارہ پیدا کیا جانا ثابت ہوا اور اکثر کفار سے حضرت کی پھر بحث رہا کرتی
تھی وہ محال جانتے اور خلاف عقل بیان کرتے تھے اللہ تعالی اُنکے جواب میں اسکا اثبات
نازل فرماتا تھا کما قال تعالی یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ
مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ اے لوگو اگر تمکو بعث میں کچھ شک ہے پس ہمنے تمکو مٹی
سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پس جبکہ ہمنے تمکو معدوم محض سے موجود کر دیا دوبارہ پیدا
کرنا ہمکو پھر کیا مشکل ہے علی ہذا القیاس اسی مضمون کی اور بہت سی آیات ہیں شبہہ اگر کسی
جاندار کو کسی جاندار نے کہایا اور وہ جزو بدن ہو گیا پس جسکو کہایا ہے اگر اسکو بجمیع اجزا
زندہ کرینگے تو کھانیوالے کا بجمیع اجزار محشور ہونا باطل ہو جاویگا کیونکہ اُسکے بعض اجزار میں
یہ بھی داخل تھا اور اگر کہا نیوالے میں اُسکو محشور کرینگے تو کھانیوالا بجمیع اجزائہ محشور ہوا مگر ماکول
کا محشور ہونا بجمیع اجزائہ باطل ہو گیا حالانکہ تم قائل ہو ہر حیوان کے کُل اجزار بدن کو جمع کرکے
اسمیں روح ڈالیجاویگی جواب کُل اجزار بدن سے مراد ہمارے اجزار اصلیہ ہیں جو اول سے خر تک
باقی رہتے ہیں اور یہ کہایا ہوا حیوان ہیں کہانیوالے کے اجزار صلیہ میں داخل نہیں پس اسکو اپنے
اجزار صلیہ کے ساتھ جدا اور اسکو اُسکے اجزار صلیہ کے ساتھ جدا اُٹھاوینگے شبہہ حدیث
میں آیا ہے کہ دوزخی کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور کئی گز کا موٹا اُسکے بدن کا چمڑا ہو جاویگا
پس جہنمی کا وہ بدن کہ جو دنیا میں ہے اس بدن کے جو جہنم میں ہوگا غیر ہوا کیونکہ وہ اتنا
بڑا نہ تھا پس جب ایک روح دو بدنوں کے ساتھ متعلق ہوئی تو تناسخ پایا گیا حالانکہ اہل اسلام
تناسخ کا انکار کرتے ہیں جواب جہنم کا بدن اسی پہلے بدن سے غیر نہیں ہے بلکہ زیادہ عذاب
دینے کے لیے اللہ تعالی اُسی دنیا کے بدن کو اتنا بڑا کر دیگا دوسرے تناسخ میں یہ شرط ہے
کہ دنیا میں دو بدنوں متغایر سے باری باری ایک روح متعلق ہووے پس یہ شرط یہاں فوت ہے

کیونکہ ایک بدن دنیا میں اور ایک آخرت میں پایا گیا پس اگران دونوں بدنوں کو غیر کہیں
تب بھی تناسخ ثابت نہیں ہوتا **شبہہ** حکمار نے دلیل سے ثابت کیا ہے کہ معدوم چیز کا
پھر موجود ہونا محال ہے پس یہ بدن معدوم ہوئے کیونکر موجود ہونگے **جواب** حکمائی دلیل
بالکل غلط ہے چنانچہ اسکی غلطی ثابت کردی گئی ہے جسکو دیکھنا ہو وہ کتب کلامیہ میں دیکھے
پس معدوم کا پھر موجود ہونا محال ثابت نہوا علاوہ اسکے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
انسان کے اجزا رصلیہ کو جمع کرکے پھر اسکے ساتھ روح متعلق کریگا خواہ اب اسکو تم اعادہ
معدوم کہو یا اسکا کچھ اور نام رکھو سواسکے محال ہونے پر کوئی دلیل آجتک کسی نے قایم نہیں
کی ہے **ف** تفصیل بعث کی یوں ہے حدیث میں آیا ہے کہ سب سے اول میں اٹھونگا پھر حضرت
عیسےٰ پھر اور انبیا پھر صدیقین پھر شہدار پھر صالحین پھر اور مومنین یہ کہتے ہوئے اٹھینگے
الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکور پھر کفار واشرار یہ کہتے ہوئے اٹھینگے
یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا اور ہر جماعت اپنی اپنی شکل کے ساتھ کیجا ہوگی کما قال تعالیٰ
واذا النفوس زوجت پس نیکوں کا الگ گروہ ہوگا اور بدوں کی جدی جماعت ہوگی
علی ہذا القیاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کو میں ابوبکر رض اور عمر رض کے
ساتھ اٹھونگا پھر بقیع میں آونگا پس وہاں سے لوگ میرے ساتھ ہونگے اسکے بعد میں مکہ والوں کے پاس جاؤنگا
اور مدینے کے لوگ آوینگے اور ہر شخص جس حال میں مرا ہے اسی میں اٹھیگا پس شہیدوں کے زخموں سے خون بہیگا جو عفران
کی رنگت اور بو مشک کی ہوگی اور جو حج میں مرا لبیک کہتا ہوا اٹھیگا اور شرابی نشے کی حالت میں اٹھیگا
صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص برہنہ بے ختنہ اٹھیگا پس سب سے پہلے ابراہیم
کو سفید جنت کا حلہ پہنایا جاویگا انکے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسے بہتر کپڑے پہنائے جاوینگے
انکے بعد اور رسولوں اور انبیاء کو انکے بعد مومنوں کو پہنائے جاوینگے اور بعض احادیث سے

له بقیع مدینہ میں ایک قبرستان کا نام ہے ۱۲ منہ

یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن کپڑوں میں مردے دفن ہونگے انھیں میں اٹھینگے اور بعض سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ موت کے وقت کے کپڑوں میں اٹھیں گے اور ممکن ہے کہ ہر شخص کی نسبت جدا جدا حکم ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہوکر حسنین حضرت کے ناقہ پر سوار ہوکر اور مومنین جنت کی اونٹنیوں پر کہ انکے زین طلائی اور مہار زمردی ہوگی سوار ہوکر حساب گاہ میں چلیں گے اور مومن فاسق پیادہ اور کفار سر کے بل گھسٹتے ہوئے چلینگے بعض احادیث میں یوں آیا ہے کہ مومن جب قبر سے اٹھیگا تو ایک نہایت حسین آدمی اسکو نظر آویگا یہ کہیگا کہ تو کون ہے وہ کہیگا میں تیرا نیک عمل ہوں دنیا میں تجھپر میں سوار رہا تو اب مجھپر سوار ہو وَيَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا سے اسکی طرف اشارہ ہے اور کافر ایک نہایت بدشکل کو دیکھیگا اور پوچھیگا تو بدمنظر کون ہے وہ کہیگا تیرا عمل بد ہوں دنیا میں مجھپر تو سوار رہا آج میں تجھپر سوار ہوتا ہوں وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ سے یہی مراد ہے اور اعمال لکھنے والے فرشتے مومن کے لیے گواہ بنکر ساتھ ساتھ یہ کہتے ہوئے چلیں گے اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اور کافر کو کھینچتے ہوئے لیجاویں گے کافر اور فاسق اندھے ہوکر اور کتّے اور سُور اور بندر کی صورت میں اٹھیں گے سود خوار آسیب زدہ کی مانند اٹھیں گے یتیموں کے مال کھانیوالوں کے منہ سے آگ کا شعلہ نکلتا ہوگا کما قال تعالے اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا متکبر ونکو چیونٹیوں کی مانند بناکر خلائق کے پاؤں میں روندوائیں گے بے ضرورت سوال کرنیوالیکے منہ پر گوشت نہوگا مسلمانوں کے قتل کرنیوالیکے منہ پر رحمت سے ناامید لکھا ہوگا جو دو بیبیوں میں انصاف نہیں کرتے ہیں انکا ایک پہلو شکستہ ہوگا علی ہذا القیاس نقل کیا اسکو بدور سافرہ میں جلال السیوطی نے المختصر ہر شخص قبر سے اٹھکر محشر میں آویگا جب تمام اہل محشر تنگ ہونگے کہ قریب

ایک میل کے آفتاب ہے دہوپ کی شدت گرمی کی تیزی ہے کوئی سایہ دار چیز نہیں علی ہذا القیاس
صدہا تکالیف ہونگی تب لوگ کہیں گے حضرت آدمؑ کے پاس چلو کہ وہ ابو البشر ہیں شاید ہمکو
شفاعت سے حساب شروع ہووے سو اُنکے پاس آوینگے وہ کہیں گے آج خداوند کا نہایت
غضب قہر ظاہر ہے کہ کبھی ایسا نہوا تھا میں ڈرتا ہوں کہ مجھسے نپوچھ بیٹھے کہ تو نے
ہمارے بحکم گیہوں کو کیوں کھایا تھا تم نوحؑ کے پاس جاؤ تب اُنکے پاس آوینگے وہ بھی اسیطرح
عذر کرینگے اسیطرح پھر ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر موسی پھر عیسے علیہ السلام کے پاس آوینگے
سب اسیطرح عذر کرینگے حضرت عیسے کہیں گے تم خاتم النبیین امام الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس جاؤ وہ شفاعت کرینگے تب آپکے پاس آکر کہیں گے آپکے خدا نے اگلے پچھلے سب
گناہ معاف کر دیے اور آپکو خاتم النبیین کیا اور درجہ شفاعت آپکو دیا آپ ہماری شفاعت
کیجیے حضرت فرماوینگے ہاں میں کرونگا تب حضرت سجدہ میں گرینگے اور خدا کی نہایت ثنا
صفت کرینگے پھر حکم ہوگا ای محمد سر اٹھا جو مانگیگا ملے گا شفاعت کر قبول ہوگی اور براق
جبرئیل لیکر آپکے پاس آوینگے آپ اسپر چڑھکر آسمان پر جاوینگے اور ایک جگہ مقام محمود ہے
وہاں جاکر حمد و ثنا کرینگے اور سب لوگ دیکھینگے اور ثنا و صفت حضرت کی کرینگے پھر
حضرت نیچے تشریف لاوینگے لوگ پوچھیں گے کیا حکم ہوا حضرت فرماویں گے اللہ تعالی اب
زمین پر تجلی فرماتا ہے اور ہر ایک سے حساب لیکر اُسکی جزا و سزا کو پہنچاتا ہے اسی عرصہ میں
ایک نور عظیم آواز ہولناک کے ساتھ آتا ہوا معلوم ہوگا لوگ کہینگے کیا اسی میں تجلی خدا ہے
ملائکہ تسبیح و تنزیہ بیان کرکے کہینگے ہم آسمان دنیا کے فرشتے ہیں تب وہ زمین کے کنارے صف
باندہکر کھڑے ہوجائیں گے بعد اسکے پھر اسیطرح ایک نور عظیم اترتا ہوا نظر آویگا لوگ اسیطرح
لوگ پوچھینگے اور اسیطرح ملائکہ کہیں گے کہ ہم دوسرے آسمان کے ملائکہ ہیں پھر وہ بھی صف باندہ

کھڑے ہوجاوینگے اسیطرح ساتوں آسمانکے ملائکہ اتر ینگے اور لوگوں کے گرداگرد صف باندھکر کھڑے ہونگے پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ صور میں آواز کرینگے اُنکے صور بجانیسے سوائے موسیٰ کے سب بیہوش ہوجاوینگے پھر خدا کا عرش یعنی تخت اُتریگا کہ آٹھ فرشتے اُسے اُٹھاوینگے اور اُسپر تجلی خداوند تعالیٰ کی ہوگی تجلی یوں کہا کہ وہ مکان اور جسم سے پاک ہے پھر اسرافیل کو حکم ہوگا کہ صور بجاوے تب سب ہوشمیں آجاوینگے پھر دوزخ و جنت تخت کے داہنے بائیں طرف لائی جاویگی اور سب چپ و ہولناک ہونگے اور حساب شروع ہوگا کہ جسکی تفصیل آگے آتی ہے اور یہ مضمون قرآن و حدیث میں بکثرت ہے لہذا اختصار کے لیے آیت اور حدیث کو نقل نکیا (**پھر نیکی و بدی کا حساب ہوگا مومن کو نامہ اعمال داہنی طرف سے اور کافر کو بائیں طرف سے دیا جاویگا**) قال تعالیٰ وَكُلَّ اِنسَانٍ اَلزَمنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اور ہر آدمی کی گردن میں ہمنے اُسکا عملنامہ باندھ دیا ہے اور قیامت کو ہم اُسکے لیے اُسکو کتاب بناکر نکالینگے کہ وہ آدمی اُس کتاب کو کھلا ہوا دیکھیگا اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا حکم ہوگا پڑھ اپنی کتاب کو اپنے حساب کے لیے آج تو ہی کفایت کرتا ہے اپنے حساب کو فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّیَصْلٰى سَعِیْرًا پس جس شخص کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ کی طرف سے ملا پس جلدی اُسکا حساب آسان کیا جاویگا اور وہ اپنے گھروالونکی طرف جنت میں خوش ہوکر آویگا اور جسکو نامہ اعمال اُسکی پیٹھ پیچھے سے ملا پس جلد ہی مانگیگا موت اور داخل ہوگا آگ میں۔ حدیث میں آیا ہے

ملہ موسیٰ کو کوہ طور پر بیہوشی ہوئی تھی اسلیے یہاں بیہوش نہونگے ۱۲ منہ

کہ مومن سے اللہ حساب یسیر لیویگا اور کافر کو رسوا کریگا چنانچہ صحیحین میں عبداللہ بن عمر رض
سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی قیامت میں بندہ کو نزدیک
قریب بلاکر اور سب اہل محشر سے چھپاکر آہستہ سے یوں فرماویگا کہ فلاں فلاں گناہ تو نے
کیا ہے یا نہیں وہ کہیگا ہاں یارب یہانتک کہ بندہ سے اقرار کروائیگا اور بندہ اسوقت اپنے
دلمیں خیال کریگا کہ آج میں ہلاک ہوا پس اللہ فرماویگا کہ مینے جسطرح دنیا میں تیرا پردہ فاش
نکیا اسیطرح اب بھی تجکو بخشدیا پس اسکو اسکی نیکیوں کی کتاب دیویگا اور منافق اور کافر
کو سب خلق کے روبرو بلاکر رسوا کریگا اور ایک شخص پکارکر آواز بلند کہیگا ان لوگوں نے اللہ
پر جھوٹ باندہا تہا اور سنلو جھوٹے پر خدا کی مار ہے۔ امام احمد نے ابی ہریرہ سے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز بندہ کو اپنے پاس
بلاکر کہیگا اپنے اعمال کی کتاب کو پڑہ پس جب نیکی دیکھیگا تو خوش ہوگا اللہ فرماویگا کہ یہ نیکی
مینے قبول کی پہر بندہ سجدے میں گر پڑیگا اور جب گناہ دیکھیگا تو غمگین ہوگا اور ڈریگا اللہ فرماویگا
مینے یہ تیرا گناہ بخشدیا وہ پہر سجدہ میں گر پڑیگا پس لوگ فقط اسکو سجدہ کرتے ہی دیکھینگے
اور یہ جانینگے کہ اسنے کوئی گناہ نہیں کیا اور یہ خبر نہوگی کہ اسمیں اور اللہ میں کیا معاملہ گذرا
ہے پس یہ حساب یسیر ہے۔ عایشہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں
دعا کرتے تہے اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَّسِيْرًا پس جب فارغ ہوئے تو مینے پوچھا کہ حساب
یسیر کیا ہے فرمایا حساب یسیر یہ ہے کہ اللہ تعالی نامۂ اعمال دیکر بخشدیوے اور
جس سے حساب میں سختی ہوئی تو پکڑا گیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اول اللہ
تعالے جانوروں میں فیصلہ کریگا پس جس سینگ والے نے بے سینگ والے کو مارا ہے وہ
بھی اسکو اسیطرح سے مار یگا پس ان سبکو حکم ہوگا کہ خاک ہوجاوینگے پس اسوقت کافر

حسرت سے کہیگا یالیتنی کنت ترابا ہائے کاش میں بہی آج خاک ہوکر نجات پاتا بعد اُسکے
بندونمیں فیصلہ کریگا پس ایک فرشتہ بآواز بلند پکار کر کہیگا کہ جو شخص جسکو پوجتا تہا وہ
اُسکے پاس جاوے پس سب بُت اور تہان اور جہنڈے پوجنے والونکو اُنکے معبودونکے ساتہ
بشرطیکہ وہ معبود انبیاء اور اولیاء اور ملائکہ نہوں دوزخ میں ڈالدیا جاویگا روایت کیا
اسکو بخاری اور مسلم نے پس اسکے بعد انبیاء میں اور اُنکی اُمتونمیں فیصلہ ہوگا صحیح بخاری
میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نوح کو پوچہیگا کہ تمنے اپنی اُمت کو میرے احکام پہنچائے تہے وہ کہینگے
ہاں یارب میں پہنچا چکا ہوں پہر اُنکی اُمت سے پوچہیں گے کہ نوح نے تمکو ہمارے احکام پہنچائے
تہے وہ انکار کرینگے پہر نوح سے گواہ طلب ہونگے نوح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکی اُمت کو
گواہ قرار دینگے پس تم لوگ نوح کی گواہی دوگے کہ اُنہوں نے حکم پہنچائے تہے پہر حضرت نے آیت
پڑہی[1] وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ
شَهِيدًا پس جب کفار اور مشرکین سے حساب لیکر اُنکو دوزخ میں ڈالدیا جاویگا تو پہر مسلمانوں سے
حساب ہوگا اول فرائض سے سوال ہوگا اور فرائض میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا پس
اگر نماز مقبول ہوگی تو اور اعمال کو بہی دیکہا جاویگا علی ہذا القیاس پہر بندوں کے آپسمیں حقوق کا
فیصلہ ہوگا اُنمیں سب سے پہلے خونریزیونکا حساب ہوگا قاتل کو جہنم میں داخل کیا جاویگا
یہانتک کہ اگر کسی نے دودہ میں پانی ملاکر بیچا تہا تو حکم ہوگا کہ الگ کرے پس جس شخص نے
کسیکو مارا تہا یا اُسکا مال لیا تہا یا گالی دی تہی یا اُسکی آبروریزی کی تہی تو مجرم سے بقدار جرم
اُسکی نیکیاں لیکر مظلوم کو دیجاوینگی اور اگر مجرم کے پاس کوئی نیکی نہوگی تو مظلوم کی بدیاں
اُسیقدر اُسپر ڈالدیجاوینگی اور اُسکو عذاب کیا جاویگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

[1] ترجمہ اور اسی طرح تمکو اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اچہی اور درمیانی اُمت
بنایا کہ تم اوروں کی گواہی دو اور رسول تمہاری گواہی دیگا ۱۲ منہ

کرکسیکا قرض سرپر لیکر نہ مرنا کیونکہ آخرت میں روپیہ پیسا نہیں ہے پس اگر نیکیاں ہونگی تو نیکیاں عوض میں دلائی جاوینگی ورنہ اسکے گناہ تھپیڑ دالے جاوینگے حدیث میں آیا ہے کہ مفلس وہ شخص ہے کہ باوجود نماز و روزہ وغیرہ حسنات کے اسنے کسیکو گالی دی ہوگی اور کسیکو ناحق قتل کیا ہوگا اور کسیکا مال چھینا ہوگا اور کسیکو ناحق ستایا ہوگا پس ہر ایک مظلوم کو اسکی نیکیاں دیجاوینگی اور جب نیکیاں نہ رہینگی تو مظلوم کے گناہ اسپر ڈالکر اسکو دوزخ میں لیجاوینگے پھر اللہ تعالے اپنی سب نعمتوں سے سوال کریگا کما قال ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ یعنی پھر البتہ پوچھے جاوگے نعمتوں سے وقال اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا اور کان اور آنکھہ اور دل ان سب سے انسان سوال کیا جاویگا پس سوال ہوگا کہ کان سے اچھی باتیں دین کی سنیں تھیں یا راگ باجے غیبت وبہتان وفحش کے سننے میں اسکو صرف کیا تھا اور آنکھہ سے اچھی چیزیں دیکھیں تھیں یا شبہات پر نظر ڈالتا تھا اور دلمیں خالص اللہ کی محبت رکھتا تھا یا مال و زر و زن و فرزند غیر اللہ پر عاشق تھا اور اسیطرح عمر سے سوال ہوگا کہ اسکو کس چیز میں صرف کیا اور اسیطرح مال سے سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا تھا اور کہاں خرچ کیا تھا اگر وجہ حلال سے کمایا تھا اور پھر اچھے کاموں میں خرچ کیا تو نجات پاویگا ورنہ حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لیجاؤ بادشاہ سے رعیت کے عدل وانصاف کی نسبت اور بیوی سے میاں کے مال و اسباب عزت وحرمت کی نسبت اور غلام سے مولے کے مال کی نسبت سوال ہوگا پس اگر بادشاہ یا قاضی نے عدل نہیں کیا یا بیوی نے میاں کے مال میں خیانت کی یا اسکے غائب میں کسی غیر مرد سے کچھ کاربد کیا یا غلام نے مولے کے مال میں خیانت کی ہوگی تو حکم ہوگا کہ آگ میں ڈالدو وعلی ہذا القیاس مرد سے اسکی عورتوں اور اولاد کی نسبت سوال ہوگا اگر عورتوں میں عدل وانصاف نکیا ہوگا یا انکو اور اولاد کو احکام الہی پر چلنے کی تاکید نکی ہوگی یا انکو

بیان میزان

دین کے ضروریات مسائل نہ سکھائی ہونگے تو اسے عذاب ہوگا پس جس سے حساب بسیر ہوا اُسنے
نجات پائی ورنہ ہلاک ہوا جہنم میں گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گناہ تین قسم کے
ہونگے ایک شرک کہ وہ ہرگز نہ بخشا جاویگا دوسرے حقوق الٰہی کی کمی زیادتی سو اللہ تعالیٰ
اپنے حقوق کے معاف کرنے میں کچھ پرواہ نکریگا تیسرے حقوق العباد کی بنسبت جو گناہ ہیں سو
انمیں بلاشبہ فیصلہ اور قصاص ہوگا اور حقدار کو حق دلایا جاویگا (**اور میزان قایم
کیجاویگی**) حشر کے میدان میں اللہ کے حکم سے ایک ترازو کھڑی ہوگی کیفیت اسکی اللہ ہی
جانتا ہے لیکن وہ اس دنیا کی ترازو کی مانند نہیں ہے کہ جس سے اناج وغیرہ اشیاء کا وزن کرتے ہیں
پس جسکا نیکی کا پلہ بھاری رہا اُسکو جنت ہے اور جسکا بدیکا پلا بھاری رہا اُسکو دوزخ اور جسکے
دونوں پلے برابر ہونگے تو وہ شخص کچھ مدت اعراف میں رہیگا پھر اُسکی رحمت سے جنت میں جاویگا اور
اعراف کا ذکر آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قال تعالیٰ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ یعنی قیامت کو
اعمال کا تُلنا حق ہے **وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا
وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ط وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ** اور رکھینگے ہم
ترازوئیں عدل کی قیامت کے دن پس ظلم کیا جاویگا کسی پر کچھ اور اگر آدمی کا عمل رائی کے
دانے کی برابر ہوگا تو ہم اُسکو بھی لاویں گے اور کفایت ہیں ہم حساب لینے والے **فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ** پس جس شخص کی
بھاری ہوگی تول پس وہ اچھے عیش میں ہے اور جو کوئی کہ ہلکی ہوگی اُسکی تول تو اُسکی جگہ ہاویہ جہنم
ہے احادیث صحیحہ بھی میزان کے بیان میں بکثرت ہیں۔ پس فرائض میں اول نماز کا وزن ہوگا
اگر کمی ہوگی تو نوافل سے پوری کیجاویگی علی ہذا القیاس زکوٰۃ روزہ وغیرہ فرائض کا وزن ہوگا

[1] بعض علما کہتے ہیں کہ موازین کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لیے جدی میزان اور جدا پلصراط ہوگا بعض کہتے ہیں جمع باعتبار وزن ہر شخص کے ہے صراط اور میزان ایک ہی ہوگی ۱۲ منہ

اگر وہاں کمی ہوگی تو صدقہ نفلی سے اسکو پورا کرینگے اور روزہ فرض کو روزہ نفلی سے پورا
کرینگے **ف** معتزلہ جن آیات و احادیث میں میزان کا ذکر ہے انکی تاویل کرکے میزان کا انکار
کرتے ہیں اور یہ دلیل عقلی لاتے ہیں کہ اعمال اعراض ہیں اگر انکا اعادہ ممکن ہو تو پھر انکا وزن ناممکن
ہے اور دوسرے اللہ تعالی کو اعمال معلوم ہیں پھر انکا تولنا عبث ہے جواب اسکا پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ میزان کی
کیفیت معلوم نہیں مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ دنیا کی میزانوں کی مانند نہیں پس جبکہ وہ دنیا کی موازین کی
مانند نہیں تو اسمیں اعراض کا وزن کیا محال ہے ہاں اس قسم کی ترازو میں البتہ ناممکن ہے اور ایسے
ہم بھی قائل نہیں پس ان اعرض کا اللہ تعالی قیامت میں اس سے لوگونکو اندازہ کرکے دکھا دیگا
دوسرے اگر یہ بھی تسلیم کرلیویں کہ وہ اسی قسم کی ترازو ہے تو اعمال عالم مثال میں ایک صورت پکڑ لیتے
ہیں جیساکہ پہلے ہم اسکا ثبوت کر چکے ہیں اور بہت احادیث صحاح سے صورت پکڑنا اعمال کا ثابت ہے
پس انکا اس عالم مثال کی صورت میں وزن کرنا ممکن ہے پس قیامت میں اللہ اعمال کو انکی صورت مثالی
میں ظاہر کرکے وزن کر دکھائیگا اور اگر یہ بھی تسلیم نکرو تو احادیث[1] میں آیا ہے کہ نامہ اعمال تولے
جاوینگے اور عبث ہونیکا جواب یہ ہے کہ وزن کرنے میں صدہا مصالح اور حکمتیں ہیں اگر تم انپر مطلع نہو
تو تمکو پرواہ نہیں ظاہر حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ بندونکو اپنی نیکی و بدی کا اندازہ معلوم
ہوجاوے تاکہ اللہ کو ظالم نہ کہیں **ف** مخالفوں کے چند اور شبہات حشر بالاجساد کی نسبت

---

[1] چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ اور بغوی اور احمد اور ابن حبان اور حاکم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کو میری امت میں سے ایک شخص کو لاوینگے اور ننانوے اتنی
بڑی بڑی نامہ اعمال کہ جہانتک اسکی نظر جاوے کہولکر دکہاوینگے اور کہینگے دیکھ ہمارے کراما کاتبین نے ظلم
تو نہیں لکھ لیا وہ کہیگا نہیں اے رب پس اللہ فرماویگا ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے ہمارے ہاں تیری ایک
نیکی بھی ہے پس ایک کتاب لاوینگے کہ اسمیں اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ لکھا ہوگا وہ
کہیگا الہی اس قدر دفتروں کے مقابلہ میں یہ کیا ہے اللہ فرماویگا تجھپر ظلم نہیں ہوگا پس وہ دفتر ایک پلہ میں
اور یہہ دفتر دوسرے پلے میں رکھا جاویگا پس اونچا رہیگا انکا پلا اور بھاری ہوگا اس دفتر کا پلا کہ جسمیں
کلمہ تھا پس بھاری ہوگی کوئی چیز اللہ کے نام سے ۱۲ منہ

اور اُنکے جواب ذکر کرتا ہوں **شبہہ** مسلمان حشر بالاجساد کے قائل ہیں کہ ہر حیوان اپنے دنیا کے
جسم کے ساتھ زندہ ہوکر حشر میں آویگا جیسا کہ بیان سابق سے واضح ہوتا ہے حالانکہ یہ زمین بحساب
اہل جغرافیہ اسقدر بھی وسیع نہیں کہ اسپر ہزار برس کے کل انسان اگلے پچھلے آجاویں پس یہ ہزارہا
برس کے کل انسان اور حیوان بلکہ ملائکہ اور اُنکی کئی صف ہونگی اور تخت رب العلمین اسپر کسطرح آویگا
جواب يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ جسروز بدلی جاویگی یہ زمین اَور زمین سے
اور آسمان اَور آسمان سے یعنی اللہ تعالی قیامت کے روز اس زمین دنیا کو بدلیگا اور نئی نہایت
وسیع زمین کہ جسپر سب اسکیں پیدا کریگا یا اُسکو کشادہ اور وسیع فضا بناویگا کہ جسمیں سب
اولین و آخرین اور ملائکہ اور جنت اور دوزخ اور عرش رب العلمین آجاویگا **شبہہ** قیامت کا
دن جیسا کہ قرآن میں آیا ہے پچاس ہزار برس کا کیونکر ہوگا **جواب** جب یہ ثابت ہوا کہ اللہ
اپنی قدرت سے اس زمین کو اسقدر وسیع کریگا کہ تمام اہل محشر اُسمیں آجاوینگے پس اُسکی فضا کے
موافق آفتاب بھی بڑی دیر میں دورہ تمام کریگا کیونکہ جسقدر بسبب وسعت زمین کے دائرہ افق
وسیع ہوگا اُسیقدر قوس نہاری کہ جو آفتاب سے پیدا ہوتی ہے وسیع ہوجاویگی یہانتک کہ وہ روز
پچاس ہزار برس کی برابر ہوگا کما قال تعالیٰ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ کہ وہ دن پچاس ہزار
برس کی برابر ہوگا اور اُسکی درازی میں صدہا حکمتیں ہونگی امام مسلم نے مقداد رض سے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کو ایک میل کے فاصلہ پر آفتاب ہوجاویگا
پھر ہر شخص کو اُسکے اعمال کے موافق پسینہ آویگا کسیکے ٹخنے تک کسیکے زانو تک کسیکی ناف تک
کسیکے منہ تک ہوگا **شبہہ** ایک میل کے فاصلہ پر آفتاب کا آنا اہل ہیئت کے نزدیک محال ہے
جواب اہل ہیئت کا ایک امام **فیثاغورس** ہے اُسکے نزدیک آفتاب بغیر اسکے
کہ چوتھے آسمان میں ہو اور اُسکی گردش سے پھرے آپ ہی آپ اپنے مدار پر گردش کرتا ہے

اور اسکا مدار اس امر سے کہ جو حکیم **بطلیموس** دوسرا امام اس فن کا چوتھے آسمان ثابت
کرتا ہے نہایت بلند ہے کہ وہ بلندی اس سے بھی زیادہ ہے کہ جسقدر ہمسے آفتاب بلند ہے
پس جسطرح فیثاغورس امام ہیئت کے نزدیک وہ بلندی اسکے مدار سے ممکن بلکہ
واقع ہے اسیطرح قیامت کے روز اسکے مدار سے اسقدر پستی کہ جسکے ہم قائل ہیں کیا محال ہے
إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ منہ اور ناف تک پسینا آنیکے یا یہ معنی ہیں کہ موافق
اعمال کے وہاں گرمی ہوگی اور موافق گرمی کے پسینا ہوگا جسطرح کہ اس عالم میں ہوتا ہے
پس بعض کو اپنے اعمال کی شامت سے بسبب گرمی کے اسقدر پسینا آویگا کہ اگر سبکو جمع کرتے
تو اسکے ٹخنے یا زانو یا ناف تک آتا یا یہ معنی کہ اس پسینے کو وہ قدیر ادھر ادھر بہنے نہ دیگا
بلکہ ایک جاے مجتمع کریگا سو وہ کسیکے زانو تک کسیکی ناف تک کسیکے منہ تک آویگا اور وہ گرمی
سے بمنزلہ گرم پانی کہولتے کے ہوجاویگا سو اس سے اور زیادہ تکلیف ہوگی پس یہ بھی ممکن ہے
لیکن بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ محشر میں نیک و بد سبھی ہونگے پس جب ایک میل کے فاصلے
آفتاب آیا اور پچاس ہزار برس کا ایک دن ہو تو جسطرح آفتاب کی گرمی اور دن کی درازی
ہر ایک کو یہاں مساوی معلوم ہوتی ہے اسیطرح وہاں بھی سب کو برابر معلوم ہوگی پس نیک
بندونکا ناحق میں گرفتار بلا کرنا اللہ کی عدالت کے خلاف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ نیک بندونکو
وہ پچاس ہزار برس کی درازی ایک صلوۃ مکتوبہ وقت کے برابر معلوم ہوگی اور اللہ تعالی وہاں انکو
عرش کا سایہ دیگا چنانچہ بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے کسی نے اس پچاس ہزار برس کی درازی پوچھی آپنے فرمایا مجھے قسم ہے اسکی کہ جسکے
قبضے میں میری جان ہے وہ روز مومن پر نہایت کم کیا جاویگا یہانتک کہ فرضی نماز کے
وقت سے بھی کم معلوم ہوگا انتہی پس کم ہونیکی بات تو یہ وجہ ہوگی کہ اللہ تعالی مومن سے

بہت جلدی حساب یسیر لیکر اُسکو جنت میں داخل کر دیگا یا یہ وجہ کہ مومن کو وہاں جنت کی
سیر وغیرہ چیزوں کے ملاحظہ سے بسبب سرور کے وہ دراز وقت نہایت کم معلوم ہوگا جیسا کہ اس عالم
میں عاشق کو شب وصل ایک ساعت کے برابر معلوم ہوتی ہے اور بیمار کی رات نہایت پہاڑ ہو جاتی ہے
یا یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو کسی ایسی جگہ میں ٹہرا کریگا کہ باعتبار بعد مدار کے اُنکے ہاں جلدی سے
وہ روز تمام ہو جاویگا اور گرمی بھی نہ معلوم ہوگی اور جو اُسکے مدار کے نیچے ہونگے اُنپر نہایت
درازی ہوگی اور دھوپ بھی شدت سے ہوگی اس عالم میں جو لوگ جسقدر خط استوا سے ہٹے ہوئے ہیں
اُنکے ہاں دن درجہ بدرجہ کم ہوتا ہے اور دن کی کمی سے اور آفتاب کے میلان سے دھوپ بھی کم ہوتی
ہے چنانچہ اقلیم اول میں کہ جو آفتاب کے قریب ہے جو دن تیرہ چودہ گھنٹے کا تخمیناً ہے سو وہی دن
اقلیم ہفتم میں کہ جو آفتاب کے مدار سے نہایت دور ہے تخمیناً ایک گھنٹہ کا ہے چنانچہ علم ہیئت کے
جاننے والے پر یہ بات ظاہر ہے[1] اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اُس روز اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ
ابرار کو دیگا **سوال** حکماء کے نزدیک تو محدد جہات فلک الافلاک ہے پس اُسکے باہر کوئی
چیز نہیں اور زیادہ فضاء اُنکے ہاں محال ہے **جواب** ہم حکماء کے اس قصور فہم کا کیا
علاج کریں کہ اُنہوں نے اللہ کو عاجز اور بیقدرت سمجھ رکھا ہے جسطرح گولر کے اندر کے جانور اُس
گولر کو محدد جہات جانتے ہیں اور سب خدا کے کارخانے وہیں مانتے ہیں اور اُسکے باہر کوئی چیز
نہیں سمجھتے اسیطرح حکماء کا حال ہے بھلا جسنے اپنے ارادے اور اختیار سے یہ عالم بنایا ہے اور
وہ کسی چیز میں کسیکا محتاج نہیں اُسکے نزدیک ایسے ایسے کروڑوں فلک الافلاک اور کرات
بنانے کیا محال ہیں دریا میں جسقدر ذرّے ہیں اگر وہ چاہے تو اُتنے ایسے ایسے بڑے کرے اور

[1] اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ جسقدر کرہ میں منطقہ یعنے بیچا بیچ کا دائرہ بڑا ہوتا ہے اور نہیں ہوتا پس جسقدر منطقے سے دوائر ہٹے ہوتے ہیں چھوٹے ہوتے ہیں کما لا یخفی اور آفتاب منطقہ پر دورہ کرتا ہے پس اُسکے جنوب و شمال کے جو قوس نہار سے پیدا ہونگے درجہ بدرجہ چھوٹے ہوتے جاویں گے ۱۲ منہ

فضائیں بنا دیوے کیا اب کمزور ہو گیا ہے یا سامان اتنا ہی تھا کہ جس سے یہ ایک ہی کرہ بنا سکا
تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا ایسا کمزور اور محتاج ہمارا اللہ نہیں ہے حکماء کی جسطرح اور بہت سی
غلطیاں ہیں ایک یہ بھی ہے اور وجہ غلطی کی یہ ہے کہ انہوں نے چند باتیں اپنے ہاں مقرر کر رکھی
تھیں سو اُنسے جو لازم آتا تھا خواہ صحیح ہو خواہ ایسا بدیہی البطلان ہو کہ عامی لوگ بھی اُسے بیہودہ سمجھتے
ہوں اُسکو درست جانتے تھے سو اُن اصول فاسدہ کا یہ ثمرہ ہے اور وہ اصول جڑ پیڑ سے علماء نے
اُکھاڑ دیے ہیں جسکو شوق ہو وہ علم کلام کی مطولات کو دیکھے **ف** بعض شخصوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب
جنت میں داخل کریگا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے ایک بڑا
انبوہ کہ جسنے زمین کے کنارے بھر دیے دکھلائی دیا اور کہا کہ یہ تیری اُمت ہے انمیں سے ستر ہزار
بیحساب بہشت میں جاوینگے ترمذی اور ابو داؤد نے ابی امامہؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کیا ہے کہ اللہ نے مجھسے یہ وعدہ کیا ہے کہ ستر ہزار آدمی تیری اُمت میں سے بلا حساب
بہشت میں داخل کرونگا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہونگے اور تین حثیات الله کے حثیات سے

فا

حوض کوثر کا بیان

(محشر میں مومنین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا پانی پیونگے)

قیامت کو ہر نبی کیلیے ایک حوض ہوگا اور ہر ایک نبی کی اُمت کی جدی جدی علامت
ہوگی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کا نام کوثر ہے وہ سب حوضوں سے بڑا ہے اور
اور وضو کی جانے سے حضرت کی اُمت کے اعضاء نہایت روشن ہونگے پس یہ علامت آپکی
اُمت کی ہوگی پس جب لوگ قبروں سے اُٹھائے جاوینگے تو نہایت شدت کی پیاس ہوگی
ہر نبی اپنی اپنی اُمت کو اُس علامت سے پہچان کر اُسکا پانی پلاویگا صحیحین میں عبد اللہ ابن عمروؓ سے
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے حوض کی درازی ایک مہینے کی راہ ہے

۱؎ چنانچہ بعض حکماء کا یہ مذہب ہے کہ جب کوئی کسی چیز کو جانتا ہے تو یہ عالم و معلوم دونوں متحد ہو جاتے
ہیں مثلاً کسی نے پہاڑ کو جانا تو وہ پہاڑ ہو گیا ۱۲ منہ ۲؎ حثیات دونوں ہاتھ کے لپ کو کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور اسکے کنارے برابر ہیں اسکا پانی دودھ سے سفید زیادہ ہے اور اسکی بو مشک سے زیادہ خوشبودار
ہے اور اسکے آبخورے آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں جو ایکبار اسکا پانی پیگا پھر پیاسا
نہوگا - یعنی حشر کے میدان میں اسکو پھر پیاس لگے گی صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے حوض کی مسافت ایلہ[1] اور عدن کی مسافت
سے زیادہ ہے اور وہ برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور اسکے آبخورے
اتنے ہیں کہ جتنے آسمان کے تارے اور میں مرتد[2] لوگونکو اپنے حوض سے اسطرح دور ہانکونگا کہ جسطرح
کوئی غیر کے اونٹونکو اپنے تالاب سے دور کرتا ہے لوگوں نے پوچھا کیا اسروز آپ ہمکو پہچان لینگے
فرمایا ہاں تم لوگوں میں سب امتوں سے جدی ایک نشانی ہوگی اور وہ یہ ہے کہ وضو کی جگہ سے
تمہارے اعضاء روشن ہونگے - جن لوگونکو آپ اپنے حوض سے دور کرینگے وہ مرتد اور کافر و
مشرک لوگ ہونگے سو بالاتفاق انکو حشر میں پانی حوض کا نصیب ہوگا - بعض علما کہتے ہیں اسلام
کے گمراہ فرقے مثل شیعہ و خوارج و معتزلہ وغیرہ کے بھی اس نعمت سے محروم رہینگے حدیث میں
آیا ہے کہ حضرت علی اسروز لوگونکو پانی پلاوینگے انکے ساتھ اور صحابہ بھی شریک ہونگے غرض
حوض کوثر کا ذکر اور بہت احادیث میں وارد ہے سو اسکو بھی حق جاننا چاہیے شک کرنیوالے کے
ایمان کا خوف ہے **ف** بعض علماء کہتے ہیں کہ پل صراط پر گذرنیکے بعد حوض پر اہل محشر
آوینگے اور بعض کہتے ہیں کہ حساب سے پہلے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض کو قبر سے
اٹھتے ہی وہ پانی ملیگا اور بعض کو گناہوں کے سبب دیر میں ملیگا یہانتک کہ بعض کو
پلصراط پر گذرنیکے بعد اور بعض کو دوزخ سے خلاصی پاکر جنت میں جانے سے پہلے ملے گا
علی ہذا القیاس (۲) **پھر سب کو پلصراط پر چلنے کا حکم ہوگا پس نیک**

(۲) پلصراط کا بیان

[1] ایلہ شام میں جگہ کا نام ہے اور عدن جنوب میں ایک شہر ہے دونوں کی منزل کا فاصلہ ہے پس حضرت کے حوض کوثر کا ایک کنارہ دوسرے سے اس مسافت سے بھی زیادہ دور ہے ۱۲ منہ [2] مرتد اسکو کہتے ہیں کہ جو ایمان لاکر پھر کافر ہوجاوے ۱۲ منہ

اپنے اپنے اعمال کے موافق بہت جلدی نکل جاوینگے اور بد لوگ
کٹکر گرجاوینگے) میدان حشر کے گرد دوزخ محیط ہوگی جنت میں جانیکے لیے اسپر دوزخ پر
ایک پل ہوگا کہ بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا سب کو اسپر چلنیکا حکم ہوگا نیک
بہت جلدی گذرینگے اور جہنمی کٹ کر گرجاوینگے چنانچہ اسکی تفصیل احادیث میں مذکور ہے
بخاری اور مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخ
کی پیٹھ پر ایک رستہ ہوگا سب رسولوں سے پہلے اپنی امت کے ساتھ میں اسپر سے
گزرونگا اور اسوقت سوائے انبیاء کے اور کوئی نہ کلام کریگا اور انبیاء کا یہ کلام ہوگا اللھم
سلم سلم یعنے اے اللہ سلامت رکھنا سلامت رکھنا اور جہنم میں کلالیب[1] سعدان کے
کانٹے کی مانند ہونگے کہ درازی اسکی اللہ ہی کو معلوم ہے پس وہ لوگونکو بقدر اعمال پکڑینگے
بعض کو بالکل پکڑ کر نیچے گرا دینگے اور بعض کا گوشت چھیل ڈالیں گے لیکن انکو اللہ بچا
دیگا صحیحین میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مومن آنکھ کی جھپک میں نکل جاویگا اور
بعض بجلی کی مانند اور بعض تیز ہوا کی مانند اور بعض پرند جانوروں کی مانند اور بعض تیز
گھوڑے کی مانند اور بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزرینگے اور پل صراط پر اندھیرا ہوگا سوائے
ایمان کی روشنی کے اور روشنی نہوگی جیسا کہ اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے یَوْمَ یَقُوْلُ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ
فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ
مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ اسدن کہیں گے منافق[2] مرد اور منافق عورت مومنوں سے ہمارا انتظار

[1] کلالیب کلوب کی جمع ہے اور کلوب آنکڑے کو کہتے ہیں جسطرح کہ نانبائی کے پاس تنور میں روٹی نکالنے
کے واسطے ہوتے ہیں اور سعدان ایک درخت کا نام ہے کہ اسکے کانٹے بہت بلدار ہوتے ہیں سو وہ آنکڑے بھی
ویسے ہونگے ۱۲ منہ [2] منافق وہ ہے کہ ظاہر میں مسلمان ہو اور چھپا ہوا کافر ہو ۱۲ منہ

کہ ہم بھی تمہاری روشنی میں چلیں کہا جاویگا پھر جاؤ اُلٹے وہاں سے نور لاؤ پس اُنکے بیچ میں ایک
دیوار کھڑی کیجاویگی کہ اُسکے اندر کیطرف رحمت یعنے جنت ہوگی اور باہر کیطرف عذاب ہوگا
یعنی دوزخ پس جب منافقوں اور مومنوں کے بیچ میں دیوار ہوجاویگی اُسکے دروازے میں سے مومن
جنت میں چلے جاوینگے اور منافق باہر عذاب میں مبتلا ہونگے پس اُسوقت منافق حسرت سے
مومنوں کو یہ کہیں گے اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ کیا دنیا میں ہم تمہارے ساتھ نہ تھے جواب تمنے ہمارا ساتھ
نہ دیا مومن کہیں گے بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ
حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ ہاں تم ساتھ تھے لیکن فتنہ میں ڈالا تھا تمنے اپنی جانوں کو اور
منتظر رہتے تھے تم ہمارے لیے بُرائی کے اور شک کیا تمنے دین میں اور فریب میں ڈالا
تمکو تمہاری آرزوؤں نے یہانتک کہ آگیا حکم اللہ کا یعنی موت آئی اور مومنوں کیلیے وہاں نور
ہوگا جیسا کہ اللہ فرماتا ہے يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهٗ نُورُهُمْ يَسْعٰى
بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ الآیہ جس روز کہ نہ رسوا کریگا اللہ نبی کو اور لوگونکو کہ جو ایمان لائے
ہیں ساتھ اُسکے نور اُنکا اُسروز دوڑتا ہوگا اُنکے آگے آگے اور داہنی طرف ف شریعت
عالم مثال میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی جسطرح کہ اور چیزیں وہاں اپنی اپنی صورتوں میں
ظاہر ہونگی چنانچہ دنیا بڑھیا عورت بدشکل کی صورت میں ظاہر ہوگی پس جن لوگونکو
اس عالم میں شریعت پر چلنا آسان تھا اُنکو وہاں پلصراط پر عبور کرنا آسان ہوجاویگا اور
اُنکو پلصراط بڑا چوڑا صاف رستہ نظر آویگا اور موافق استعداد عمل کے کوئی بجلی کی مانند
اور کوئی ہوا کی مانند اور کوئی گھوڑے کی مانند جلد وہاں سے نکلکر جنت میں سیدہا چلا جاویگا
چنانچہ احادیث میں اسکی صراحت ہے اور اسی لیے شریعت کو صراط المستقیم کہتے ہیں کہ اسپر
چلنے والا سیدہا جنت میں جاتا ہے اور جن لوگونکو شریعت پر چلنا یہاں حسب قدر مشکل اور

دشوار تہا وہاں اُسیقدر اُنکو اُسپر چلنا دشوار ہو جاویگا اور بال کی مانند باریک اُنکے لیے وہ پل ہو جاویگا چنانچہ ابن مبارک اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ پلصراط قیامت کو بعض پر بال سے باریک اور بعض پر میدان کی مانند فراخ کیا جاویگا۔ پس بعض اہل ہوا جو پلصراط کا اس دلیل سے انکار کرتے ہیں کہ پلصراط پر چلنا محال ہے اور اگر چلنا ممکن ہو تو پہر نیک بندوں کو ناحق تکلیف دینا ہے بالکل غلطی پر ہیں اُنکو پلصراط کی حقیقت معلوم نہیں کیونکہ اگر وہ اسکی حقیقت جانتے تو اسپر چلنا محال نہ کہتے اور مومنین کے واسطے اسپر چلنا عذاب تکلیف قرار نہ دیتے اصل حال یہ ہے کہ بعض کو خود پسندیکا مرض ہوتا ہے سو وہ حمق اپنی رائے غلط کے آگے نہ وحی کا اعتبار کرتے ہیں نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پر اعتماد کرتے ہیں اعوذ باللہ من ہذا

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم گناہگار مسلمانوں کی شفاعت کرینگے)

حضرت کی شفاعت کے بیان میں بیشمار احادیث وارد ہیں کہ سب کا مضمون ملا کر حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ازانجملہ یہ احادیث ہیں بخاری اور مسلم نے انس رضہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز نہایت بیقراری اور اضطراب سے لوگ جمع ہو کر آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے چلو خدا سے ہماری شفارش کرو آدم کہینگے یہ میرا کام نہیں تم ابراہیم کے پاس جاؤ اللہ کے بڑے دوست ہیں پس ابراہیم کے پاس آکر کہینگے ابراہیم بہی جواب دینگے کہ میرا یہ کام نہیں تم موسی پاس جاؤ وہ اللہ سے کلام کیا کرتے تہے پس انکے پاس آوینگے وہ بہی کہینگے کہ یہ میرا کام نہیں تم عیسے کے پاس جاؤ وہ اللہ کی روح اور اُسکا کلمہ ہیں پس عیسی علیہ السلام

۱؎ اکثر صحیح حدیثوں میں یوں آیا ہے کہ آدم یوں کہینگے تم نوح پاس جاؤ کہ وہ اول نبی ہیں کہ زمین پر بہیجے گئے وہ کہیں گے ابراہیم پاس جاؤ الخ شاید راوی سے یہاں نوح رہگئے ورنہ اس سے پہلے حدیث میں جو انہیں انس رضہ سے مروی ہے نوح ہیں ۱۲ منہ ۵۲ عیسے کو اللہ کی روح یوں کہتے ہیں کہ ظاہر ہیں اور کوئی سلطان انکی ولادت کا نہوا سواسی لیے خاص اللہ کیطرف نسبت کیے گئے اور اسلیے کلمہ کن کے کہنے سے ہوئے تہے سواسی لیے کلمۃ اللہ کہلائے ورنہ ہر ایک شخص اللہ کی روح اور کلمہ سے ہے ۱۲

پاس کئی وہ بھی عیسیٰ کہینگے یہ میرا کام نہیں ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس لوگ مجھسے آکر کہینگے تب میں قبول کرونگا اور کہونگا ہاں میں اسکے قابل ہوں پس میں اپنے رب سے اگر اذن چاہونگا پس مجھے اجازت ہوگی اور اُسوقت اللہ مجھے اپنی اسقدر تعریفیں کرنی سکھا دیگا کہ آج وہ مجھے نہیں آتی ہیں پس میں سجدہ میں آگر ونگا اور اُن تعریفوں سے اللہ کو سراہونگا پہر مجھے حکم ہوگا کہ اے محمد سر اُٹھا اور کہہ تیرا کہا سُنا جاویگا اور مانگ جو مانگیگا وہ تجھکو ملیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی پس میں کہونگا یا رب اُمتی اُمتی پس حکم ہوگا کہ جسکے دلمیں جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان[1] ہے اُسکو دوزخ سے نکال پس میں جاکر اُنکو دوزخ سے نکالونگا اور پہر آکر اسیطرح سجدہ میں حمد و ثنا کرونگا پہر حکم ہوگا سر اُٹھا تو جو کہیگا وہ سُنا جاویگا اور جو مانگیگا تجھکو ملیگا اور شفاعت کر قبول کیجاویگی تب میں کہونگا یا رب اُمتی اُمتی پس حکم ہوگا کہ جسکے دلمیں ذرہ سی یا رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اُسے جہنم سے نکالو پس میں جاکر نکالونگا پہر آکر اسیطرح سجدے میں حمد و ثنا کرونگا پہر حکم ہوگا سر اُٹھا تو جو کہیگا وہ سُنا جاویگا اور جو مانگیگا تجھکو وہ ملیگا اور شفاعت کر قبول ہوگی پس میں کہونگا یا رب اُمتی اُمتی پس حکم ہوگا جاؤ جسکے پاس ادنیٰ کا ادنیٰ بھی رائی کے دانہ برابر ایمان ہے اُسے جہنم سے نکالو پس میں جاکر نکالونگا پہر میں چوتھی بار آکر سجدہ میں ویسی ہی حمد و ثنا کرونگا پس حکم ہوگا سر اُٹھا اے محمد کہہ تو جو کہیگا وہ سُنا جاویگا اور مانگ دیا جاویگا اور شفاعت کر قبول ہوگی تب میں کہونگا اے رب جسنے فقط لا الٰہ الا اللہ کہا ہے اُسکے لیے بھی اجازت دے کہ اُسکو جہنم سے

[1] ایمان سے مراد ان سب مواضع میں عمل صالح ہے کیونکہ آخر میں جسنے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے اُسکی نجات ہوگی اور حالانکہ اس کلمہ سے ایمان حاصل ہوتا ہے پس جو لوگ حضرت کی اُمت میں سے گنہگار تھے اور بہت ہی کم اُنکے پاس اعمال صالح تھے اور وہ دوزخ میں ڈالے گئے تھے اول مرتبہ آپ اُنکو نکالیں گے پہر اسیطرح جسکے پاس کچھ بھی عمل خیر ہوگا اُسکو بھی جہنم سے باہر لاوینگے اخیر جسکے پاس سوائے ایمان کے بالکل اور کوئی عمل خیر نہوگا وہ بھی جہنم سے باہر کیے جاوینگے اور حضرت کی شفاعت سے جنت میں جاوینگے اور اسیطرح اور مومنوں کو بھی آپ شفاعت کرینگے ۱۲ منہ

نکالوں اللہ فرما ویگا کہ یہ کچھ تیرے کہنے پر موقوف نہیں مجھے اپنی عزت اور جلال اور کبریائی اور عظمت کی قسم ہے جسنے لا الہ الا اللہ کہا ہے میں اُسکو دوزخ سے نکالونگا انتہے پس اس حدیث کے یہی معنی ہیں کہ جسمیں یوں آیا ہے کہ جسنے لا الہ الا اللہ کہا جنت میں جاویگا اگرچہ چوری اور زنا اُس سے ہو گیا ہو یعنی انجام جنت میں جاویگا بخاری نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسنے صدق دلسے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا وہ میری شفاعت سے خوب نفع پاویگا ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں سے کبیرہ گناہ کرنیوالیکو بھی میری شفاعت ہوگی ترمذی اور ابن ماجہ نے عوف بن مالکؓ سے اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ میرے پاس ایک شخص رب کی طرف سے آیا اور کہا کہ تجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو اپنی نصف اُمت کو جنت میں لیجا یا شفاعت اختیار کر لے پس مینے شفاعت کو اختیار کیا پس جسنے اللہ سے شرک نکیا ہوگا اُسکو میری شفاعت پہنچے گی انتہے الغرض اور بہت کثرت سے اسباب میں احادیث آئی ہیں کہ قیامت کے دن سید المرسلین کو تاج کرامت پہنا کر مقام محمود میں بٹھلایا جاویگا کہ تمام انبیا اور اولین و آخرین رشک کرینگے اور جبکہ اللہ کے جلال کے مارے کسی فرشتے یا نبی کا حوصلہ اللہ سے کلام کرنیکا نپڑیگا اُس روز تمام اولین و آخرین کی آنکھ سید المرسلین کیطرف ہوگی اور حضرت خلق کی شفاعت کرینگے اور اللہ تعالی تمام خلایق کو حضرت کا اعزاز و اکرام دکھلاویگا کہ جو حضرت کہینگے قبول فرماویگا پس اُس روز ہر ایک جان لیگا کہ سید المرسلین ہیں اور امام النبیین اور محبوب رب العالمین ہیں جو اُنکے دامن تلے آچھپا اُسکو اللہ نے معاف کر دیا آپ کی شان کا تو کیا ذکر ہے بلکہ آپکی اُمت کے علما اور شہدا اور اولیا بھی شفاعت کرینگے چنانچہ ابن ماجہ نے عثمان بن عفانؓ سے اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ قیامت کو

تین گروہ شفاعت کرینگے انبیاء پہر علماء پہر شہداء انتہےٰ اور انبیاء بہی جب حضرت شفاعت
کا دروازہ کھلوا دینگے اپنی امت کے لیے شفاعت کرینگے ترمذی اور دارمی اور ابن ماجہ نے
عبداللہ بن ابی جدعا رضہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ میری امت کے ایک شخص
کی شفاعت سے قبیلہ بنی تمیم سے بہی زیادہ لوگ جنت میں جاوینگے ترمذی نے ابوسعید رضہ سے
اُنہوں نے نبی صلعم سے روایت کیا ہے کہ بعض شخص میری اُمت میں سے ایک بڑے انبوہ کی
شفاعت کرینگے اور بعض ایک قبیلہ کی اور بعض چالیس آدمی کی اور بعض ایک شخص کی
شفاعت کریگا یہانتک کہ سب جنت میں داخل ہونگے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم
فرمایا ہے کہ دوزخیوں کے پاس سے کوئی جنتی گذریگا پس دوزخی اُس سے کہیگا اے فلاں کیا تم
اب مجہے نہیں پہچانتے میں وہ ہوں کہ جسنے تمکو ایکبار پانی پلایا تہا اور بعض کہیگا میں وہ ہوں
کہ جسنے تمکو وضو کا پانی دیا تہا پس وہ اُنکی شفاعت کرکے جنت میں لیجاویگا بعض احادیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے چہوٹے لڑکے کہ جو بلوغ سے پہلے مرگئے ہیں اپنے ماں باپ
کی شفاعت کرینگے اور بعض شخص کی قرآن یا کوئی اور عمل شفاعت کریگا ف نبی صلی اللہ علیہ وسلم
بعض کو قبر میں شفاعت کرکے نجات دلوائینگے بعض کو حشر میں شفاعت کرکے دوزخ میں
جانیسے باز رکھینگے بعض کو دوزخ سے شفاعت کرکے نکالینگے بعض کے لیے جنت میں ترقی درجات
اور رفع مراتب کے لیے شفاعت کرینگے پس شفاعت کی چار قسم ہیں معتزلہ اس پچہلی قسم کی
شفاعت کا اقرار کرتے ہیں اور پہلی تینوں قسم کا انکار کرتے ہیں اور اُنکے انکار کی اصل یہ ہے
کہ اُنکے نزدیک کبیرہ گناہ کرنیسے کافر ہوجاتا ہے پس کافر کے لیے شفاعت بالاتفاق
نہیں اور صغیرہ کرنیسے عذاب نہیں ہوتا پس وہاں شفاعت کی حاجت نہیں پس اب
ترقی درجات کے سوائے اور شفاعت ممکن نہیں اور ہم پہلے قرآن و احادیث سے اُنکی اصل کو

باطل کر چکے ہیں کہ جسپر انہوں نے یہ چند باتیں بنا رکی ہیں جسکو دیکھنا ہو فصل ایمان میں دیکھ لے
ف بعض شخصوں کی شفاعت کا حضرت نے خاص وعدہ کر لیا ہے انمیں ایک وہ ہے کہ جو
حضرت کے مزار شریف کی زیارت کرے اور ایک وہ ہے کہ جو حضرت پر کثرت سے درود بھیجے
اور ایک وہ ہے کہ جو ثواب جانکر مکہ یا مدینہ میں وفات پائے اور کافروں اور مشرکوں کے لیے
بالاتفاق آپکی یا کسی اَور کی شفاعت نہوگی جسطرح دنیا میں سرکار کے ساتھ مقابلہ کرنیوالے کی
کوئی شفاعت نہیں کرتا ہے اور بعض گناہگار مسلمانوں کے لیے بھی نہیں ہوگی چنانچہ
حضرت نے فرمایا ہے کہ قدریہ اور مرجیہ کو میری شفاعت نہوگی اور بادشاہ ظالم کی بھی
میں شفاعت نکرونگا اور شرع سے تجاوز کرنیوالے کی بھی شفاعت نکرونگا لیکن اسکو
ظاہر پر محمول کیا جاوے اور اہل کبائر میں سے یہ لوگ مستثنے ہوجاویں یا شفاعت ترقی درجات
انکے لیے نہوگی واللہ اعلم۔ **فصل جنت اور دوزخ کے درمیان ایک
مکان ہے کہ اسکو اعراف کہتے ہیں اور وہانکے لوگ اہل جنت
اور اہل دوزخ کو دیکھیں گے اور انسے کلام کرینگے** قال تعالے
بَيْنَهُمَا حِجَابٌ اور درمیان جنت اور اہل دوزخ کے ایک پردہ ہوگا وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ
يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ اور اعراف پر کچھ آدمی ہونگے کہ وہ ہر ایک جنتی اور دوزخی کو
انکے چہرہ سے پہچانتے ہونگے وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا
وَهُمْ يَطْمَعُونَ اور اعراف والے جنتیوں سے پکار کر کہینگے سلام علیکم اور وہ اعراف والے
بھی جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے لیکن طمع رکھتے ہونگے وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ
تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ اور پھر جاتے ہیں انکی نظریں دوزخیوں کی
طرف تو کہتے ہیں اے رب ہمارے مت کر ہمکو قوم ظالموں کے ساتھ اعراف کا ہونا اور

اعراف پر آدمیونکا ہونا تو بالاتفاق ہے اور قرآن سی ثابت ہے لیکن اعراف پر
کون لوگ ہونگی اس مین اختلاف ہی بعض علماء کہتے ہین کہ شہداء یا مومنین کاملین
یا ملائکہ آدمیونکی صورت مین اعراف پر ہونگی اور فضل وکرامت کی سبب دوزخ وبہشت کی ثواب
وعذاب کی سیر دیکھینگے اور اپنی مکانات جنت مین دیکھکر خوش ہونگی اور بطور سیر کی اعراف پہ
بیٹھے ہونگی اور اکثر علماء کہتی ہین کہ اہل اعراف وہ لوگ ہونگی کہ اونکی بدی اور نیکی برابر ہوگی
نہ دوزخ کی مستحق ہونگی نہ جنت کی لیکن جنت کی طمع رکہتی ہونگی آخر اللہ کی فضل سی جنت مین
جاوینگی جیساکہ اللہ تعالی فرماتاہی اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ حکم ہوگا
اہل اعراف کو کہ جنت مین داخل ہوجاؤ اب تمپر کچہ خوف نہین اور نہ تمکو کچہ غم ہی یا وہ اہل اعراف
موحد ہین کہ شریعت اونکی پاس نہ پہونچی تہی یا کفار کی اولاد صغار ہی پس یہ لوگ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی شفاعت سی انجام جنت میں داخل ہوجاوینگے اور صحیح یہی قول اکثر کا ہے
کیونکہ جنت کی طمع رکہنا اور دوزخ سی پناہ مانگنا اور آخر اونکے لیئے یہ حکم ہونا کہ جاؤ جنت میں
داخل ہو جیساکہ ان آیات سے مستفاد ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ اہل اعراف اپنے
اختیار اور خوشی سے وہاں نہ ہونگے بلکہ مجبوراً وہان رہتی ہونگی اور جنت میں جانے سے
روکے گئے ہونگے پس شہداء یا کامل مومنین یا ملائکہ نہیں ہوسکتے چنانچہ تائید کرتی
ہے اسکی وہ حدیث کہ جلال سیوطی نے بدور السافرہ میں لکہی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے دوزخ اور بہشت کے درمیان اور اہل اعراف گنہگار ہونگے سبب
وہاں محبوس ہونگے حکم الہی سے دیوار پر چڑہ کر جنت والی لوگونکو سفید اور روشن منہ
دیکھکر پہچان لینگے اور دوزخیونکو بسبب اونکی سیاہ روئی کی معلوم کرلینگے پس اہل جنت
کو دیکھینگے جنت مین جانی کی طمع کرینگے اور دوزخیونکو دیکھکر اونکی حال سے پناہ مانگنے لگینگے

آخر اللہ تعالیٰ انکو اپنے فضل سے جنت میں داخل کریگا اور فتوحات مکیہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ
اہل اعراف مساوی العمل والمیزان ہونگے کسی جانب کو ترجیح نہ ہوگی پس وہ اعراف میں
رہیں گے آخر انکو سجدہ کرنیکا حکم ہوگا پس یہ نیکی زیادہ ہوجاویگی اسکے سبب سے جنت
میں جاوینگے **لیکن** سب اہل حق اسبات پر متفق ہیں کہ آخر اعراف والے جنت میں
جاوینگے جیسا کہ ادخلوا الجنۃ اسپر دلالت کرتا ہے اور یہ نہیں کہ اہل اعراف وہاں ہمیشہ رہینگے
تاکہ جنت اور دوزخ میں ایک واسطہ قرار دیا جاوے اور تیسرا مقام علاوہ دوزخ وجنت کے
کو ثابت کیا جاوے جیسا کہ اہل ہوا کہتے ہیں **(فصل پس بدلوگونکو جہنم میں
ڈالدینگے اور وہ جہنم میں طرح طرح کے عذاب دیکھینگے)** جہنم
میں کفار اور بعض مسلمان گناہگار داخل ہونگے جیسا کہ پہلے یہ ذکر ہوچکا ہے لیکن مومنین
بقدر گناہ وہاں عذاب پاکر یا حضرت کی شفاعت سے وہانسے نجات پاوینگے اور آخر جنت میں
جاوینگے پس کفار ہمیشہ وہاں رہینگے چنانچہ اسکا ذکر آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ جہنم کی سختیاں
اور عذابات قرآن واحادیث میں تفصیل سے بہت جا مذکور ہیں لیکن کچھ مختصر بیان کرتا
ہوں تاکہ کتاب خالی نہ رہجاوے قال تعالیٰ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ
اِذَا اُلْقُوْا فِیْہَا سَمِعُوْا لَہَا شَہِیْقًا وَّہِیَ تَفُوْرُ تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ اور جن لوگوں
نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے انکو جہنم کا عذاب ہے اور کیا بری جگہ ہے جہنم جب
ڈالے جاوینگے جہنم میں تو جہنم کی چیخ سنینگے اور جوش مارتی ہوگی جہنم قریب ہے کہ
پھٹ پڑے غصہ کے مارے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ کَالْمُہْلِ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ کَغَلْیِ
الْحَمِیْمِ خُذُوْہُ فَاعْتِلُوْہُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَأْسِہٖ مِنْ عَذَابِ
الْحَمِیْمِ ۝ تحقیق زقوم کا درخت گناہگار کا کھانا ہے تانبے گلے ہوئے کی

(فصل دوزخ کے بیان میں)

مانند ہوگا پیٹ میں گرم پانی کے مانند جوش مارتیگا دوزخی کے واسطے حکم ہوگا کہ اسکو پکڑو اور
گھسیٹ کر بیچا بیچ دوزخ میں لیجاؤ پھر اسکے سر پر گرم پانیکا عذاب ڈالو ترمذی نے روایت
کیا ہے کہ اگر ایک قطرہ زقوم کا دنیا میں آپڑے تو اہل دنیا کی زندگی اس سے فاسد ہوجاوے
وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهَهُمُ
النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ اور دیکھیگا تو اسروز
گنہگاروں کو جکڑے ہوئے زنجیروں میں کپڑے انکے گندھک کے ہونگے اور ڈھانک لیگی انکے
مونہوں کو آگ تو کہ بدلہ دیوے اللہ ہر شخص کو اسکے عمل کا اللہ جلد لینے والا ہے حساب جہنمی
ستر گز کی زنجیروں میں جکڑے ہونگے احادیث میں آیا ہے کہ جہنمی کی زنجیر کی گرمی سے پہاڑ
موم کیطرح پگھل جاوے اگر پہاڑ پر رکھی جاوے اور گندھک کے لباس پہنا کر آگ میں ڈالے جاوینگے
گردن تک سے اور زیادہ آگ بھڑکتی ہے منہ تک آگ میں ڈوب جاوینگے مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى
مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ
وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور آگے اسکے دوزخ ہے اور پلایا جاویگا ایسا پانی کہ وہ پیپ ہوگی
ایک ایک گھونٹ پیویگا اسکو لیکن گلے سے نہ اتار سکیگا اور آویگی اسکو ہر جگہ سے موت
لیکن نہ مریگا وہ اور آگے اسکے ہوگا عذاب سخت ترمذی نے روایت کیا ہے کہ دوزخیوں کے
زخموں کی پیپ کا اگر ایک ڈول بھر کر دنیا میں ڈالدیویں تو تمام دنیا کے لوگ اسکی بدبو سے
مر جاویں پس ایسی سخت چیز انکو پلائی جاویگی اور ان عذابوں سے موت کا سا دکھ ہوگا لیکن
موت نہ آویگی کہ مر کر چھوٹ جاویں وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ
لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزْءٌ مَقْسُومٌ اور تحقیق ان سب کفار کے رہنے کی جائے کہ جسکا وعدہ کیا گیا ہے جہنم
ہے کہ اسکے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لیے آدمیوں میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے دوزخ

۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱

ساتھ طبقے یہ ہیں لظی حطمہ سعیر سقر جحیم ہاویہ جہنم پس ان ساتون طبقو ںمین کم زیادہ عذاب ہے ہر قوم موافق گناہ کے ان میں جدی جدی داخل کیجاویگی بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ ادنی دوزخکا عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی نعلین دوزخی کو پنہائی جاینگے اونسے اسکا مغز ہانڈی کیطرح اوبلنے لگا پس وہ جانیگا کہ سب سے زیادہ مجکو عذاب ہے حالانکہ سب سے کم اوسکو عذاب ہوگا الغرض دوزخیونکی لئے وہان طرح طرح کے عذاب ہونگے آگ کی مکان آگ کا فرش زقوم کھانیکو پیپ پینیکو گندہک کے کپڑے پہننیکو کہ جس کے سبب سے اور زیادہ آگ لگے گے اگر جلکر ایک چمڑہ سی دور ہو جاویگی تو اوسوقت دوسری جلد طیار ہو جاویگی اور گلے مین ایسے گرم طوق وزنجیر ہونگی کہ جنکے گرمی سے پہاڑ موم ہو جاوے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ دوزخکی آگ دنیا کی آگ سے ستر حصہ زیادہ گرم ہے یہ بات ظاہر ہے کسلئے کہ پہونس کی آگ کوئلہ کی آگ سے کم تیز ہوتے ہیں پس دوزخ مین لکڑیون کی جگہہ پہاڑ جلائی جاوینگے تو آگ اسقدر تیز ہوگی پس دوزخی موت مانگین گے تو موت نہ آویگی وَنَادَوْا یٰمٰلِکُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّکَ قَالَ اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ اور پکارینگی دوزخی دوزخ کے داروغہ کو کہ مالک اوسکا نام ہے یہ کہ تیرا رب ہمکو موت دیوے مالک کہیگا تم بیشک ہمیشہ یہان رہوگے موت سے تمکو نجات نہین اور جہنمی اللہ سے دعا کرینگے کہ ہمکو اب دوبارہ دنیا مین بہیجی اب کبہے نافرمانی نہ کرینگے اللہ فرماویگا یہ ہرگز نہوگا مکاشفات یوحنا باب ۱۹ مین دجال اور شیطان اور اوسکی متبعین مشرکونکے لیئے جہنم مین داخل ہونا مذکور ہے اور دوزخکو آگ کی جہیل گندہک سے وہان تعبیر کیا ہے اور اسی کتاب کے ۲۱ باب مین یون ہی آیت ۸ (پر ڈرنیوالون اور بی ایمانون اور نفرتیون اور خونیون اور حرامکارون اور جادوگرون اور بت پرستون اور ساری جہوٹون کا حصہ اسی جہیل مین ہوگا جو آگ اور گندہک سے جلتی ہے) باب ۲۰ آیت ۱۰ (اور شیطان جنے انہین فریب دیا تہا

نعمای جنت کا بیان

آگ اور گندہک کی جہیل مین ڈالگیا جہان وہ درندہ جانور اور جہوٹا نبی ہے (یعنے دجال)
اور وی راتدن ابدالآباد عذاب مین رہینگی) اور توراۃ مین بہی دوزخکی سات طبقون کا ذکر
آیا ہے الہی توفیق عمل صالح کی دے اور عذاب آخرت سی پناہ مین رکہہ کفار کو کبہی اس سے
نجات نہوگی کیونکہ بہت جاہی قرآن مین اللہ تعالی نے خالدین فیہا اور کہین ابدا ذکر
فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ وہان رہین گے اور کہین لن یغفر اللہ لہم فرمایا ہے کہ کبہی انکو اللہ
نہ بخشیگا اور کہین یون فرمایا ہے کہ وہ جہنم مین رہیں گے یہانتک کہ سوئی کے ناکے مین اونٹ
نکل جاوی علی ہذا القیاس ہمیشہ رہنے کے لئے کثرت سے وعید وارد ہوئی ہین اور احادیث
میں بہی اسکی بہت جاہی تصریح ہے جیساکہ پہلی گذرا اور تمام امت کا اسپر اتفاق ہے اور عقل
بہی تسلیم کرتی ہے کیونکہ کفر اور شرک نہایت سخت جرم ہے اوسکی مقابلہ میں سزا بہی
نہایت سخت ہونی چاہئے سو وہ ہمیشہ کا جہنم ہے ربنا ادخلنا الفردوس واجرنا من التذلیل
(اور مومنونکو جنت ملیگی پس وہ وہان ہمیشہ رہینگے اور طرح طرح کے
عیش و آرام دیکہین گے) بعد حساب کی اچہے لوگوں کے لئے جنت میں رہنے کا حکم ہوگا
سو وہاں ہمیشہ رہیں گے کما قال تعالی ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم تحبرون داخل ہو
بہشت مین تم اور تمہاری بیبیان زینت کرتی ہوی یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب وفیہا
ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین لیے پہرینگے انکے آس پاس خادم رکابیاں سونی کے
اور آبخوری اور جنت میں ہے وہ چیز کہ جسکو دل چاہے گا اور آنکہین لذت پاوینگے وانتم
فیہا خالدون اور تم اسمین ہمیشہ رہنے والے ہو ان الذین امنوا وعملوا الصلحت

ف اگرچہ پہلے یہ بیان آچکا ہے لیکن تصریح کیلئے مکرر ہوا ۱۲ منہ شیخ محی الدین عربی نے البتہ
اپنے اجتہاد سے ثابت کیا ہے کہ انتہا کو کفار بہی بخشے جاوینگے مگر یہ قول اونکا نصوص قرآنیہ
واحادیث صحیحہ و اجماع امت کے مقابلہ مین تاویل کے قابل ہے یعنی اسکے ظاہر سے معنے مراد نہیں ۱۲ منہ

كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل نیک کیے اُنکے لیے جنت الفردوس ٹھہرنے کی جاے ہوگی خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ہمیشہ رہینگے وہاں نہ چاہینگے وہاں سے جگہ بدلنا یعنی اور بہت سی جاے قرآن میں اور احادیث میں ہمیشہ رہنے کا ذکر آیا ہے اور تمام امت کا اسپر اتفاق ہے کہ جو شخص ایکبار جنت میں جائیگا پھر وہاں سے نہ نکالا جاویگا سو وہاں اہل جنت ابدالآباد رہینگے اور جنت کے عیش و آرام اور نعمتوں کا قرآن و احادیث میں بہت جاے ذکر ہے اور خوب تفصیل ہے لیکن کچھ مختصر یہاں بھی لکھتا ہوں تاکہ کتاب خالی نرہے قال تعالیٰ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ اور جو شخص اپنے رب سے ڈریگا اسکے لیے دو جنت ہونگی ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ اور وہ دونوں بہشت شاخوں والی ہیں فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ اور دونوں میں دو چشمے جاری ہیں فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ اور ان دونوں بہشتوں میں ہر میوہ سے دو قسم ہیں مُتَّكِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ جنتی تکیہ لگائے ہوے ہونگے ایسے بچھونوں پر کہ استر انکا تافتہ ہوگا اور میوے دونوں بہشتوں کے نزدیک جھکے ہوے ہونگے فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ان دونوں بہشتوں میں حوریں نیچی نگاہ والیاں ہونگی کہ انسے پہلے کبھی انکو نہ کسی آدمی نے چھوا ہے نہ جن نے كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ گویا کہ وہ حوریں یاقوت اور مونگا ہیں یعنے ایسی صاف اور خوبصورت ہیں رنگ میں وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ اور ان دو جنتوں کے سوا دو اور جنت ہیں مُدْهَآمَّتٰنِ وہ نہایت سبز ہونگی فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ اور ان دونوں بہشتوں میں دو چشمے ہونگے ابلتے ہوے فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ان دونوں میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار ہیں فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ان میں اچھی عورتیں خوبصورت ہیں لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ نہ ہاتھ لگایا ہے ان عورتوں کو انسے پہلے کسی آدمی نے

ز جن کے مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ تکیہ لگائے سبز مسند اور عمدہ قالینوں پر
عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ سونے کے تاروں سے بنی ہوئی پلنگوں پر
تکیہ لگا کر رہنے سامنے بیٹھیں گے يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ
مِّن مَّعِينٍ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا
يَشْتَهُونَ لڑکے ہمیشہ رہنے والے آبخورے اور آفتابے اور پیالے صاف شراب کے
کہ نہ اس سے انکو سر درد ہوگا نہ اس سے بہکیں گے اور جس قسم کے میوے کو کہ وہ پسند کرینگے اور جس
پرند کا گوشت کہ وہ چاہیں گے انکے پاس لیے پھرینگے وَحُورٌ عِينٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ
اور واسطے انکے عورتیں ہیں گوری بڑی آنکھوں والی جیسا کہ موتی سیپ میں چھپا ہوا ہوتا
ہے جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ بدلہ ہے انکے عمل کا لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا
إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا نہ سنینگے وہاں بیہودہ اور گناہ کی بات مگر ایک سلام سلام
یعنی جنت میں ایک دوسرے کو سلام کریگا فقط یہ تو سنینگے باقی گالی گلوچ رنج
فحش کی بات دلآزار سننے میں نہ آویگی صحیحین میں ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کیلئے ایسی نعمتیں مہیا کر رکھی
ہیں کہ انکو نہ کسی نے دیکھا نہ سنا ہے اور نہ کسیکے خیال میں گذری ہیں اور چاہو تو اس آیت کو
پڑھو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ نہیں خبر کسیکو اُس چیز کی کہ جو مومنین کے لیے چھپا
رکھا ہے کہ جس سے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاوینگی صحیحین میں ہے کہ جنت میں سوار کے
کوڑا ڈالنے کی جگہ بھی دنیا وما فیہا سے اچھی ہے یعنی سوار جب گھوڑے سے اترتا ہے تو
علم جگہ کوڑا ڈالدیتا ہے تو جنت کی وہ جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے بخاری نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت زمین کیطرف

جہانکی تو جنت سے زمین تک سب روشن ہوجاوے اور خوشبو سے بہر جاوے اور اوسکے سر کی اوڑہنی
دنیا و مافیہا سے بہتر ہے صحیحین میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں
ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سو برس تک سوار اوسکے سایہ مین چلے تو بہی انتہا ی
نہ پاوے صحیحین میں ابی موسیٰ اشعری سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جنت میں مومن کے لیے ایک موتی کا ایک خیمہ اتنا بڑا ہوگا کہ اوسکا عرض ساٹھ میل کے برابر
ہوگا اور ایک روایت میں یہ درازی طول کی آئی ہے اور اوسکے ہر ایک گوشہ میں مومن کے
بیویاں ہونگی کہ ایک دوسری کو نہ دیکھے گی پس وہ مومن سبکے پاس جاویگا اور دو جنت چاندی کے
ہین کہ اونکے برتن اور کل سامان چاندیکا ہے اور دو جنت اون کا کل سامان سونیکا ہے
ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں
اور ہر ایک درجہ مین آسمان و زمین کے فاصلے کے برابر فاصلہ ہے اور فردوس سبکے اوپر ہے اسمیں سے
جنت کی چاروں نہریں نکلتے ہیں اور اوسکے اوپر عرش ہے پس تم جب مانگو تو اللہ سے فردوس مانگو
صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ہے کہ جو جنت مین جاویگا
بڑی نعمتیں پاویگا فقر و فاقہ نہ اوٹھاویگا نہ کبہی اوسکی کپڑے میلے ہونگے نہ جوانی جاویگی ترمذی
نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے کہ جتنے لوگ بہشتی ہونگے سب کی آنکھوں میں قدرتی سرمہ لگا
ہوگا تینتیس یا تینتیس برس کی عمر ہوگی ف پہلے زمانہ میں تینتیس برس کی عمر مین ابتدا شباب
ہوتا تہا سو حضرت کی یہ مراد ہے کہ جنت کے لوگونکی عمر ابتداء شباب معلوم ہوگی مسلم نے انس سے
روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت مین ایک بازار ہے ہر جمعہ کو وہاں جنتی
لوگ جایا کرینگے پس شمالی ہوا چلکر اونکے منہ اور کپڑوں پر مشک اوڑا کر ڈالدیگی
اوس سے اون کا حسن و جمال اور زیادہ ہوجاویگا پس جب لوٹ کر

انجیل میں جنت کا بیان

اپنے گہر آیا کرینگے تو اُنکے گہر والے کہا کرینگے کہ واللہ تمہارا آج حُسن و جمال زیادہ ہوگیا ہے وہ کہینگے کہ بخدا ہمارے بعد تمہارا بہی حُسن و جمال بہت بڑہ گیا ہے جنت کے عیش و آرام کا احادیث و قرآن میں بہت ذکر ہے جسے تفصیل مطلوب ہو وہاں دیکہ لے یا اللہ جسکے نصیب کریگا وہ وہاں خود جاکر دیکہیگا مکاشفات انجیل باب ۲۱ اور ۲۲ میں بہی جنت کا بیان ہے کہ جسکو شہر مقدس کے ساتہ تعبیر کیا ہے چنانچہ باب ۲۱ آیت ۱ میں یوں ہے (پہر مینے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکہا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تہی آیت ۲ اور مجہہ یوحنا نے شہر مقدس نئی یروشلیم کو آسمان سے دلہن کی مانند سنگار کرکے خدا کے پاس سے اُترتے دیکہا آیت ۴ اور خدا اُنکی آنکہوں سے ہر ایک آنسو پونچہیگا اور پہر موت نہوگی اور نہ غم اور نہ نالہ اور نہ پہر دکہہ ہوگا کیونکہ اگلی چیزیں گزر گئیں اور یہ بیان موافق ہے آیات قرآنیہ کے جنکا ذکر ابہی گذرا آیت ۱۸ (اور اسکی دیوار یشم کی بنی تہی اور وہ شہر خالص سونیکا شفاف شیشے کی مانند تہا آیت ۱۹ اور اُس شہر کی دیوار کی نیویں ہر طرح کے جواہر سے آراستہ تہیں پہلی نیو یشم دوسری نیلم تیسری شب چراغ کی چوتہی زمرد کی پانچویں عقیق کی چہٹی لعل کی ساتویں سنہری پتہر کی آٹہویں فیروزہ کی الخ آیت ۲۱ مختصراً (ہر ایک دروازہ ایک ایک موتی کا اور سڑک خالص سونیکی شفاف شیشے کی مانند) ۲۳ مختصراً (اور وہ شہر سورج کا محتاج نہیں اور نہ چاند کا کہ میرے اُسکو روشن کریں کیونکہ خدا کے جلال نے اُسے روشن کر رکہا ہے) سو یہ مطابق ہے قرآن و حدیث کے کما قال لایرون فیہا شمسًا الآیہ اور احادیث میں آیا ہے کہ جنت میں عرش کی روشنی ہوگی آیت (اور کوئی چیز ناپاک یا نفرت انگیز یا جہوٹ اُسمیں کسیطرح نہ آویگی) قرآن میں بہی اللہ تعالے نے فرمایا ہے لایسمعون فیہا لغوا ولا تاثیما کہ وہاں بیہودہ اور گناہ کی بات سننے میں نہ آویگی باب ۲۲ (آیت ۱) (پہر اُسنے آبحیات کی ایک صاف ندی مجہے دکہائی

جو بلور کیطرح شفاف و صفا اور پری کے تخت سے نکلتی تھی) شاید یہ نہر تسنیم کا بیان ہے کہ جو عرش سے نکلتی ہے (آیت ۴) اور وے اسکا منہ دیکھینگے) یعنی وہاں دیدار الٰہی ہوگا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے (۵) اور وہاں رات نہوگی اور وہ چراغ اور سورج کی روشنی کی محتاج نہونگے اور وے ابدالاباد بادشاہت کرینگے) قرآن میں بھی خلود اور خالدین فیہا آیا ہے کہ وہاں اہل جنت ہمیشہ رہیں گے پس یہ تفصیل مکاشفات یوحنا شاگرد عیسے علیہ السلام سے ثابت ہے اور کتاب مکاشفات عیسائیوں کے نزدیک مجموعہ انجیل میں داخل ہے پس عیسائیوں کا کوچہ و بازار میں کہڑے ہو کر یہ طعن کرنا کہ آنحضرت نے یونہی خیالی جنت و دوزخ لوگوں کے لالچ اور ڈر انیکو بیان کردی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں بالکل بیجا اور خلاف نقل اور عقل اور بے ایمانی کی بات ہے **ف** دوزخ و جنت کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں روحانی بعض جسمانی مگر یہ نزاع لفظی ہے کیونکہ جو جسمانی ہونیکے قائل ہیں وہ ایسا جسم نہیں کہتے ہیں کہ جو قابل فنا و تغیر ہے بلکہ جسم لطیف کہ جسکو روح سے تعبیر کرتے ہیں اور جنت و دوزخ میں ثواب و عقاب کے لیے انسان کے اعمال کسی صورت میں ظہور کرتے ہیں اچھے اعمال حور و قصور بنجاتے ہیں برے سانپ بچھو کی صورت میں آگے آتے ہیں کیا خوب فرمایا ہی کسی نے ؎ ہفت دوزخ چیست اعمال بدت ٭ ہشت جنت چیست اعمال خشت ٭ اللہم ہب لنا جنت الفردوس (**دوزخ اور جنت اب بھی موجود ہیں**) اس لیے کہ حوا اور آدم کا قصہ کہ وہ جنت بالغرس سے پہر وہاں سے نکالے گئے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے اسپر صاف دلالت کرتا ہے اور دوسرے قرآن کی بہت سی آیات اس مطلب کو ثابت کرتی ہیں کما قال تعالے اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ کہ جنت پرہیزگاروں کے لیے طیار کی گئی ہے اور دوزخ کی نسبت فرمایا ہے اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ کہ دوزخ کافروں کے لیے طیار ہو چکی ہے علاوہ اسکے بہت سی احادیث صحاح اسپر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت نے شب معراج میں جنت اور دوزخ دیکھا اور ایک حدیث خسوف الشمس میں ہے کہ حضرت نے فرمایا تہا کہ میں دوزخ کی لپٹ سے نماز میں پیچھے

سنا تھا اور خوشہ جنت کے لینے کے قصہ سے پڑھا تھا اور اگر وہاں کا ایک انگور کا خوشہ لے لیتا تو تم لوگ
ابد الآباد تک کھاتے رہتے پھر بھی وہ کم نہ ہوتا چنانچہ صحاح میں حدیث موجود ہے اور شہداء بدر اور احد کے
لیے اسی پہنچے فرمایا تھا کہ جنت میں ہیں آپ غرض اسی قسم کی احادیث سب ملکر حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں چنانچہ
جن احادیث سے کہ ہم نے عالم برزخ کا اثبات کیا تھا وہ جنت اور دوزخ کے موجود ہونے پر دلالت کرتی ہیں
اور اسی لیے تمام صحابہ اور تابعین اس پر متفق تھے کہ جنت اور دوزخ اب بالفعل موجود ہیں معتزلہ
کہتے ہیں اب موجود نہیں بلکہ قیامت کو موجود ہونگی اسی لیے کہ اللہ تعالے جنت کی نسبت یوں فرماتا ہے
تِلْکَ الدَّارُ الْآخِرَۃُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا اس آخرت کے گھر کو بنائینگے ہم ان
لوگوں کے واسطے کہ جو دنیا میں اپنا علو چاہتے ہیں نہ فساد دوسری جنت اگر بالفعل موجود ہوتی تو پھر
اس قول کے موافق کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کہ سوائے ذات باری کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے جنت
کا ہلاک ہونا لازم آوے حالانکہ بالاتفاق جنت کی کوئی چیز فنا نہیں ہوگی کما قال تعالی اُکُلُهَا
دَائِمٌ یعنی جنت کی کھانی ہمیشہ رہنے والی ہیں جواب نجعل حال اور استقبال دونوں معنی میں
مستعمل ہے پس ہم نہیں تسلیم کرتے کہ وہ استقبال کے لیے آیا ہے کہ جس سے تم اپنا مدعی ثابت کرسکے
ہو دوسرے اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے تو نجعل کے معنی نملک کے ہیں نہ نخلق کے پس آیت کے معنی
یہ ہیں کہ اس دار آخرت کا مالک ان لوگوں کو کرینگا کہ جو دنیا میں فساد اور علو نہیں چاہتے تیسرے

ملہ حاصل حال یہ ہے کہ معتزلہ کو حکماء کے شبہہ سے شبہہ پیدا ہو گیا اور وہ انکے دام میں آ گئے پھر تاویلات
کرنے لگے چنانچہ آجکل بعض احمق نصاری اور یہود کے واہیات شبہات سے بہت سے امور شرعیہ کا انکار
کرتے ہیں اور خلاف جمہور کے ان آیات کی تاویلات کرتے ہیں اور اپنے گمان میں آپکو بڑا محقق سمجھتے
ہیں اور حکماء کا شبہہ یہ ہے کہ قرآن میں جنت کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے پس وہ خود تو آسمان و
زمین سے بھی وسیع ہو گئی پس اسکے لیے کونسی جگہ ہوگی یا تو اس عالم عناصر میں ہوگی سو یہ محال ہے
یا آسمانوں میں ہوگی یا آسمانوں سے باہر ہوگی پس یہ بھی محال ہے کیونکہ اس سے آسمان کا خرق
والتیام لازم آویگا کیونکہ اسمیں رہنے کیواسطے عالم عناصر سے لوگ جاوینگے اور جواب اس واہی
شبہہ کا ہم بار بار دے چکے ہیں کہ یہ شبہہ انکے چند اصول پر موقوف ہے اور ان اصول کو حکماء اہل اسلام
نے بالکل باطل کر دیا ہے ۱۲ منہ

اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ جعل خلق کے معنی ہی میں ہیں پس یہ آیت اُس آیت کے کہ جسمیں اعدّت کا
لفظ مذکور ہے معارض ہوگی اور آدم کا قصہ اور عالم برزخ کی آیات اور جمیع احادیث بلا
معارضہ باقی رہینگی پس ہم اُنسے استدلال کرینگے اور بسبب معارضہ کے نہ اعدّت مسلم ہوگا نہ
تجعل کیونکہ اذا تعارضا تساقطا مشہور ہے اور دوسری دلیل کا یہ جواب ہے کہ جنت کے کہانوں کی
دوام سے مراد یہ ہے کہ اُنکی نوع قطعی نہوگی جب ایک پھل کہا چکے جھٹ دوسرا موجود ہوجاویگا
سو یہ اسکی منافی نہیں کہ ایک لحظہ بہر اس قول کے صادق آنیکے لیے ہلاک ہوجاویں علاوہ
اسکے ہلاک اسکو نہیں چاہتا کہ وہ شے فنا ہوجاوے بلکہ قابل نفع نرہے اور اگر یہ بھی تسلیم
کیا جاوے تو کل شے ہالک کے یہ معنی ہیں کہ ہر شے ممکن ہے اپنی ذات کے لحاظ سے اُسکے لیے وجود
نہیں ہے اگر موجود ہے تو اللہ کے وجود سے ہے اور وجود امکانی وجود واجبی کے مقابلہ میں بمنزلہ عدم
ہے تو بھی (اُنکے بسنے والونکو اور اُنکی چیزونکو کبھی فنا نہیں) بیشک کبھی جنت
اور اہل جنت کو فنا ہے اور نہ کبھی دوزخ اور اہل دوزخ کو فنا ہے کیونکہ اُنکی نسبت اللہ تعالے نے
قرآن میں خالدین فیہا ابداً فرمایا ہے پس وہ جو مشہور ہے کہ اللہ کے اس قول کے صادق آنیکے لیے
ایک لحظہ بہر کو صور فنا کے وقت معدوم ہوجاوینگے اور وہ قول یہ ہے کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَہٗ سو
یہ اسطرح کے ہمیشہ بسنے کے مخالف نہیں کہ جسکا ہمنے پہلے ذکر کیا ہے شبہہ قرآن میں بھی اور
احادیث میں بھی آیا ہے کہ جنت میں چاندی سونیکے اسباب یا مکانات یا موتی کا خیمہ ہوگا
علی ہذا القیاس پس اگر یہ عقل کے نزدیک محال نہیں کہ اللہ تعالے ساٹھ میل کا ایک موتی کا خیمہ پیدا
کردے یا اور چیزیں کہ جسکا اہل اسلام ذکر کرتے ہیں وہاں پیدا کردے کیونکہ اُسکی قدرت سے یہ باہر
نہیں ہے لیکن یہ تو عقل کے نزدیک ہرگز مسلم نہیں کہ سونا چاندی وغیرہ معدنیات یا
عناصر کی چیزیں ہمیشہ رہیں اور ابد تک قیام پذیر ہوویں جواب ہم پہلے ثابت کرچکے ہیں

کہ یہ دنیا بالکل معدوم ہو جاویگی اور یہ زمین کسی اور زمین سے بدلی جاویگی پس سونا وغیرہ
معدنیات بھی نہ رہینگے پس جہاں شارع نے سونا چاندی یا موتی وغیرہ چیزیں جنت کے لیے بیان
فرمائی ہیں سو وہ معدنیات کی قسم سے نہیں ہیں اور سمجھانا منظور تھا اس عالم کے لوگونکو پس
جنت میں جو چیزیں یہاں کی سونے یا چاندی یا موتی کے مشابہ کسی صف میں تھی انکے سمجھانے کے
واسطے اسکو سونے یا چاندی یا موتی سے تعبیر کیا ہے اور نہ وہاں کے موتیوں کے آگے یہاں کے
موتیونکی کیا حقیقت ہے اور وہاں کے سونے چاندی کے آگے اس سونے چاندی کی کیا قدر ہے
اور اسی امر خفی کے لیے شارع نے فرمادیا کہ جسکو نہ کسیکی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا ہے نہ کسی
کیکے دلمیں خیال آیا ہے وہ چیز اللہ نے طیار کی ہے پس یہاں کی چیزونمیں اور وہاں کی چیزونمیں فقط
نام میں شرکت ہے ورنہ انکی حقیقت اور انکی حقیقت اور پس اگر شارع وہاں کی چیزونکو اور نام سے
تعبیر کرتا تو کوئی نہ سمجھتا (**جنت میں موافق اعمال کے ہر شخص کو اللہ کا**
دیدار ہوگا) پس کوئی ہر وقت مشاہدہ جمال کبریائی میں مستغرق رہیگا اور کوئی دن بھر کوئی
ہفتہ کے مقدار میں کوئی مہینے کی مقدار میں کوئی تمام عمر میں ایکبار اللہ کو دیکھیگا اور صحیح یہی ہے
کہ عورتوں کو بھی دیدار ہوگا اور دلیل اسکے لیے یہ ہے کہ یہ دیدار فی نفسہ ممکن ہے کوئی دلیل اسکی
محال ہونے پر قایم نہیں ہوئی پس جن آیات واحادیث میں اسکی صراحت ہے انکے ظاہری معنی
لیے جاوینگے قال تعالیٰ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنے بہت سے لوگ قیامت کو
شاد و خورم ہونگے اور اپنے رب کو دیکھینگے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا یعنی تم اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھوگے اور ایک
روایت میں یوں آیا ہے کہ ہم حضرت کے پاس بیٹھے تھے اور آسمان پر چاند نکلا ہوا تھا پس آپ نے
چاند کیطرف دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے رب کو اسطرح صاف دیکھوگے کہ جسطرح اس چاند کو دیکھتے ہو

الغرض یہ حدیث مشہور ہے اسکو اکابر صحابہؓ میں سے اکیس صحابی نے روایت کیا ہے اور تمام امت
اسپر متفق ہے کہ قیامت میں دیدار الٰہی حق ہے اور اسباب میں جسقدر آیات ہیں سب سے معنی ظاہر
مراد ہیں البتہ بعد میں معتزلہ سے دیدار الٰہی کا انکار ثابت ہوا اور ان آیات کی تاویلات کرنا
انہوں نے شروع کیا اور انکے سب شبہات عقلیہ ہیں سے بڑا قوی شبہہ دیدار الٰہی کے نہونے پر
یہ ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کے دیکھنے کے لیے چند شرطیں ہیں اول یہ کہ جسکو دیکھے وہ کسی
مکان میں ہووے دوم وہ کسی طرف میں ہو سوم دیکھنے والیکے سامنے ہو کیونکہ پیچھے ہوگی تو
نظر نہ آویگی چہارم یہ کہ ان دونوں کے درمیان نہ تو بہت مسافت ہو کیونکہ بہت دور کی چیز
نظر نہیں آتی نہ نہایت قریب ہو کیونکہ جو چیز بالکل آنکھ کے پاس ہوتی ہے وہ بھی نہیں
دکھائی دیتی پنجم یہ ہے کہ وہاں تک شعاع بصر بھی پہنچے اور یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی نسبت
محال ہیں کسلیے کہ ان چیزوں سے جسمیت ثابت ہوتی ہے **جواب** یہ سب شرطیں جسمانیات
کے دیکھنے کیلیے ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ جسمانیات سے جدا ہے پس اسکے لیے یہ شرطیں ثابت کرنا
قیاس مع الفارق ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جنت میں مومنین کو ایسی آنکھیں عطا فرماویگا کہ جنسے
وہ اسکو بدون ان شروط کے دیکھیں گے اور نقلی شبہہ معتزلہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں
فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کہ اسکو بصارتیں دریافت نہیں کرسکتیں اسکا جواب یہ ہے
کہ اول تو الف لام استغراق کے لیے نہیں ہے پس یہ معنی نہ ہوئے کہ کل ابصار اسکو نہیں دریافت
کرسکتیں بلکہ بعض دریافت کرسکتی ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ جسکی نفی کی ہے کامل مراد ہے
کہ بالکل احاطہ کرلیوے پس یہ نہ ثابت ہوا کہ کسی وجہ پر اسکو بصر دریافت نہیں کرتی تیسرے
اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ بصارت اسکو دریافت نہیں کرتی پس یہ ثابت ہو کہ
کہ کسی وقت بصارت سے معلوم ہوجاوے بلکہ اسی آیت سے اللہ کو دیکھنا ممکن معلوم ہوتا ہے کیونکہ

یہ آیت اللہ تعالی کی مدح میں ہے پس مدح یہ ہے کہ دیکھنا اسکو ممکن ہے لیکن وہ نظر نہیں آتا بسبب
حجاب کبریائی اور جلال کے پس اسی لیے لن ترانی فرمایا اور لن اری نہیں ذکر کیا کہ تو
اے موسی مجھے نہیں دیکھ سکتا نہ یہ کہ میں دکھائی نہیں دیسکتا اور دوسرا نقلی شبہ یہ ہے کہ
جہاں کسی نے اللہ تعالے کے دیدار کی طلب کی ہے تو اسکے جواب میں اللہ نے استعظام و شکایا
ظاہر فرمایا ہے چنانچہ موسیٰ کی قوم نے کہا تھا کہ جبتک اللہ اکو نہ دیکھ لیں گے تب تک ہم ایمان
نہ لاویں گے تو انکو تجلی نے ہلاک کیا یا موسی نے کہا تھا رب ارنی انظر الیک کہ اے اللہ تو
مجھکو اپنا دیدار دکھلا تو جواب میں فرمایا لن ترانی کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکیگا اسکا جواب یہ ہے
کہ موسی کی قوم عناد اور سرکشی کے طور پر اللہ کا دیدار چاہتے تھے سو اسلیے انکو تنبیہ ہوا اور
اگر ناممکن ہوتا تو موسی علیہ السلام ہی انکو خود منع کر دیتے جسطرح کہ بت کو خدا بنانے سے منع کر دیا
تھا اور موسی علیہ السلام کا دیدار کا سوال کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ دیدار الہی ممکن ہے کیونکہ اگر
محال ہوتا تو پھر موسی کا طلب کرنا موسی کی نا علمی پر دلالت کرتا کہ انکو یہ بات معلوم نہ تھا کہ اللہ
کا دیکھنا محال ہے اور انکی نسبت موجب عیب ہے یا ایک عبث اور بیفایدہ چیز کے مانگنے پر اصرار
کرتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی شان سے یہ امر بہت بعید ہے اور دوسرے اللہ نے جواب میں موسیٰ کو
فرمایا کہ اگر پہاڑ تھم رہا تو تو بھی مجھے دیکھ لیگا پس پہاڑ کے قیام پر رویت کو معلق کیا حالانکہ
پہاڑ کا قیام محال نہیں ہے پس رویت اللہ کی بھی محال نہیں ہے لیکن دنیا میں بشر کو
اسکے دیکھنے کی طاقت نہیں سو اسلیے موسی کو منع کر دیا تیسرے موسی سے لن تو فرمایا کہ تو مجھے
نہیں دیکھ سکتا سو اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ خدا کسیکو نظر نہیں آسکتا کیونکہ ممکن تھا کہ
اسوقت موسی کو دیدار کی طاقت نہ تھی اور صحابہ کا شب معراج میں وقوع دیدار الہی میں
اختلاف کرنا ممکن ہونے پر دلالت کرتا ہے **ف** خواب میں اللہ تعالے کو دیکھنا جیسا کہ سلف سے

منقول ہے ممکن ہے چنانچہ امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد حنبلؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا لیکن معتزلہ بھی اسکا انکار نہیں کرتے کیونکہ خواب میں دیکھنا مشاہدہ باطنی ہے نہ کہ رویت بصری اور اسی جاگنے سے علماء متفق ہیں کہ جو شخص دنیا میں اللہ کو آنکھ سے دیکھنے کا دعوی کرے وہ کافر ہے یہ بحث علم کلام کے مطولات میں بڑی تفصیل سے مندرج ہے جسکو زیادہ تحقیق منظور ہو وہاں دیکھ لے ٭

خاتمۃ الکتاب

فصل۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو امام بنا دیں[1]

مسلم نے ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بے امام کے مرگیا تو اُسنے جاہلیت کی موت پائی - یعنے جس زمانے میں امام موجود نہو تو اُس زمانیکے مسلمانوں کی جاہلیت کے زمانہ کیطرح موت خراب ہے، اس سے امام بنانیکی بہت تاکید ثابت ہوئی اور دوسرے بہت سے دین کے واجبات امام پر موقوف ہیں اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو تو وہ چیز بھی بضرورت واجب ہوجاتی ہے اور وہ واجبات یہ ہیں مسلمانوں کے منازعات کا فیصلہ کرنا عیدین اور جمعہ کا قائم کرنا حدود شرعی کو جاری کرنا لشکر اسلام کی طیاری کرنا غنائم کا تقسیم کرنا صغار اور ضعفاء مسلمین کی پرورش کرنا علی ہذا القیاس اور بہت سے امور ہیں کہ بدون حاکم کے انکا عمل میں لانا ممکن نہیں اور اسی سبب سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

[1] اصطلاح میں امام مسلمانوں کے حاکم کو کہتے ہیں کہ جس میں سب شرطیں پائی جاویں اور مجتہدین اور بڑے بڑے علماء اور سادات عظام کو امام اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ لغت میں امام پیشوا کو کہتے ہیں سو یہ لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں اور نماز کے مقتدا کو بھی اسی وجہ سے امام کہتے ہیں اور نماز کی امامت کو امامت صغری کہتے ہیں اور اصل میں یہی حاکم کا کام ہے ۱۲ منہ رحمہ

اول ابوبکر صدیق رضہ کو اپنا حاکم بنالیا تب حضرت کی تجہیز و تکفین کی اور اسی جہت سے اسلام کے
تمام فرقوں کا اسبات پر اتفاق ہے ہاں معتزلہ اسپر واجب کہتے ہیں کہ اسکو ضرور ہے کہ مسلمانوں
میں سے کسیکو حاکم کرے تاکہ اسلام کے جمیع امور بخوبی ادا ہوتے رہیں اور مسلمان لوگ خراب
نہو جائیں ورنہ امام نہونیکی صورتمیں لوگ خودسر ہوجاوینگے غیر لوگ انکو اپنا محکوم بناکر انکے
امور دینی اُنسے ترک کرادینگے اور یہ بیچارے اُنکے ہاتوں میں ذلیل ہوجاوینگے پس اسلام بہی
ذلیل ہوجاویگا حالانکہ اسلام کو سب دینوں سے غالب رکھنے کا وعدہ اُسنے کیا ہے یا
یوں ہی ایک دوسرے پر جور وجفا کرکے ضعیف ہوجاوینگے اور صدہا طرحکی خرابیاں جو
حاکم کے نہونے سے ہوتی ہیں پیش آوینگی لیکن اہل حق کے نزدیک اسپر کوئی چیز واجب
نہیں ہے ہاں مسلمانوں پر ضرور واجب ہے کہ وہ اتفاق کرکے ایک شخص کو اپنے میں سے حاکم
بنادیں تاکہ یہ مفاسد جو مذکور ہوئے ہیں لازم نہ آویں **سوال** اگر کوئی شخص حکومت عامہ
رکھتا ہو اور اُسمیں امامت کی شرطیں اگر نپائی جاویں وہ بہی کافی ہے **جواب** ہاں امور دنیائی
میں کافی ہوسکتا ہے لیکن امور دینی جو مقصود تر ہیں بہت سے فوت ہوجاوینگے پس بدون
امام کے حکومت عامہ والے شخص سے کام نہیں چلتا امام کی شرطیں یہ ہیں **(اور وہ امام**
مسلم حر مرد عاقل بالغ قریشی صاحب سیاست اور احکام جاری
کرنے پر اور دارالاسلام کے حدود کی محافظت رکھنے پر اور
مظلوم کا ظالم سے حق دلانے پر قادر اور سب لوگوں پر ظاہر ہو)
پس جس شخص میں یہ صفات پائی جائیں اُسکو اہل اسلام متفق ہوکر اپنا حاکم بنادیں
اور اسکی تابعداری کریں اب ان شروط کی تفصیل کرتا ہوں مسلمان ہونا امام کے لیے شرط
ہے کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے ما جعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا کہ اللہ نے

کافروں کے لیے مسلمانوں پر حکومت نہیں بنائی ہے پس کافر کو مسلمانوں کا حاکم ہونا نہیں پہنچتا اور
حر[1] اسلیے کہ غلام اول تو اپنے مولیٰ کی خدمت سے فارغ نہیں ہوتا دوسرے لوگوں کی
نگاہوں میں حقیر ہوتا ہے اور مرد اسلیے کہ عورتیں ناقصات الدین والعقل ہوتی ہیں سو وہ
حکومت کے قابل نہیں اور عاقل اسلیے کہ دیوانہ حکومت کا اہل نہیں اور بالغ اس لیے
کہ لڑکا تدبیر امور مصالح جمہور سے قاصر ہے اور قریش ہونا اس لیے شرط ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش کہ امام قریش ہی ہونا چاہیے اور یہ حدیث اگرچہ
خبر احاد ہے لیکن جبکہ ابو بکر صدیق رضی نے انصار[2] کے مقابلہ میں حجت بناکر روایت کیا
اور اسکے بعد پھر کسی نے اسکا انکار بھی نکیا تو گویا مجمع علیہ اور متفق علیہ ہوگئی لیکن خوارج
اور بعض معتزلہ کے نزدیک امام کا قریش ہونا کچھ ضرور نہیں بلکہ جو مسلمان اسکے قابل ہو
وہ امام ہوسکتا ہے اور امام کا قریش ہونا شاید حضرت نے اسلیے مقرر کیا ہو کہ امام بنانے سے
غرض انتظام ہے اور لوگوں کی عادت یوں ہے کہ وہ سردار کے بعد اسکے ہم قوم تو مانتے ہیں اور
اوروں سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور سردار سب کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس آپ ہی قریش تھے
سو اسلیے آپ نے یہ فرمایا واللہ اعلم اور امام کا صاحب سیاست ہونا اور احکام کے جاری کرنے پہ
قادر ہونا اور مظلوم کا حق دلانے پر قادر ہونا اور حدود دار الاسلام کی پاسبانی پہ قادر ہونا
اسلیے شرط ہے کہ بدون اسکے وہ غرض کہ جسکے لیے اسکو امام بنایا ہے حاصل نہیں ہوتی
اور امام کا سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہونا اسلیے شرط ہے کہ اگر امام لوگوں سے پوشیدہ ہو اور
کسی کی اسکے پاس آمد و رفت نہو تو اسکا ہونا نہونا برابر ہے جس غرض کے لیے اسکو امام کیا تھا
وہ اس سے حاصل نہیں شیعہ اور انہیں سے بالخصوص امامیہ کا یہ عقیدہ فاسد ہے کہ

[1] حر اسے کہتے ہیں کہ جو کسیکا غلام نہو ۱۲ [2] حضرت کی وفات کے بعد انصار چاہتے تھے کہ ایک امام انصاری ہو سو حضرت صدیق نے اس حدیث سے انکو منع کردیا ۱۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق علیؓ ہیں پھر اُنکے بعد اُنکے بیٹے حسنؓ ہیں اُنکے بعد اُنکے
بھائی حسینؓ ہیں اُنکے بعد اُنکے بیٹے علی زین العابدین ہیں اُنکے بعد اُنکے بیٹے محمد باقر ہیں
اُنکے بعد اُنکے بیٹے جعفر صادقؒ ہیں اُنکے بعد اُنکے بیٹے موسیٰ کاظم ہیں اُنکے بعد اُنکے بیٹے
علی رضاؒ ہیں اُنکے بعد اُنکے بیٹے محمد تقی ہیں اُنکے بعد اُنکے بیٹے علی نقیؒ اُنکے بعد اُنکے بیٹے
حسن عسکریؒ اُنکے بعد اُنکے بیٹے محمد الملقب بہ مہدی ہیں اور امام مہدی دشمنوں کے خوف سے
پہاڑ میں چھپ کر بیٹھ گئے ہیں کبھی موقع پا کر نکلیں گے اور اُنکے ہاں بارہ امام یہی ہیں اب ہم
ان شیعہ سے دو بات پوچھتے ہیں اول یہ کہ تم امام سے کیا مراد لیتے ہو آیا تم یہی معنی
مسلم رکھتے ہو پس ہم معنی سے تو سوائے حضرت علی رضی اللہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے
ان حضرات میں سے کوئی حاکم نہ تھا بلکہ اُسوقت کے ظالم حاکموں کے خوف سے یہ سب بزرگوار
چھپے پھرتے تھے چنانچہ شیعہ کی کتابوں میں بھی اسکی خوب تصریح ہے ہاں مہدی رضی اللہ عنہ
قریب قیامت کے پیدا ہونگے اور امام بنائے جاوینگے اور اگر تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ بزرگان
دین اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں یہ لوگ حاکم بنانیکے قابل تھے سو
ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے بلکہ شیعہ سے زیادہ ہم انکی محبت اور انسے حسن عقیدت
رکھتے ہیں اور انکی محبت کو رونق ایمان جانتے ہیں کیونکہ یہ ہمارے پیشوا ہیں رحمۃ اللہ
علیہم اجمعین شاید شیعہ اور سب صحابہ کے برا کہنے کو اور محرم میں اُنکے نام کے تعزیئے
بہت بنانے اور سر پہ مجلس اُٹھانے اور شادیوں کی طرح تاشے مرفے بجانے کو اور عشرہ
محرم میں تعزیوں کے ساتھ جوان عورتوں کا بناؤ سنگار کرکے ہر گلی و کوچہ میں گشت کرنیکو
اور امام باڑوں میں بیٹھکر سر پیٹنے ماتم داری کرنیکو اور مرثیہ خوانی کرکے اُچھلنے کودنیکو کہ
جسپر خود یہود نصاریٰ قہقہے مار کر ہنستے ہیں اہل بیت کی محبت کہتے ہیں تو خبر نہ محبت

کہ جنکی برائی صریح آیات قرآن واحادیث میں ہے انہیں کے پاس رہی ہم اس صحبت سے بچے ہیں اسمعد ہمکو انکی محبت دے کہ جس سے وہ بھی ہمسے خوش رہیں اور اللہ اور رسول بھی راضی رہیں آمین آگی مین دوسری بات یہ ہے کہ جبکہ صدہا برس سے امام مہدی ڈر کر پہاڑ میں چھپے بیٹھے ہیں اور اہل اسلام پر صدہا طرح کی آفات وبلیات جو امام کے نہونے سے ہوتی ہیں نازل ہو رہی ہیں اور ہو چکی ہیں پس ایسے وقت میں اُنکے امام ہونے نے کیا فائدہ دیا امام اسلیے ہوتا ہے کہ لوگ جاکر اپنی ضروریات اُس سے روا کریں اُنکے پاس تو کوئی مظلوم جا سکتا ہے نہ کوئی فریادی پہنچ سکتا ہے بلکہ ہزار ہا بیچارے اسی انتظار میں مر گئے ہونگے اگر اُنکے بعد آپ آئے تو بقول شخصے پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد بکس کام آوینگے اچھا یہ مانا کہ وہ عیسے اور خضر کیطرح صدہا سال سے زندہ ہیں لیکن ایسا کیا خوف اُنپر غالب آیا کہ اُنکے بعد ایران وہندوستان میں خصوص شیعہ کی بڑی بڑی سلطنتیں ہو چکی ہیں اور خصوص نواب محمد علیشاہ اور آصف الدولہ وغیرہ حاکمان لکھنؤ کی فوجوں کے نقارے اور باجے کی آنکے کانمیں آواز گئی ہوگی پھر بھی وہ باہر تشریف نہ لائے نہ کسی شخص کو کبھی اپنے حال سے خبردار کیا خیر امامت کا دعوی نکرتے پر اپنے آبائے کرام کی مانند لوگونپر ظاہر تو ہستے اللہ تعالی شیعہ کی عقل کو درست کرے انا للہ وانا الیہ راجعون (**امام کے واسطے اپنے سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا یا ہاشمی یا علوی ہونا یا معصوم ہونا شرط نہیں ہے**) اپنے سب اہل زمانہ سے اچھا ہونا اسلیے شرط نہیں ہے کہ اول تو جسکا اہل زمانہ سے اچھا ہونا یقینی معلوم ہو ملنا مشکل کیا بلکہ محال ہے دوسرے امامت ایک مسلمانونکی خدمت ہے پس بسا اوقات کم رتبہ کا آدمی اعلی رتبہ کے آدمی سے اس خدمت کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اور ہاشمی

یا علوی ہونا اسلیے شرط نہیں کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین رضوان اللہ علیہم اجمعین قطعی امام تھے حالانکہ یہ ہاشمی تھے نہ علوی بلکہ قریش تھے ہاں اگر ہاشمی یا اولاد فاطمہ رض کو امام بنایا جاوے تو اولے ہے اور معصوم ہونا اسلیے شرط نہیں کہ شرط ہونیکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے اور اسکے لیے کوئی دلیل نہیں ہے ہاں شرط نہونیکے واسطے دلیل کا نہونا کافی ہے کما لا یخفی (**فسق یا جور سے امام کو معزول نکرنا چاہیے**) اگر امام سے کوئی گناہ سرزد ہوجاوے خواہ کبیرہ خواہ صغیرہ یا کسی پروہ ظلم کر بیٹھے پس اس سبب سے مسلمانونکو نہ چاہیے کہ اس امام کو برطرف کردیویں ہاں جنکو حتی المقدور اس سے باز رکھیں کیونکہ برطرف کرنیمیں فتنہ عظیم کا ڈر ہے کس لیے کہ وہ صاحب شوکت ہے پس اسکی طرف بہی ایک جم غفیر ہوگا پس مسلمانونمیں قتال و جدال واقع ہوگا اور دوسرے جب امام کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں تو گناہ کے سبب سے اسکا معزول کرنا محض بیجا ہے اسی سبب سے سلف کے لوگ خلفاء راشدین کے بعد ائمہ فاسقین اور جابرین کی بہی اطاعت کرتے رہے اور انکے ساتہ جمعہ اور اعیاد پڑہتے رہے اور انپر چڑہائی کرنیکو برا سمجہتے تہے لیکن امام شافعی کے نزدیک فسق و جور سے امام کو معزول کردینا چاہیے اور اسیطرح ہر قاضی اور امیر کو برطرف کردینا چاہیے کیونکہ انکے نزدیک اصل یہ ہے کہ فاسق اہل ولایت نہیں پس جبکہ اسنے اپنے نفس کی رعایت نکی تو اوروں کے حقوق کیا بجا لاویگا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک فسق سے ولایت باقی رہتی ہے یہانتک کہ باپ فاسق کو اپنی بیٹی کے نکاح کرنیمیں ولایت ہے اور وہ اسکا ولی ہے اور کتب شافعیہ میں یوں لکہا ہے کہ فسق سے قاضی کو معزول کرنا چاہیے اور امام کو نہیں اور فرق

ف دوسرے یہ اس شرط کی لیے کوئی دلیل نہیں ۱۲ منہ

یہ ہے کہ اسکے معزول کرنے میں آثار فتنہ ہے اس میں نہیں اور روایت نوادر میں اور حجۃ
اللہ ثلثہ یعنے امام محمد اور امام ابو یوسف اور امام زفر سے بھی یوں آیا ہے کہ نہیں جائز ہے
قضاء فاسق کی اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ اجماع بھی اسبات پر ہے کہ جس قضیہ
میں قاضی نے رشوت لیکر فیصلہ کیا وہ فیصلہ ناجائز ہے اور وہ قاضی عہدہ قضا
سے دور ہوگیا زیادہ تشریح اس مسئلہ کی مطولات میں ہے لیکن خلاصہ یہ ہے کہ اگر امام
کے معزول کرنے میں فتنہ نہو تو اولی ہے کہ اسکو معزول کرکے دیندار متقی کو امام
بنا دیں اور عصمت شرط نہوگی اثر یہ ہے کہ محض فسق و جور سے امام عہدہ امامت
سے دور نہیں ہوتا واللہ اعلم (پس امام برحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد ابوبکر صدیق ہیں) کیونکہ جسروز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی
سب صحابہ انصار و مہاجرین نے بنی ساعدہ کے چھتے میں جمع ہو کر ابوبکر صدیق کو
بالاتفاق امام بنایا اور سب نے اور علی رض نے علی رؤس الاشہاد اُنسے بیعت کی پس اگر
اس خلافت کے ابوبکر صدیق مستحق نہوتے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفاق
نکرتے اور جن انصار و مہاجرین نے اللہ اور اُسکے رسول پر جان و مال کو فدا کر دیا
تھا اور وہ امر حق میں کسیکی نہ سنتے تھے اور قرآن میں جابجا اُنکی خوبیاں
مذکور ہیں چنانچہ آگے اُنکا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالی پس اُنکی نسبت کیونکر تصور
کیا جاوے کہ اُنہوں نے امر باطل پر اتفاق کیا تھا اور جو نص کہ علی رض کی خلافت
پر تھا اُسکو نہ مانا اور دوسرے اگر وہ مستحق نہوتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
سے فرما جاتے تو خود علی رض اُنسے تکرار کرتے اور اُس سند کو پیش کرتے جیسا کہ
معاویہ سے کیا تھا اور خود بیعت نکرتے جائے انصاف ہے کہ تمام صحابہ کہ جنکی

قرآن میں بیشمار ہے اور خود حضرت علی شیر خدا امر ناحق کو کسطرح اختیار کرتے اور ابو بکر صدیق سے کسطرح ڈر جاتے پس اب جو ابو بکر صدیق کو خلیفہ برحق نکہے تو وہ تمام صحابہ اور حضرت علی کو ناحق پر کہتا ہے نعوذ باللہ منہ (بعد اُنکے عمر فاروق رضی) جب حضرت ابو بکر صدیق کی وفات قریب پہنچی تو انہوں نے ایک کاغذ میں حضرت عمر رضی کا نام لکھوا کر اُس کاغذ کو بند کر کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ جس شخص کا نام اسمیں لکھا ہے اُس سے بیعت کرو اور اُسکو خلیفہ بناؤ پس جس جس کے پاس وہ کاغذ آتا گیا وہ بیعت کرتا گیا یہانتک کہ وہ کاغذ حضرت علی کے پاس آیا فرمایا میں نے جسکا اس کاغذ میں نام ہے اُس سے بیعت کی خواہ عمر ہی ہوں پس سب مہاجرین و انصار اور علی حیدر کرار رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے حضرت عمر بن الخطاب خلیفہ ہوئے اور واضح ہو کہ اگر حضرت صدیق اکبر نعماً صاحب باحق دبانیوالے ہوتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ کرتے اور اگر اُنکی وجاہت سے تمام صحابہ نے اُنکو خلیفہ کیا ہوتا تو وہ اُنکے بیٹے کو بھی اُنکے خلیفہ بنانے سے خلیفہ کرتے بلکہ پہلے سے اب وجاہت اور زیادہ ہو گئی تھی (اُنکے بعد عثمان بن عفان رضی) جب حضرت عمر رضی کو ابو لولو مجوسی غلام نے صبح کی نماز میں زخمی کیا حضرت عمر رضی سے لوگوں نے کہا کہ اپنے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ کر دیجیے حضرت عمر نے کہا اُسکو میں اس خلافت کے قابل نہیں پاتا ہوں لیکن ان چھ شخصوں کو پسند کرتا ہوں انمیں سے جسکو چاہو خلیفہ بنا لینا وہ چھ یہ ہیں علی عثمان عبدالرحمن بن عوف طلحہ زبیر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین پھر ان پانچ شخصوں نے عبدالرحمن بن عوف کو مختار کر دیا کہ تم انمیں سے جسے چاہو خلیفہ مقرر کر دو

لہ یہ اسلیے کہا کہ حضرت عمر سخت مزاج مشہور تھے ۱۲ منہ

وفات کے تیس برس پوری ہوگئے حضرت حسن نے معاویہ کو بلا کر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ اصل خلافت میرے بعد تیس برس تک رہیگی سو تیس پورے ہونمیں
یہ چھ مہینے باقی تھے اب پورے ہو چکے اب سلطنت اور بادشاہت رہیگی سو تو
مجکو منظور نہیں لیجیے آپ خلافت کیجیے پس اُنکے بعد حضرت معاویہ حکومت
کرتے رہے بعد اُنکے اُنکا بیٹا یزید بدبخت اُنکی جائے حاکم ہوا سو اُس نالایق دنیادار
نے اس خوف سے کہ مبادا پھر حضرت حسن خلافت کا دعوی کر بیٹھیں یہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے لخت جگر ہیں اُنکے روبرو مجھے کون پوچھیگا حضرت حسن کو
زہر دلوا کر شہید کیا اور چند روز بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کہ وہ اہل کوفہ کی
بلانے سے کوفہ کو جاتے تھے راستے میں کربلا ایک میدان ہے وہاں فوج بھیجکر اُنکا
محاصرہ کیا اور دریائے فرات کا پانی حضرت تک جانے نہ دیا آخر حضرت حسین نے چند
آدمیوں سے باوجود اُس کئی روز کے پیاس اور شدت ضعف کے اُنکی فوج کا
مقابلہ کیا آخر شمر بدبخت کے ہاتھ سے محرم کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز بعد زوال
آفتاب کے وہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے اور اُنکے ہمراہی بھی سب اُنکے ساتھ
جنت میں تشریف لیگئے بعد ازاں یزید نے حضرت کے لڑکوں اور عورتوں کو اور سر
مبارک کو شام میں اپنے پاس نہایت بے تعظیمی سے طلب کیا پھر وہانسے اہل بیت
مدینہ میں آئے اور سر مبارک پھر مدینہ میں آکر دفن ہوا ان واقعات کی زیادہ تفصیل
مطولات میں ہے جسے منظور ہو وہاں دیکھے پھر چند روز کے بعد یزید نے مدینہ
طیبہ کو آگھیرا صدہا اہل اسلام کو قتل کیا مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے کئی دن
تک اذان و جماعت ہونے نپائی پس اس کمبخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے

۱۰۰ بیان حسنین

اسی لیے علمار کا اسکے لعنت کہنے میں اختلاف ہے بعض کا برملا کہی ہے لیکن اکثر علمائے
کرام کہتے ہیں کہ نہ کہنے ہی میں احتیاط ہے چنانچہ خلاصہ وغیرہ کتابوں میں لکھا ہے
کہ یزید پر اور حجاج پر بھی لعنت نکرنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ اور
مصلی کی لعنت سے منع فرمایا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیار العلوم میں لکھا ہے
کہ شخص خاص کی لعنت میں ڈر ہے بہرحال سکوت اولے ہے یہانتک کہ ابلیس
کا کافر ہونا قرآن سے ثابت ہے اسپر بھی لعن کرنیسے سکوت بہتر ہے اور دوسرے
خاتمہ کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے تیسرے اسپر لعنت کرنیسے نہ کچھ اہل بیت کی محبت
زیادہ ہوجاتی ہے نہ کچھ انکو اس سے نفع ہے اس سے بہتر یہی ہے کہ سکوت کرے اور
اہلبیت کی روح کو ہدیہ ثواب بھیجے (**خلفائے اربعہ میں ایک دوسرے سے علی ترتیب الخلاف افضل ہے**) اگرچہ
چاروں خلفار سب صحابہ سے بالاتفاق افضل ہیں لیکن انمیں بھی ایک دوسرے
سے افضل ہے پس اول سب سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بعد کوئی شخص انکے برابر نہیں ہے بعد انکے عمر کا رتبہ ہے سوان دونوں صحابیوں کی سب سے
افضل ہونے پر تمام صحابہ اور تابعین کا اتفاق ہے اور انکی فضیلت کی ادلہ انکے
نزدیک ثابت ہیں بعد عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت عثمان بن عفان ذی النورین کا
رتبہ ہے بعد اسکے حضرت علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کا مرتبہ ہے اہل حق میں سے
بعض اکابر کے نزدیک عثمان غنی کو حضرت علی پر فضیلت نہیں ہے بلکہ فقط علامت
اہل سنت والجماعت ہونیکی انکے نزدیک یہی مقرر ہے کہ شیخین کو سب سے افضل
جانے اور عثمان اور علی کہ دونوں حضرت کے داماد ہیں اسلئے محبت رکھے شیعہ سوائے

حضرت علی کے ان تینوں صاحبوں کو برا جانتے ہیں اور خوارج حضرت علی اور عثمان کو برا جانتے ہیں حالانکہ انکے محامد اور خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں انشاء اللہ ہم انکو نقل کرینگے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس برس تک خلافت رہی پھر بادشاہت ہو گئی) ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلافت میرے بعد تیس برس تک رہیگی پھر کٹ کھانی بادشاہت ہو جاویگی انتہے پس حضرت حسن تک یہ مدت پوری ہو چکی اور حضرت کی پیشین گوئی کے موافق ظہور میں آیا کہ وہ خلافت کہ جو خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی تھی خاص تیس ہی برس تک رہی اور اس عرصہ میں جس قدر خلفاء حضرت کی گدی پر بیٹھے وہ سب تارک دنیا عابد و زاہد رہے یہانتک کہ خلیفہ کے مکان یا لباس میں اور غریبوں میں کچھ تمیز نہ تھی بلکہ انسے بھی شکستہ حال رہتے تھے اور جس قدر ملک کہ اہل اسلام کے قبضہ میں آئے اسی عرصہ میں آئے چنانچہ روم و شام و ایران مصر وغیرہ بڑی بڑی بھاری بادشاہتیں حضرت عمر کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور جو جو اہل اسلام کے لیے قرآن میں فتح و نصرت و اشاعت دین کی پیشین گوئیاں تھیں سب اسی عہد میں پائی گئیں اور بعد تیس برس کے عروج دنیاوی اور جاہ و حشم بادشاہی نے ظہور پکڑا آپسمیں نزاع و قتال شروع ہوا وہ خیر و برکت کم ہو گئی اور اسی سبب سے امیر المومنین حضرت حسن نے برا جانکر چھوڑ دیا تھا آخر اسکی کمائی یزید کے ہاتھ پر خوب ظاہر ہوئی **سوال** بعد تیس برس کے خلافت سے جب اسلام خالی رہا تو موافق حدیث سابق کے کہ جسنے اپنا امام نپایا جاہلیت کی موت مرا لازم آیا کہ پھر بعد کے لوگ سب موت جاہلیت سے مرے

اور کوئی خلیفہ اُنکو نہ ملا **جواب** تیس برس تک ہی خلافت رہنے سے حضرت کی یہ
مراد ہے کہ خاص میرے طریقہ کی خلافت کہ جسمیں کمال اتباع سنت اور وہ خلافت
کامل ہو تیس برس تک رہیگی نہ یہ ہے کہ بعد میں پھر کوئی خلیفہ نہ ہوگا کسلیے کہ بعد خلفاء
راشدین کے بھی خلفاء ہوئے ہیں ہاں وہ خاص اُس طریق پر نہیں تھے اور وہ کچھ
دنیادار بھی تھے چنانچہ خلفاء عباسیہ کو سب سلف خلفاء کہتے آئے ہیں یا یوں
کہا جاوے کہ خلافت کہ جو حضرت کی جانشینی کا نام ہے تیس برس تک ہو چکی
باقی امامت رہی سو امام کے نہونسے جاہلیت کی موت ہوتی ہے لیکن شیعہ کے
نزدیک خلافت عام ہے اور امامت خاص اُسی جانشینی کو کہتے ہیں لہذا خلفاء
ثلثہ کو وہ امام نہیں کہتے ہیں واللہ اعلم **فصل ۞ ہر مسلمان کے پیچھے
خواہ وہ فاسق ہو خواہ متقی نماز پڑھنا درست ہے (**
کیونکہ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ ہر فاجر اور نیک کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو لہذا سب صحابہ اور تابعین ومن بعدہم
مبتدعین اور فساق کے پیچھے نماز پڑھنا درست جانتے تھے پس وہ جو بعض کتابوں
سے مروی ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہیے پس یا تو اس سے
یہ مراد ہے کہ جبتک متقی دیندار امام میسر آوے فاسق کے پیچھے نہ پڑھے
یا یہ مراد ہے کہ جس شخص کی بدعت یا فسق حد کفر کو پہنچ جاوے اُسکے پیچھے
نماز نہ پڑھے (**اور اسی طرح ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز
پڑھنا درست ہے**) خواہ فاسق ہو بشرطیکہ ایمان پر خاتمہ اُسکا ہوا ہو
کیونکہ بیہقی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ہر نیک اور بد کی نماز

پڑھا کرو اور طبرانی نے بھی اوسط میں روایت کیا ہے کہ جسنے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے اسکی
جنازے کی نماز پڑھو پس تمام صحابہ اور تابعین فاسقوں کے جنازوں کی بھی نماز پڑھتے
تھے اور دوسری حقیقت میں نماز استغفار ہے میت کے لیے پس گناہگار اسکا او
زیادہ محتاج ہے (موزوں پر مسح کرنا درست ہے) اگر کوئی خواہ سفر میں
خواہ حضر میں پاؤں نہ دھوئے بلکہ جرابوں پر مسح کرلے تو یہ کافی ہے کیونکہ اسکا
ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بخوبی پہنچ گیا ہے بلکہ اکثر محدثین نے حدیث
مسح کو متواتر گنا ہے سب صحاح ستہ والے اُسکو روایت کرتے ہیں اور قریب
ستر صحابی کے اسکے راوی ہیں اور انمیں سے بالخصوص حضرت عمر اور علی اور
ابوبکر صدیق بھی اسکے راوی ہیں کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو مسح کو جائز نہ کہے
اُسکے کفر کا خوف ہے کس لیے کہ یہ تواتر کو پہنچ گیا ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو اسکو درست
نجانے وہ اہل سنت سے خارج ہے چنانچہ حضرت انسؓ سے کسی نے اہل سنت کی
علامت پوچھی آپنے فرمایا یہ ہے کہ شیخین کی محبت رکھے اور حضرت کے دونوں
داما دوں پر کچھ طعن نہ کرے اور موزوں پر مسح جائز سمجھے نقل کیا ہے اسکو شرح
عقائد نفسی میں علامہ سعد الدین نے (نبیذ حلال ہے) چھوارے یا انگور کسی
شربت کو کہ اسمیں کچھ تیزی ہو جاوے نبیذ کہتے ہیں پس اسکو حلال جاننا اہل سنت
کے قواعد میں داخل ہے البتہ شیعہ اسکو حرام کہتے ہیں ہاں جب نشا رلانے لگے تب
اُسوقت اسکا ایک قطرہ بھی بالاتفاق حرام ہے متعہ[1] حرام ہے متعہ یہ ہے کہ

[1] اگر وقت کی قید لگا کر نکاح کریگا کہ مہینے یا دو مہینے تک نکاح کرتا ہوں تو یہ نکاح موقت کہلاتا ہے بعض علماء کے نزدیک متعہ اور نکاح موقت ایک ہے بعض کہتے ہیں متعہ میں لفظ نکاح نہیں ہوتا بخلاف موقت کے کہ اسمیں ہوتا ہے ۱۲ منہ

کہ کسی عورت کو کسی قدر مال پر مدت معینہ تک جماع کے لیے مقرر کرے سو یہ متعہ ایکبار یا دوبار اول اسلام میں جائز ہوگیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حرام کردیا اسکے حرام ہونیکی احادیث بھی حضرت علی وغیرہ کبار الصحابہ سے بکثرت منقول ہیں پس جو اسکو درست کہے وہ اہل سنت سے خارج ہے (**پاخانہ کی راہ سے جماع کرنا حرام ہے**) اسکی حرمت میں بھی کثرت سے احادیث صحیحہ وارد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص پاخانہ کی راہ اپنی جورو سے جماع کریگا قیامت کو اللہ تعالی اسکو نظر رحمت سے نہیں دیکھیگا اور ایک حدیث میں ایسے شخص پر حضرت نے لعنت کی ہے شیعہ اسکو درست کہتے ہیں اور دلیل پیش کرتے ہیں قال تعالی نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ یعنی عورتیں تمہاری کھیتی ہیں جہانسے چاہو اپنی کھیتی کے پاس آؤ پس یہ عام ہے اسکا جواب یہ ہے کہ خود اسی آیت سے ناجائز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے یہاں عورت کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے کہ جسطرح کھیتی میں پھل لگتا ہے عورتوں کو بھی پھل لگتا ہے اور کھیتی میں جوتنے سے پھل آتا ہے اور عورت کو جماع سے حامل ہوتا ہے پس جس راہ سے کہ پھل نہو تو اس راہ سے استعمال نکرنا چاہیے اور یہ بات ظاہر ہے کہ پاخانہ کی راہ سے جماع کرنے سے اولاد نہیں ہوتی بلکہ تخم ضائع جاتا ہے اور اسوقت عورت پر کھیتی ہونا صادق نہیں آتا ہے دوسرے اگر جہاں چاہو گے لفظ کو بالکل عام لوگے تو چاہیے کہ منہ کیطرف سے بھی جائز ہو اور اگر خاص کروگے تو وہی طریقہ خاص مراد ہوگا اور جہاں سے چاہو کے یہ معنی ہیں کہ خواہ لٹا کر خواہ کھڑے خواہ اور طرح سے قبل میں جماع کرنا تمکو درست ہے

یہ کہ یہود جسطرح اوندہا کرکے جماع کرنیکو منع سمجھتے تھے منع ہو قرآن میں اس امر کی
نسبت اللہ تعالے فرماتا ہے فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ یعنے اُس راہ سے جماع
کرو کہ جس سے تمکو خدا نے حکم کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کا حکم بقرینہ
حرث کے قُبل کی راہ سے ہے اور اگر قبل کی راہ سے ہے اور اگر قبل دو بر میں
دونوں جگہ جائز ہوتا تو اللہ یہ قید نہ لگاتا کیونکہ بالاتفاق اس قید سے موضع جماع مخصوص
ہے چوتھے قرآن میں اللہ تعالی نے حیض والی عورت سے بسبب ناپاکی کے
جماع کو حرام کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دُبر کی راہ سے ناپاکی حیض سے بھی
زیادہ ہے اسی لیے تمام صحابہ اور تابعین اسکو بُرا جانتے تھے خدا جانے شیعہ کو
اسمیں کس علت سے حظ ہے (جسکے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت
کی بشارت فرمائی ہے اُنکو ہم قطعی جنتی کہتے ہیں) اگرچہ
جسنے لا الہ الا اللہ کہا ہو اور وہ اسی پر مرا بھی ہو قطعی جنتی ہے لیکن کسی شخص خاص کو
بدون خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم قطعی جنتی نہیں کہتے کیونکہ خاتمہ کا اعتبار
ہے اور ہر شخص کے خاتمہ کا حال سوائے اللہ کے اَور کوئی نہیں جانتا ہے لیکن جن
لوگوں کو حضرت نے جنتی کہا ہے اُنکی سوء خاتمہ کا ڈر نہیں رہا البتہ اُنکو ہم قطعی
جنتی کہتے ہیں سو حضرت نے بہت سے لوگوں کو نام لیکر جنت کی بشارت دی ہے
اُنمیں سے یہ دس شخص ہیں کہ اُنکو عشرہ مبشرہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں ترمذی
اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابوبکر جنتی عمرؓ
جنتی عثمانؓ جنتی علیؓ جنتی طلحہؓ جنتی زبیرؓ جنتی عبدالرحمن بن عوفؓ جنتی سعد بن
ابی وقاص جنتی سعید بن زید جنتی ابو عبیدۃ بن الجراح جنتی اور حضرت فاطمہ زہرؓ

اور حسین اور حسن رضوان اللہ علیہم کو بھی آپ نے جنتی فرمایا ہے چنانچہ صحیح ترمذی میں
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہ جنت میں سب عورتوں کی سردار ہیں
اور حسن و حسین جنت میں جوانوں کے سردار ہیں پس جسکی حضرت نے خبر نہیں دی
اسکے جنتی ہونیکا ظن ہے قطعی جنتی ہونا اسکے لیے نہیں پس اور کسیکو نام لیکر
نہ قطعی جنتی کہے نہ قطعی دوزخی

حضرت کے سب صحابہ افضل ہیں کسیکی جناب میں گستاخی نکرنا چاہیے

کیونکہ یہی لوگ دین کی
ترقی کا سبب ہوئے ہیں انھوں نے حضرت کے روبرو اور بعد اپنے جان و مال کو
اللہ کی راہ میں صرف کیا اور تمام جہان میں دین حق کو پھیلا دیا قرآن میں اللہ تعالیٰ
انکی خوبیاں اور انکے لیے درجات ذکر فرماتا ہے قال تعالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ
مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا
عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
اور آگے بڑھ جانیوالے پہلے ہجرت کرنیوالوں اور مدد دینے والوں سے اور جو لوگ ایسے
کہ جو انکی نیکی میں پیروی کرتے ہیں اللہ راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی
ہوگئے اور طیار کی انکے لیے اللہ نے جنت کہ اسکے نیچے نہریں بہتی ہیں
ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ انمیں یہ بڑی مراد ہے ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ
نے صحابہ مہاجرین اور انصار کے لیے چار چیزیں بیان فرمائیں اول یہ کہ اللہ
انسے راضی ہوگیا دوم یہ کہ وہ اللہ سے راضی ہیں تیسرے جنت کی بشارت
چوتھے یہ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ اصحاب مہاجرین
میں سب سے اول اور سابق خلفاء اربعہ ہیں پس انکے لیے بھی یہ چاروں چیزیں

ثابت ہیں پس جسطرح خوارج کا علی اور عثمان کی نسبت طعن بیجا ہے اسیطرح روافض کا خلفاء ثلثہ کی نسبت طعن کرنا بد ہے قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝

جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اسد کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ اسد کے نزدیک بڑے درجہ میں ہیں اور وہ مراد کو پہنچنے والے ہیں اسد انکو بشارت دیتا ہے اپنی مہربانی کی اور رضامندی کی اور جنت کی کہ اسمیں بامدار نعمتیں ہیں ہمیشہ رہینگے اسمیں سدا اسد کے نزدیک بڑا اجر ہے ۔ جو لوگ کہ حضرت پر ایمان لائے پہر انہوں نے اپنے گہر چہوڑے اسد کی راہ میں اور جان و مال سے جہاد کیا پس انکے واسطے اسد نے چار چیزونکی بشارت دی ہے اول یہ کہ انکا اسد کے نزدیک بڑا درجہ ہے دوم یہ کہ انکو انکی مراد ملیگی سوم یہ کہ انکے واسطے اسد کی مہربانی اور رضا ہے اور جنت النعیم ہے چوتھے یہ کہ وہ اسمیں ہمیشہ رہیں گے پس علی العموم یہ بشارت سب صحابہ مہاجرین کے لیے ہے انمیں سے خلفاء اربعہ کے لیے بالخصوص ہے کیونکہ خلفاء اربعہ اعنے ابوبکر و عمر و عثمان علی رضی اسد عنہم حضرت پر ایمان بہی لائے اور پہر انہوں نے ہجرت بہی کی کہ مکہ چہوڑکر حضرت کے ساتھ مدینہ میں آرہے تہے اور جان و مال سے جہاد بہی کیا تہا مال سے جہاد کی یہ تفصیل ہے کہ کئی بار ابوبکر اور عمر اور عثمان غنی نے اپنا گہر کا اسباب مال اسد کے لیے حضرت کے روبرو رکہدیا پہر حضرت نے اس سے فوج کی طیاری کی

اور جان سے جہاد کی صورت یہ ہے کہ حضرت کے ساتھ یہ چاروں صاحب ہر جہاد میں شریک حال رہتے تھے چنانچہ کوئی بھی انکار نہیں کرتا پس انکے لیے بھی یہ چاروں چیزیں ثابت ہیں پس جو انکو برا کہے وہ اللہ کے دوستوں کو برا کہتا ہے لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ لیکن رسول اور جو رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور اپنے مالوں اور جانوں سے انہوں نے جہاد کیا ہے اور انہیں لوگوں کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ فلاح پانیوالے ہیں انکے واسطے اللہ نے ایسی بہشتیں طیار کر رکھی ہیں کہ انکے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں انمیں یہ ہے بڑی مراد جو لوگ کہ رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے جہاد جان و مال سے کیا ہے انکے واسطے اللہ تعالیٰ اس آیت میں چار چیزیں ذکر فرماتا ہے اول یہ کہ انکے لیے بھلائیاں ہیں دوسرے یہ وہ فلاح پانیوالے ہیں تیسرے انکے واسطے اللہ نے جنت طیار کر رکھی ہے چوتھے یہ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے پس یہ سب صحابہ انصار و مہاجرین کے لیے بشارت ہے کیونکہ وہ حضرت پر ایمان بھی لائے تھے اور انہوں نے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا تھا یہانتک کہ بدر اور احد اور حدیبیہ اور فتح مکہ میں یہ لوگ حضرت کے ساتھ تھے اور بعد حضرت کے تمام عرب اور روم اور شام اور ایران اور مصر وغیرہ بڑے بڑے ملک جہاد کر کے انہوں نے فتح کیے گویا اپنی جانفشانی سے تمام عالم میں انہیں نے اسلام پھیلایا ہے اور خصوصاً انہیں سے خلفاء اربعہ کے واسطے یہ بشارت بدرجہ اولیٰ ہے کیونکہ جسقدر سعی انہوں نے کی ہے اور سے اسقدر ظہور میں نہیں آئی

آئی ہے سو یہ بھی وعدہ الٰہی کے موجب ہمیشہ جنت میں رہینگے اور انکے لیے
بھلائیاں اور فلاح ہے پس جو انکو معاذ اللہ جہنمی کہے یا انکے واسطے کوئی گواہی
ثابت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہتا ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا ف
جب مومنین حضرت کے ساتھ اپنے اپنے وطن چھوڑ کر مدینہ میں آرہے تو کفار نے
شب و روز انکے قتل و تخریب کے مشورے کرنے شروع کیے بلکہ ایکبار مدینہ کو
ہر طرف سے آگھیرا اور چند روز باہر بیٹھے رہے پس تنگی ان چڑھائیوں سے مومنین
شب و روز فکر اور اندیشے میں رہا کرتے تھے اور آرزو کیا کرتے تھے کہ کبھی ایسا بھی
وقت آویگا کہ ہماری حکومت ہوگی اور ہم امن و چین سے رہینگے اور کسیکا کچھ
خوف و خطر نہ رہیگا پس اللہ تعالیٰ نے اُنسے وعدہ کیا کہ ہم تمہیں حکومت دینگے
اور تمہارے لیے امن و چین ہوجاویگا اور تمکو کسیکا ڈر نہ رہیگا بلکہ اور لوگ تم سے
ڈرا کرینگے اور یہ آیت نازل فرمائی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي
ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ
بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اللہ نے تم میں سے بعض شخصوں کے
لیے کہ وہ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اچھے اعمال کیے ہیں وعدہ کیا ہے کہ انکو
زمین پر خلیفہ کریگا جسطرح کہ تم سے پہلونکو خلیفہ کیا تھا اور انکو انکے دین پر کہ
انکے لیے اللہ نے پسند کیا ہے قادر کردیگا اور خوف کے بعد انکے واسطے امن بدلدیگا
وہ میری ہی عبادت کیا کرینگے اور مجھسے کچھ شرک نکرینگے اور جو اسکے بعد ناشکری
کریگا پس وہی فاسق ہے انتہی اول مقدمہ سے پہلے چند باتیں ہم بیان کرتے ہیں

تاکہ مقصد خوب اچھی طرح واضح ہو جاوے اول یہ ہے کہ جبتک کسی لفظ یا کلام کے
معنی حقیقی بن سکتے ہوں انکو چھوڑ کر اور مجازی معنی مراد لینا تمام جہان کے خلاف
ہے اور سب اہل عرف کے نزدیک ناجائز ہے دوم یہ ہے کہ عرب کی زبان میں
تین سے کم کو جمع کے لفظ سے تعبیر نہیں کرتے ہیں اور زیادہ خواہ کسی قدر ہوں
پس ایک یا دو شخص کے واسطے صیغہ جمع کا نہ بولا جاویگا ہاں فارسی اردو میں
دو پر جمع کا صیغہ بولتے ہیں سوم متکلم ہیں من کے لفظ کے حقیقی معنی بعض
ہیں اور کم ضمیر انکے واسطے ہے کہ جو متکلم کے کلام کے وقت حاضر ہووں۔
پس جب یہ ثابت ہو چکا تو اس آیت میں اللہ تعالی بعض[۱] مومنین کے واسطے کہ
جو اس آیت کے نازل ہونیکے وقت[۲] موجود تھے اور وہ بعض مومنین تین[۳] ہونگے یا تین
سے زیادہ ان چار چیزونکا وعدہ کرتا ہے اول یہ کہ انکو زمین میں خلیفہ بناویگا
دوم یہ کہ انکو انکے دین پر کہ اللہ کے نزدیک بھی پسند ہے خوب مضبوط کردیگا
سوم یہ کہ انکے عہد میں خوف بالکل جاتا رہیگا امن ہو جاویگا چہارم یہ کہ وہ
خلفا خالص اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور شرک سے دور ہونگے چنانچہ اسکے
وعدہ کے موافق ایسا ہی ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اول ابو بکر صدیق
کو خلیفہ کیا انکے عہد میں مشرکوں کو عرب سے نکالا گیا اور تمام عرب میں اسلام پھیل گیا
اور جو مخالفین تھے ڈر کر ملک چھوڑ گئے اور اہل اسلام میں خوب امن ہو گیا خالص اللہ
ہی کی عبادت شب و روز ہونے لگی اور سب ارکان دین بخوبی ادا ہوئے بعد انکے

---

۱ بعض مومنین لفظ منکم سے سمجھے جاتے ہیں ہو منہ ۲ آیت کے نازل ہونیکے وقت موجود ہونا
کم ضمیر مخاطب سے سمجھا جاتا ہے ۱۲ منہ ۳ تین یا تین سے زیادہ ہونا صیغہ ہائی جمع سے سمجھا جاتا ہے
کہ وہ کم اور لیستخلفنہم میں ہم اور لہم اور یعبدون اور لایشرکون ہے ۱۲ منہ

مستحق اور اہل تھے - اور یہ ظاہر ہے کہ سال حدیبیہ میں خلفاء اربعہ بھی شریک تھے پس بموجب خبر اللہ کے انکے ساتھ بھی کلمہ تقوی لازم ہوگیا اور جو چیز کسی چیز کے ساتھ لازم ہوتی ہے وہ اُس سے مدت بعمر دور نہیں ہوتی چنانچہ آگ کو حرارت لازم ہے پس آگ بے حرارت کے کبھی نہو گی اسیطرح خلفاء اربعہ سے بھی کلمۂ تقوی جدا نہو گا پس جو شخص اصحاب حدیبیہ کو اور خصوص خلفاء کو یوں کہے کہ حضرت کے بعد معاذ اللہ وہ دین سے پھر گئے اور اُنہوں نے حق دبایا اور خیانت کی وہ احمق اللہ کو جھوٹا کہتا ہے تعالی اللہ عن ذلک علواً کبیراً

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا کہدے اے نبی پیچھے رہجانیوالے گنوارونکو کہ ابھی تم ایک بڑے سخت لڑنیوالی قوم کی لڑائی کے واسطے بلاؤ جاؤ گے یا تم اُنکو قتل کرو گے یا وہ خود مسلمان ہوجاوینگے پس اگر تمنے کہا مان لیا تو تمکو اللہ اچھا اجر دیگا اور اگر پہلے کیطرح پھر گئے تم تو تمکو بڑے دکھ کی مار سے مار یگا اس آیت میں اللہ تعالی نے چند خبریں دی ہیں اول یہ کہ وہ بدو لوگ کہ جو حدیبیہ میں حضرت کے ساتھ شریک نتھے کسی جنگ کے لیے بلائے جاوینگے دوم یہ کہ وہ قوم کہ جسکی جنگ کے لیے انکو بلاوینگے نہایت زبردست قوم ہوگی سوم یہ کہ جو شخص انکو بلائیگا اُنکی اطاعت فرض ہوگی کہ ماننے سے اجر ہوگا اور نافرمانی سے عذاب الیم ہوگا سو مطابق اس خبر کے ایسا ہی ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب کی جنگ کے لیے کہ اُسکی قوم بھی بہت زبردست تھی

اور شاہ روم کی جنگ کے واسطے کہ اُنکے مقابلہ میں عرب نہایت کمزور تھے جیسا
کہ شیر کے آگے بکری ہوتی ہے ابو بکر صدیق نے تمام عرب کے قبیلوں میں خط بھیجا
کہ اب وہ وعدہ آگیا آؤ لڑو اجر لو ورنہ عذاب پاؤ گے پس وہ بدوی کہ جو حدیبیہ
میں ساتھ نہ تھے وہ بھی اور اُنکے ماسوائے اور قبائل بھی مدینہ میں جمع ہوئے
اول مسیلمہ کو قتل کیا پھر چار سرداروں کو جھنڈے دیکر روم کیطرف بھیجا ہاں
اُنہوں نے اللہ کے حکم کو خوب پورا کیا یہانتک کہ وہ ملک فتح ہوا پس معلوم
ہوا کہ ابو بکر صدیق خلیفہ برحق تھے کہ اُنکی اطاعت فرض تھی مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ
وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ الآیۃ محمد اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ
کہ اُسکے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپسمیں ایکدوسرے پر مہربان ہے۔
دیکھتا ہے تو اُنکو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے وہ اللہ کا فضل اور اُسکی رضا کے
طالب ہیں اُنکی علامتیں اُنکے چہروں پر ہیں سجدوں کے اثر سے یہ اُنکی صفت
توراۃ میں ہے اور اُنکی صفت انجیل میں ہے کھیتی کیسی کہ نکالی اُسنے سوئی اپنی پھر
قوت دی اسکو پھر موٹی ہوئی وہ پھر سیدھی کھڑی ہوئی اپنی جڑ پر کہ اچھی معلوم ہوتی
ہے کسانوں کو انجیل میں حضرت کے اصحاب کی یہ صفت لکھی تھی کہ ایک قوم نکلے گی
کھیتی کی مانند کہ اول ایک ہی شاخ ہوگی سو وہ نبی علیہ السلام ہیں پھر قوی ہوگی
یعنی عمر سے پھر اُسکا پیڑ موٹا ہوجاویگا یعنی دولت عثمان و ابو بکر صدیق سے
پھر اپنے پیڑ کے سہارے سے اوپر بڑھیگی یعنی علیؓ کی برکت و شوکت سے یہ آیت

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے اسمیں اُنکے لیے اللہ تعالیٰ چند وصف
ذکر فرماتا ہے اوّل یہ کہ وہ کفار پر سخت ہیں دوم یہ کہ آپسمیں مہربان ہیں تیسرے یہ کہ وہ
رات دن اللہ کے فضل اور رضائے کے طلب میں رہتے ہیں چوتھے یہ کہ بسبب سجدوں
کے اُنکے موںہوں پر علامتیں ہیں پانچویں یہ کہ یہ خوبیاں اُنکی توراۃ میں ہیں اور
انجیل میں وہ صفتیں ہیں جو پہلے ذکر ہوئیں چنانچہ کفار پر سخت ہونا حضرت عمرؓ کا
مشہور ہے اور رحم دلی عثمان غنیؓ کی مشہور ہے اور شب و روز ہر شخص اللہ کی رضا کے
کا طالب رہا کرتا تھا دنیا وما فیہا سے اُنہیں کچھ کار نتھا اور سجدوں کے آثار حضرت
علیؓ کے چہرے پر ہر شخص کو نظر آیا کرتے تھے پس انجیل و توراۃ میں اُنکی یہ تمام
صفات موجود تھے چنانچہ جب بیت المقدس فتح ہونمیں نہ آیا تو وہاں سے فوج
کی امیر نے حضرت عمرؓ کیطرف نامہ لکھا کہ یہاں کے اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ جو
شخص اس شہر کو فتح کریگا ہم اُسکو خوب پہچانتے ہیں اُسکی تمام علامتیں ہمارے
ہاں لکھی ہوئی ہیں اگر تمہارا سردار وہ ہے تو اُسے بلاؤ تاکہ ہم پہچانیں اگر وہی ہوا
تو ہم خود قلعہ کے دروازے کہولدینگے پس جب حضرت عمرؓ کے پاس نامہ آیا
حضرت علیؓ کے مشورے سے آپ وہاں پہنچے کفار نے شہر پناہ پر چڑھکر انکو دیکھا اور
کہا بیشک یہ وہی ہے پھر دروازہ کہولدیا چنانچہ یہ قصہ بعض محققین نصاری نے بھی
کہا ہے اور اب توراۃ و انجیل میں اگر صحابہ کی فضیلت نہیں ہے تو کچھ عجب نہیں کیونکہ
انہوں نے اس قسم کی تمام خبریں اپنی کتابوں میں سے نکالڈالیں ہیں چنانچہ پہلے ہم انکی
تحریف ثابت کر چکے ہیں لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ یعنی اوصاف اُنکو اسلیے عطا کیے
ہیں تاکہ کفار اُنسے غصہ کریں اور جلیں۔ یہانسے ثابت ہوا کہ جو شخص اصحاب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے غیظ وغصہ رکھے گا وہ کافر ہے کیونکہ کافرونکو ہے اسنے غیظ
وغضب سے۔ سوائے ان آیات کے اور بہت سی آیات ہیں کہ جنمیں صحابہؓ کے فضائل
مذکور ہیں لیکن اب کچھ حدیث سے اُنکے فضائل ذکر کرتا ہوں بخاری اور مسلم نے
روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اصحاب کو گالی مدو
اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کریگا صحابہ کے آدھ سیر کے برابر نہ پہنچیگا
سنن نسائی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کی تعظیم
کرو وہ تم سب سے اچھے ہیں پھر وہ لوگ ہیں کہ جو اُنکے بعد ہونگے صحیح ترمذی میں ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا اُسکو دوزخ کی آگ
نہ چھوئے گی اور نہ اُسکو کہ جسنے میرے دیکھنے والیکو دیکھا ہے صحیح ترمذی میں ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم من بعدی
غرضا من احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن
اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ الحدیث میرے اصحاب کے بارکنے میں اللہ سے ڈرو
میرے صحاب کے بارکنے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد اُنکو نشانہ نہ بنانا جو اُنسے محبت رکھیگا پس اُنکی محبت سے
میں اُس سے محبت رکھونگا اور جو اُنسے بغض رکھیگا پس اُنکے بغض سے میں اُس سے بغض
رکھونگا اور جسنے اُنکو ستایا اُسنے مجھے ستایا اور جسنے مجھے ستایا اُسنے اللہ کو ستایا
اور جسنے اللہ کو ستایا اللہ اُسکو بہت جلد خراب کریگا شرح السنہ میں انسؓ سے روایت
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مثل اصحابی فی امتی کالملح فی الطعام لا یصلح
الطعام الا بالملح کہ میرے اصحابونکی مثال میری اُمت میں ایسی ہے جیسا نمک

---

۵۱ بعض محدثین نے اسکے معنی یوں کیے ہیں کہ میری محبت سے اُنکی محبت کی اور میرے بغض سے اُنسے بغض رکھا ۱۲ منہ +

کہانے میں کہ کھانا بغیر نمک کے درست نہیں ہوتا ہے۔ **مناقب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ** بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر اگر میں کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا۔ خلیل کے دو معنی ہیں اول یہ کہ اُسکی محبت دلمیں پیوست ہو جاوے سو اس مرتبہ کی محبت حضرت کو اللہ کے سوائے کسیکی نہ تھی دوسرے وہ کہ اُس سے حاجات طلب کیجاوے سو حاجات بھی حضرت اللہ ہی سے طلب کرتے تھے مشکوٰۃ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں عائشہ صدیقہ رض سے فرمایا کہ تو اپنے باپ ابو بکر اور بھائی عبد الرحمن کو بلا کہ میں اُسکے لیے لکھدوں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی اور آرزو کرنیوالا آرزو کرکے نہ کہے کہ میں ہوں اور اُسکو اللہ اور مسلمان قبول نہ کریں یعنی ابو بکر کو بلاؤ کہ خلافت کے وہ مستحق ہیں اُنکے نام لکھدوں تاکہ اور کوئی شخص دعویٰ نکرے صحیحین میں ہے کہ ایک عورت نے حضرت سے کچھ سوال کیا آپنے فرمایا پھر آنا اُسنے کہا اگر آپ نہوں تو کسکے پاس آؤں کہا ابو بکر کے پاس آنا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اپنے دلمیں ابو بکر کو خلیفہ مقرر کر رکھا تھا ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپنے ابو بکر کو فرمایا انت صاحبی فی الغار وصاحبی فی الحوض کہ تو میرا ہمصحبت غار ثور میں تھا اور حوض کوثر پر بھی تو میرا ہمصحبت ہے۔ غار ثور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر بھی تھے چنانچہ قرآن میں ہے ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایکبار ابو بکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپنے فرمایا انت عتیق اللہ من النار کہ تو اللہ کی طرف سے

حاشیہ: [illegible]

ف ۱۵ سوا ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ کا کہتا تھا اپنے ساتھ ۔۔۔ [illegible]

آگ سے آزاد کیا ہوا ہے - سو جیسے آپکا لقب عتیق اللہ ہوا ہے - ابو داؤد نے روایت
کیا ہے کہ ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے وہ دروازہ جنت
کا دکھایا ہے کہ جسمیں سے میری امت داخل ہوگی ابو بکر نے عرض کیا کیا خوب ہو
جب میں بھی آپکے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا اے ابو بکر تو میری سب امت سے پہلے
جنت میں داخل ہوگا - **مناقب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ**
صحیحین میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر
میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر ہے - محدث اسکو کہتے ہیں کہ جسکے دل پر اسرار
غیبی القاء ہوویں - سو اکثر اسرار غیبی حضرت عمر سے بہت ظاہر ہوتے تھے چنانچہ
منزلوں کی مسافت سے ساریہ کو دیکھ لیا تھا ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی
صلعم نے فرمایا ہے کہ اللہ نے عمر کی زبان پر حق رکھا ہے - ترمذی نے روایت کی ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا - صحیحین میں ہے
ابن عباس سے روایت ہے کہ جب عمر کو بعد موت کے چارپائی پر لٹایا اور لوگوں نے
اسکے لیے استغفار شروع کیا تو ایک شخص میرے پیچھے سے میرے مونڈھوں پر ہاتھ رکھکر
یوں کہنے لگا کہ اللہ تجھپر رحمت کرے مجھے امید ہے کہ اللہ تجکو تمہارے دونوں دوستوں
سے ملاویگا (یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر سے) کیونکہ میں نبی صلعم کو اکثر تمہیں
دونوں کا ذکر کرتے ہوئے دیکھا کرتا تھا فرمایا کرتے تھے کہ میں اور ابو بکر اور عمر فلانی
جگہ تھے اور میں اور ابو بکر اور عمر وہاں گئے تھے اور میں اور ابو بکر اور عمر وہاں سے
آئے تھے میں نے پیچھے منہ پھیر کر دیکھا تو وہ کہنے والے علی بن ابی طالب تھے - ترمذی نے
انس سے روایت کیا ہے اور حضرت علی سے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ نبی صلعم

فرمایا ہے کہ ابوبکر اور عمر جنت میں سب اولین اور آخرین بڑی عمر کے لوگوں کے سردار ہیں
سوائے انبیاء اور رسولوں کے۔ یعنی انبیاء اور رسولوں کے سوائے جسقدر بڑی عمر کے لوگ
اس امت کے اور پہلی امت کے جنت میں جاوینگے ان سب کے ابوبکر اور عمر سردار ہونگے
جسطرح کہ نوجوانوں کے حسن و حسین سردار ہونگے اور عورتوں کی سیدۃ النساء فاطمہ رض
سردار ہونگی رضوان اللہ علیہم اجمعین صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ ہر نبی کے واسطے دو شخص آسمان والونمیں سے اور دو زمین والونمیں سے
وزیر ہوتے ہیں پس آسمان کے رہنے والوں میں سے میرے وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں
اور زمین کے رہنے والونمیں سے ابوبکر اور عمر میرے وزیر ہیں **مناقب عثمان
ذی النورین رضی اللہ عنہ** صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
عثمان کے لیے فرمایا ہے کہ جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس سے میں کیونکر حیا
کروں یعنی عثمان سے صحیح ترمذی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر
نبی کے لیے جنت میں ایک رفیق ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہے امام احمد
نے روایت کیا ہے کہ عثمان ہزار دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جیش العسرۃ[1]
کی طیاری کے لیے لائے تو حضرت نے انکو کپڑے میں رکھکر اپنی گود میں لے لیا
اور فرمایا آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہ کریگا۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے
کہ ایکبار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رض اور عمر رض اور عثمان رض احد پہاڑ پر چڑھے پہاڑ
لرزنے لگا حضرت نے لات مارکر فرمایا کہ ٹھہر اے احد تجھپر ایک نبی اور ایک صدیق

---

[1] تبوک بجانب شام ایک جگہ ہے وہاں کا حاکم نصرانی تہا حضرت نے بسبب اسکے سرکشی
کے اسپر چڑہائی کی جب گرمی اور تنگدستی بہت تہی اس لیے اس فوج کو جیش العسرۃ
یعنی تنگدستی کی فوج کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور دو شہید کے سوائے اور کوئی نہیں ہے ۔ پس نبی تو آپ تھے اور صدیق ابوبکرؓ
اور دو شہید عمر اور عثمانؓ تھے

مناقب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام بخاری اور مسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے
علی کو فرمایا کہ تو مجھہ سے اسطرح ہے کہ جسطرح موسیٰ سے ہارون تھے مگر میرے بعد
نبی نہیں ہے ۔ یعنی جسطرح موسیٰ کے بھائی بڑے کامل مرتبہ کے ہارون تھے میرا
چھوٹا بھائی بڑے کامل مرتبہ کا تو ہے مگر ہارون نبی تھے تم نہیں فقط یہ فرق ہے
صحیح مسلم میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مجھے اسکی قسم کہ جسنے زمین سے
دانہ نکالا اور روحکو پیدا کیا مجھسے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد کیا تھا کہ جو
مومن ہوگا وہ تجھسے دوستی رکھیگا اور جو منافق ہوگا وہ تجھسے عداوت رکھیگا ترمذی
نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علیؓ مجھسے ہے اور میں
علی سے ہوں اور وہ ہر مومن کے ولی ہیں امام احمد اور ترمذی نے زید بن ارقمؓ
سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسکا میں مولیٰ ہوں
اسکا علی مولیٰ ہے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے امام احمد نے ام سلمیٰؓ
سے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جسنے علی کو گالی دی اسنے
مجھکو گالی دی امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اے علیؓ تیری مثال عیسےٰ کیسی ہے یہود
کو اسنے یہانتک بغض ہوا کہ انکی ماں پر بہتان لگایا اور نصاریٰ کو اسنے
ایسی محبت ہوئی کہ جو مرتبہ انکے لایق نہ تھا وہ انکے لیے ثابت کیا (یعنی انکو

مناقب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

خدا کا بیٹا کہا) پھر علیؓ نے فرمایا میرے معاملہ میں بھی دو شخص ہلاک ہونگے ایک وہ کہ
جو مجھسے یہانتک دوستی کریگا کہ جو بات میرے لائق نہیں وہ میرے واسطے ثابت کریگا
اور ایک مجھسے عداوت کرنیوالا کہ وہ میری شان کو کم کریگا اور حسد کے مارے مجھپر
بہتان لگا دیگا پس ایسا ہی ہوا کہ شیعہ کو نصاری کیطرح حضرت علیؓ کی یہانتک محبت
ہوئی کہ انکو اکثر جہلا نے خدا سمجھ لیا اور ہر مصیبت کے وقت یا علی مدد پکارنا شروع
کیا اور انکے نام کے روزے رکھنا اور انکو حاجت روا مقرر کرلیا اور انکے مقابلہ میں
کبار صحابہ کو کہ جنکی مدح قرآن و حدیث میں ہے برا کہنا لعن و طعن کرنا شروع کیا اور
خوارج و نواصب نے یہود کیطرح حضرت علی سے وہ عداوت کی کہ انپر عثمان غنی کے
قتل کا بہتان لگایا اور طرح طرح کے عیوب انمیں ثابت کیے افراط و تفریط سے
خالی اہل حق ہیں کہ نہ وہ انکو شیعہ کیطرح حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں اور نہ خوارج و
نواصب کیطرح انکی جناب میں کوئی کلمہ گستاخی کا نکالتے ہیں **الغرض** قرآن اور
احادیث سے حضرت کے صحابہ اور اہل بیت کے بہت فضائل ثابت ہیں مسلمان کو
واجب ہے کہ سب کے دل سے محبت اور سب سے حسن عقیدت رکھے اور سب امت میں انکو
افضل اور بہتر جانے اور جب کسیکا نام سنے رضی اللہ عنہ کہے کیونکہ ان لوگوں نے جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے سالہا سال حضرت کے ساتھ
معاشرت کی ہے قرآن انکے روبرو نازل ہوا ہے پس یہ لوگ دین کے اصول ہیں انہیں سے
پچھلوں کو دین پہنچا ہے اور قرآن میں یہی لوگ مخاطب بالذات ہیں بدر اور احد وغیرہ
جہادوں میں حضرت کے ساتھ انہوں نے بڑی بڑی محنتیں اٹھائی ہیں انکے لیے اللہ
نے قرآن میں جنت کا وعدہ فرمایا ہے معاذ اللہ اگر یہی لوگ برے ہیں اور انجیسا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے اثر نکیا ہے تو پھر کون بھلا ہے اور کس میں حضرت
کی صحبت موثر ہوئی ہے شیعہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسے جھوٹے قصوں کے اعتماد پر
کہ جنکا بسند صحیح ثبوت نہیں ہے یقینی ہونا تو درکنار حضرت کے صحاب کو کہ جنکی
خوبیاں قرآن میں مذکور ہیں اور اُنکا ثبوت یقینی ہے بُرا کہتے ہیں اور طرح طرح کے
عیوب اُنمیں ثابت کرتے ہیں اور اُنکی عداوت کو اور اُنپر لعن وطعن کرنیکو اپنا ایمان
بنا رکھا ہے اور اہل بیت میں سے بھی بہت لوگونکو بُرا کہتے ہیں اہل بیت گھر والیکو
کہتے ہیں سو اول گھر والی بیوی ہوتی ہے اور بعد میں بیٹے بیٹیاں نواسے
نواسیاں بھانجے بھتیجے علی ہذا القیاس سو حضرت کے چچا عباس اور اُنکے
بیٹے عبداللہ کو اور حضرت کی بیویوں کو اور خصوص عائشہ صدیقہ ام المومنین کو
بُرا کہتے ہیں۔ اور حضرت کی بیبیونکو کیا کیا عیب لگاتے ہیں اور کیسے کیسے نالایق
کلمات اُنکی شان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی کسی ادنے شخص کی بیوی کو ایسا کہے
اگر اُسے قدرت ہو تو وہ فوراً اُسکا سر کاٹ ڈالے واہ حضرت کی روح پر فتوح جنت میں
جب یہ حضرت کے اصحاب و اہل بیت کو اور خصوص بیبیونکو بُرا کہتے ہونگے کیا خوش
ہوتے ہونگے اور کیا اولاد صالح ہے کہ ماں کے لیے کیا کیا عیب ثابت کرتے ہیں اور
حیف صد حیف ہے اُن مسلمانوں پر کہ جو ایسے لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور اُنکے
ساتھ تعزیہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور اُنسے شادی بیاہ کرتے ہیں کچھ شک نہیں
کہ ایسے لوگوں سے بھی جناب سید المرسلین ناراض ہونگے اور اُنکو حوض کوثر سے
دور ہانکیں گے اور اکثر ایسے لوگونکی دنیا ہی میں صورتیں مسخ ہوگئی ہیں الٰہی مجکو
اور میرے سب احبار اور اقربا کو اور کل مسلمانونکو حضرت کی اور حضرت کے اصحاب

واہل بیت کی محبت کامل نصیب کر اور انکے ساتھ حشر فرما آمین آمین یا رب العالمین

فصل پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کفر شرع میں ایمان کی ضد ہے پس جن چیزوں پر ایمان لانا اور انکی تصدیق ایمان تفصیلی میں ضرور ہے انکے انکار کرنے سے خواہ دلمیں انکار کرے یا زبان سے کوئی کلمہ ایسا نکالے کہ جس سے صراحتہً یا اشارتہً انکار ثابت ہو جاوے یا دلمیں شک لانے سے یا کلمات شک زبان سے نکالنے سے بھی خواہ اُسنے صراحتہً شک ثابت ہووے یا اشارتہً یا کسی ایسے کار سے کہ جو منافی تصدیق ہو قطعی کافر ہو جاتا ہے جبتک توبہ نکریگا مومن نہوگا خواہ یہ شخص آپکو مومن سمجھے اور عبادات اور ریاضات شاقہ عمل میں لاوے اور کفار کیطرح ہمیشہ جہنم میں چلے گا نعوذ باللہ منہا مومن کو چاہیے کہ ایمان لانیکے بعد اُسکی محافظت رکھے اور جن چیزوں سے ایمان جاوے اور کفر لازم آوے اُنسے دور رہے کیونکہ ثابت رہنا ہی نجات کے لیے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی جنھوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اُسپر قائم رہے تو اُنکو کچھ خوف وغم نہوگا اسلیے اُن کلمات کفر کا کچھ مختصر طور پر بیان کرتا ہوں تاکہ مومنین خبردار ہوکر پرہیز کریں اور قاعدہ کلیہ اسکا میں پہلے ہی بیان کر چکا ہوں پس موجبات کفر موافق بیان سابق کے چند قسام میں **قسم اوّل** وہ کلمات ہیں کہ جو صراحتہً انکار پر دلالت کرتے ہیں مثلاً کسی نے کسیکو کہا کہ نماز پڑھو یا روزہ رکھو اُسنے سنکر کہا کہ نماز فرض نہیں یا روزہ فرض نہیں پس یہ شخص کافر ہو گیا کیونکہ نماز و روزے کا فرض ہونا قرآن سے ثابت ہے پس جس چیز کی نسبت فرض قرآن کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے معلوم ہو جاوے پس جو شخص اسکو فرض

(حاشیہ: فصل کلمات کفر کے بیان میں)

(حاشیہ: قسم اوّل)

نکہیگا کافر ہوگا یا جس چیز کا حلال ہونا اسطرح سے ثابت ہوچکا ہے جو اُسکو حرام
کہیگا کافر ہوگا اسیطرح جس چیز کا حرام ہونا قرآن کی ظاہر عبارت یا حدیث متواتر
سے ثابت ہو جو اُسکو حلال کہیگا کافر ہوجاویگا پس جسنے کہا کہ خنزیر یا سود کہانا
یا زنا یا جہوٹھ بولنا یا ناحق قتل کرنا یا ظلم یا سحر کرنا یا شراب یا جوا کہیلنا یا غیبت کرنا
حلال ہے کافر ہوگیا پس کبیرہ یا صغیرہ گناہ کو کہ جنکا گناہ ہونا قطعًا ثابت ہوجاوے
جسنے حلال کہا کافر ہوا یا اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کیا مثلاً کہا کہ اللہ ہر چیز پہ
قادر نہیں یا وہ ہر شخص کی دعا نہیں سنتا یا فلاں فلاں چیز ونکی اُسکو خبر نہیں یا وہ ہمیشہ سے
نہیں ہے یا وہ کلام نہیں کرتا یا وہ مردہ ہے یا مرجاویگا پس ان سب صورتونمیں
کافر ہوگیا یا اُسکے لیے کوئی بری صفت ثابت کرے مثلاً کہا کہ اللہ ظلم کرتا ہے
یا اُسکی جورو بیٹے ہیں یا وہ کہاتا پیتا ہے یا وہ سوتا اونگہتا ہے یا کسی عورت یا
لڑکے سے عشق رکہتا ہے یا جماع کرتا ہے یا اُسکے لیے باپ ماں بہائی برادر ہیں یا
وہ کسی مرد یا عورت کی شکل میں ہے یا وہ بخیل ہے یا وہ کسی سے ڈرجاتا ہے یا کسی سے
مغلوب ہوجاتا ہے یا کسی چیز کو بہول جاتا ہے یا بہت کام کرنے سے تہک جاتا ہے
پس ان سب صورتونمیں کافر ہوگیا یا اُسکے کسی نام کا انکار کیا اور کہا رحیم یا رحمن
یا اللہ یا ودود مثلاً اُسکا نام نہیں ہے کافر ہوگیا یا کسی نبی کا انکار کیا مثلاً کہا کہ
موسیٰ یا عیسیٰ یا محمد مصطفےٰ یا آدم نبی نہیں ہیں کافر ہوگیا یا کسی کتاب الٰہی کا انکار کیا
یا انمیں سے کسی ایک تہوڑے سے کلام کا انکار کیا کافر ہوگیا یا انبیا کو جہوٹا کہا یا کتاب
الٰہی کو یا اُسکے کسی ایک ادنیٰ جز کو جہوٹہ کہا کافر ہوگیا یا فرشتوں کا انکار کیا مثلاً
یوں کہا کہ فرشتہ کا وجود نہیں اگر ہوتا تو کبہی ہمیں بہی دکہلائی دیتا لوگوں کے سنانیکو

قرآن میں فرشتہ کا ذکر کیا ہے کافر ہو گیا یا فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کافر ہو گیا
یا حشر کا انکار کیا مثلاً یوں کہا کہ مرنیکے بعد کوئی نہیں جیے گا یا اللہ سے آسمان و
زمین فنا نہیں ہو سکتے یا حساب نہو گا یا کہا دوزخ و جنت فقط لوگوں کے ڈرانے
اور خوش کرنیکو ذکر کر دیئے ہیں ورنہ ہیں نہیں یا جنت دوزخ کے کسی ثواب عذاب
خاص کا کہ جو قرآن میں مذکور ہے انکار کیا مثلاً کہا وہاں حوریں نہیں یا غلمان نہیں یا
دوزخ میں زقوم کا درخت نہیں یا کسی دوزخی کے لیے ستر گز کی زنجیر نہو گی علیٰ ہذا القیاس
کافر ہو گیا یا اللہ کے کسی حکم کو کہا کہ اسکو میں نہیں مانتا مثلاً کسی نے کہا کہ چلو شریعت
سے فیصلہ کرائیں دوسرے نے کہا میں شریعت کے فیصلہ پر راضی نہیں کافر ہو گیا کسلیے
کہ ایمان فقط جان لینے ہی کو نہیں کہتے ورنہ کافر بھی اللہ کو اور رسول کو حق جانتے تھے
بلکہ مان لینا بھی شرط ہے یا کہا اور سب احکام الٰہی کو تو مانتا ہوں مگر زکوۃ یا روزے
یا نماز یا حج کے حکم کو نہیں مانتا کافر ہو گیا مثلاً کسی نے کسیکو کہا کہ تم فلاں بری پیشے
کو چھوڑ دو اُسنے کہا خدا نے ہمکو یہی فرمایا ہے کافر ہو گیا **قسم دوم** وہ کلمات ہیں
کہ جنسے اشارۃً انکار ثابت ہووے مثلاً انہیں پہلی چیزوں کو اسطرح سے کہے کہ اُس سے
انکار نکلتا ہو مثلاً کسی نبی کی اہانت کی یا اُنکی کسی بات پر عیب لگایا یا اُنکے کسی
فعل پر ہنسی کی یا اُنکے حسب و نسب شکل و صورت پر طعن کیا یا کسی نے کہا ست دینوں
میں اسلام حق ہے کسی نے سنکر کہا سب دین حق ہیں کافر ہو گیا یا نجومی یا کاہن کو
سچا کہا کافر ہو گیا **قسم سوم** وہ کلمات ہیں کہ جنسے شک صراحتہً ثابت ہووے
مثلاً کہا کہ مجھے اللہ کے کریم ہونے میں یا رحیم یا رزاق ہونیمیں شک ہے کافر ہو گیا یا
کہا اُسکے ظالم نہونے میں شک ہے کافر ہو گیا یا کہے کہ مجھے فرشتوں کے یا رسولوں کے

یا کسنا ہونے وجود میں شک ہے یا قیامت کے ہونےمیں شک ہے کافر ہوگیا علی ہذا القیاس جو
چیزیں قطعی الثبوت ہیں اگر انمیں شک وشبہ کریگا کافر ہوجاویگا **قسم چہارم** وہ کلمات
ہیں کہ جنسے اشارۃً شک ثابت ہووے مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آویگی کسی نے
سنکر کہا دیکھا چاہیے کافر ہوگیا یا کسی نے کہا کہ جنت میں مومنونکو بڑی نعمتیں ملیں گی
اور کافرونکو بڑے سخت عذاب ہونگے اسنے کہا کیا خبر ہے کافر ہوگیا علی ہذا القیاس
اگر کسی نے کوئی کلمہ کفر کہا اور اسکو معلوم نہیں کہ یہ کلمہ کفر ہے بعض علماء کے نزدیک
جہل عذر نہیں کافر ہوگیا بعض کہتے ہیں نا جاننا عذر ہے کافر نہیں ہوا **قسم پنجم**
وہ افعال ہیں کہ جنسے انکار یا شک صراحۃً یا اشارۃً سمجھا جاوے مثلاً کسی نے قرآن
مجید کو اہانت کی راہ سے نجاست یا آگ میں ڈالا کافر ہوگیا یا اہانت کی راہ سے
کعبہ کیطرف پیشاب کیا یا تھوکا کافر ہوگیا یا اہانت کی راہ سے کسی مسجد کو گرا دیا یا
کسی عالم کو مار ڈالا کافر ہوگیا یا شرع کی کسی بات پر ٹھٹھا کیا مثلاً ایک شخص وعظ
قرآن کی نقل کرنے لگا اور چند لوگ اسکے آس پاس بیٹھکر ہنسی سے اس سے مسائل
پوچھنے لگے پس وہ سب کافر ہوگئے یا ثواب جانکر کسی کفر کی رسم کو عمل میں لایا
مثلاً زنار گلے میں ڈالا یا صلیب ڈالی یا ہنود کی مانند ماتھے پر ٹیکا لگایا یا انکے
کسی خاص لباس کو پہنا یا ہولی دیوالی نوروز کو منایا ان سب صورتوں میں کافر ہوگیا
اگر گناہ جانکر کریگا تو گناہگار ہوگا کافر نہوگا اور اگر کسیکے خوف سے کریگا کہ اگر نکرونگا
تو وہ مجھے مار ڈالیگا یا ضرر پہنچاویگا تب گناہ بھی نہیں یا کسی بت کے نام یا کسی قبر
کے نام بکرا ذبح کیا یا انکو سجدہ کیا یا توپ یا تھان یا دریا یا چبوترہ یا جھنڈی
کے آگے جانور ذبح کیا یا اللہ کے سوائے کسیکو سجدہ کیا یا اور افعال شرک ظہور میں لایا

ایمان گیا کافر و مشرک ہو گیا یا قبلہ معلوم ہوتے ہوئے بیعذر اور طرف منہ کرکے نماز
پڑہی کافر ہو گیا یا کسی امر منہی عنہ کو حلال سمجھکر کیا مثلاً زنا کو درست جانکر کیا یا شراب کو
مباح سمجھکر پیا یا اور گناہ اسیطور سے کیا کافر ہو گیا یا کوئی شخص مسلمانوں یا کافروں
کے عین مقابلہ کیوقت کفار کے ساتھ ہو گیا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوا کافر ہو گیا
اس لیے کہ یہ جمیع افعال انکار یا شک دین پر دلالت کرتے ہیں ف جسوقت کسی نے
کفر کی نیت کی اُسیوقت کافر ہو گیا خواہ نیت دس برس کے لیے کی ہووے مثلاً کسی نے
نیت کی کہ اگلے سال میں کرشان یا یہودی ہو جاؤنگا وہ ابہی کافر ہو گیا اللہ سے
نڈر ہونا کفر ہے لانہ لا یامن مکر اللہ الا القوم الکفرون اور اللہ کی رحمت سے
ناامید ہونا بہی کفر ہے لانہ لا یایئس من روح اللہ الا القوم الکفرون
ایمان خوف اور رجاء میں ہے پس اللہ سے ڈرتا بہی رہے کہ وہ
بے پرواہ ہے جہنم میں ڈالدے اور کچھ پرواہ نکرے اور اُس سے امید نجات
کی بہی رکہے کہ نہایت رحیم و کریم اور بڑا احسان کرنیوالا ہے جو کچھ اُس سے مانگتا ہے
وہ عطا کرتا ہے اپنے بندونکو بخشدیگا اور کچھ پرواہ نہ کریگا اللھم اغفر لنا
وارحمنا وادخلنا جنت الفردوس تنبیہ محققین علمائے فرماتے ہیں
کہ جن چیزوں پر ایمان تفصیلی میں ایمان لانا ضرور ہے جب تک کوئی شخص
انکا انکار یا شک نکرے یا کوئی ایسا فعل کہ جس سے انکار و شک سمجہا جاوے
اُس سے ظہور میں نہ آوے کافر نہیں ہوتا پس مفتی کو ضرور ہے کہ جب تک ہوسکے بات
کفر نہ کہے کافر نہ کہے اور بے دہڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنادیا کرے اسی
لیے امام ابو حنیفہ رح اسلام کے گمراہ فرقوں کی تکفیر نہیں کرتے ہیں حدیث

شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی کسیکو لعنت کرتا ہے یا کافر کہتا ہے ملائکہ اُس
کلمہ کو آسمان تک لیجاتے ہیں پس اگر جسکو کہا ہے وہ اُسکے قابل ہے
تو اُسپر ڈالدیتے ہیں ورنہ جسنے کہا تہا آخر وہ کلمہ اُسپر پڑتا ہے بعض لوگوں
نے ایسا طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں کسی شخص نے اُنکے معتقدات
میں سے خواہ وہ خلاف واقع ہی ہوں کسی چیز کا ذرا بہی انکار کیا اُسکو
اُسیوقت کافر بنادیا گویا کفر و اسلام اُنکے معتقدات ماننے نہ ماننے پر
منحصر ہے **وصیت** ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں ہے کیونکہ
گناہگار بہی ایمان کی بدولت جہنم سے نجات پاویگا اور آخر کار جنت میں
جاویگا پس اُسکی محافظت ہر وقت واجب اور اُسکی زینت کیواسطے گناہوں
سے بچنا عبادت میں مصروف رہنا مناسب ہے اس عالم جسمانی کی ہر چیز فانی
ہے وہ عالم جاودانی ہے پس کوئی عاقل یہاں کی کسی چیز سے دل نہ لگاوے
بلکہ عالم قدس کا مشتاق ہوکر مبدء فیض واہب الوجود اصل ہر موجود باریتعالیٰ
کیطرف رجوع لاوے **ع** دل آرا یکہ داری دل درو بند ✤ دگر چشم از ہمہ عالم
فرو بند ✤ اے انسان آلودگی جسمانی کو چہوڑ عالم قدس کیطرف منہ موڑ رشتہ
علائق کو موت سے پہلے توڑ **رباعی** زد سحر طائر قدسم ز سر صدرہ صفیر ✤
کہ دریں دامگہ حادثہ آرام مگیر ✤ قدسیاں بہر تو آراستہ عشرتکدہ انس ✤ تو دریں
غمکدہ چوں غمزدگاں ماندہ اسیر ✤ دنیا میں پہر کوئی دوبارہ نہیں آئیگا جو کچہ کرنا
ہے آج کرلو کل خدا جانے کیا ہے پس اگر کسیکو کہیں شبہ ہوجاوے تو فوراً
کسی عالم ربانی سے حل فرماوے اور اگر کوئی نہ ملے تو یوں سمجہے کہ اللہ

اور اُسکے رسول سے کوئی دانا اور عاقل نہیں جو کچھ اُنہوں نے فرمایا سب حق ہے یہ میرے فہم کا قصور ہے کیونکہ ہزارہا امور دنیویہ کی ادراک سے فہم مقصور ہے الٰہی تو نے جسطرح بن مانگے اپنی رحمت کاملہ سے ہمکو ایمان عطا فرمایا ہے اسیطرح اسکو سر آفت سے بچا اور ہمکو جنت الفردوس عطا فرما اور دنیا و آخرت میں کوئی تکلیف نہ دکھلا اِنَّكَ بَرٌّ رَؤُفٌ رَّحِيمٌ وَجَوادٌ كَرِيمٌ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى جَمِيْعِ عِبَادِهِ الصّٰلِحِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ اٰمِيْنَ ؀

قطعۂ تاریخ تالیف لمولفہ

چون دریں روزہا بفضل خدا	یافت ایں نسخہ صورت اتمام
داشتم فکر سال آن کہ کسے	گفت با من تمام گشت کلام

۱۲ ہجری ۹۲

الحمد للہ کہ تیسری ذالحجہ سنہ ۱۲۹۲ ہجری نبوی میں بوقت صبح اس کتاب کی تالیف شروع ہوئی اور چودہویں ۱۴ ربیع الاول سنہ مذکور کو عصر کے وقت تمام ہوگئی ؛

تمت

بحمد للہ والمنۃ کہ یہہ کتاب عقیدت انتساب مفید خاص و عام مسمی بہ
حقانیۃ الاسلام مصنفہ مولانا و اولانا مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب
سلمہ اللہ تعالےٰ مطبع انصاری دہلی مین بکمترین
آفاق میرزا عبد الرزاق کے
اہتمام سے چھپے

رسالهٔ مناظره مصنفه مولانا جامی قدس سره السامی

بسم الله الرحمن الرحیم

خدا را ذره که او را نیست همتا
بود از جسم و از جوهر معرا
بتوحیدش زبانها گشت گویا

ز وصف واصفان آمد منزه
چه بینی کثرت اشیا ز هر سو
گواهی میدهد بر وحدت او

بحیوان نطق را انعام کرده
ورا حیوان ناطق نام کرده
که تا خود را کند عرفان کامل

بود آیاتش گویند دلائل
پس از آداب بحث بی نهایت
بگو ای دل درود بی نهایت

اما آنکه ره او دین کشادند
برای بحث قانونی نهادند
بآن قانون اگر در بحث آئی

بدست جاهلان یابی رهائی
وگرنه گفتگویست بی تأمل
کشد البته یا دور و تسلسل

غرض از بحث اظهار صواب است
وگرنه بحث در راهت حجابست
طریق بحث و آداب اینچنین است

الا ای آنکه بحثت علم دین است
چنین گفتند ارباب معانی
چو بحث آمد ز ارباب معانی

اگر ناقل ز کلامی کرد انشا
بوجه نقل یا بر حکم دعوی
وگر ناقل بود بر گفته خویش

از صحت طلب کن زو کم و بیش
بود تصحیح نقلش از کتابی
و یا از گفته عالی جنابی

کلامش گر بود بر وجه دعوی
دلیل و حجتش باید در آنجا
بداند هر که او ز اهل ریاست

بنقلی یعنی منع از مجازست
اگر گوید بدعوایش دلائل
ورا آنجا نام او گردد معلل

پس می تواند کرد سائل
بتعیین منع اجزای دلائل
در این هنگام سائل می تواند

دلیلش را کند منع مجرد
و یا بر منع خود گوید سند را
که منعش مختفی نبود مجرد را

مر این را نقض تفصیلی بود نام
چنین دارم من از استاد پیشین
دگر منعش بود بر وجه اجمال

بمنعش شاهدی باشد در این حال
مر این را نقض اجمالیش خوانند
وگرنه نقض تفصیلیش خوانند

دگر دارد دلیلش را مسلم
تواند کرد منع مدعا هم
که من هم حجتی دارم در اینجا

دلیلی می تواند کرد پیدا
که او مثبت بود بر مدعا هم
اگر تا بر بحث بر تو غالب آیم

در این جا می شود سائل معلل
معلل می شود مانند سائل
بیکدیگر چو حجت عرض دارند

از آن نامش معارض می شمارند
همین است آنچه می باید درین باب
خطا باشد چنین در بحث آداب

طریق بحث را تقریر کردم
بوجه مختصر تحریر کردم

تمام شد رسالهٔ منظومه در علم مناظره تصنیف مولانا جامی قدس سره السامی

غلطنامہ کتاب عقائد الاسلام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۹	ہے	نہی	۳۸	۱۳	نہیں	نہیں ہے	۶۵	۱۷	اغرار	اعزاز
۶	۱۰	شکر	یا شکر	۳۹	۱۵	بتلائی	بتلائیگی	۶۶	۸	حدسے	خدا سے
۱۰	۱۳	بہی	مہی	۴۰	۵	ضرور	ضروری	〃	حاشیہ	باب ۱۳	باب ۲۱
۱۱	۱۵	جیور	جز	〃	۱۷	ادلہ	قوی ادلہ	۶۸	۱۰	ماسر	ماہر
۱۲	۶	ولزانجملہ	زانجملہ	۴۴	۱۲	کسیے	کسی نے	۷۱	۸	سمان	آسمان
۱۳	۴	سیں	ہیں	〃	۱۴	جب کافر	جب یک کافر	۷۳	۹	یہاں ہے	یوں لکہا ہو
〃	۱۱	امور قادر	امور کسی در	۴۶	۸	کبہی نقشر	کبہی نفس	〃	۱۲	دما	دیا جانا
۱۴	۱۱	قوت	قوت وطاقت	۴۷	۱۵	سول	رسول	۷۴	۱	مرا	سرا
۱۵	۱۲	حکیم	کوئی حکیم	۴۸	۳	رسے	ایسے	۷۵	۱۵	رہا	زبان
۱۶	۴	تو تو	تو	۵۰	۱۵	سے	کے	〃	۱۷	پاوہی	پادری
〃	۱۱	میں	ہیں	۵۱	۵	مکہ	کہ	۷۶	۱۹	جارور	جابرود
〃	۱۵	بطافت نطافت	لطافت	〃	۱۹	میں	ہیں	۷۸	۳	استمام	اہتمام کے
۱۷	۵	ایک ہے	ایک چیز کا ہو	۵۳	۱۰	الہا	الہیات	〃	۱۸	شرک	تشرک
حیز سو بھی ایک بہی پہلو جب یا غم یا خوشی لاحق ہوتی ہو				۵۴	۶	یہاں منبول	یہاں مقبول	۸۰	۱۳	لاسے	نہ لائی
۱۷	۱۳	تصار	فضاء	۵۵	۲	دیی	دینی	۸۳	۳	محمد لہ	محمد الہ
۲۱	۲	قال اللہ تعالی	کما قال اللہ تعالی	〃	۳	یہاں کا مکارم	یہاں کا ہر شخص مکارم	۸۷	۴	در	اور
۲۲	۵	انکو	اسکو	〃	۱۰	بلند	بلند کہتا ہے	۹۱	۷	نداوسر	تداویر
۲۳	۱۹	دلالت	حالات	۵۶	حاشیہ	سہال	اسہال	۹۲	۷	اور	کہ
۲۴	۳	پکائش	پکارسن	۵۷	۶	–	نہ	۹۵	حاشیہ	یورپ	یوروپ
۲۵	۱۲	کلام	یعنی کلام	〃	۱۸	ترل	ترک	〃	〃	سکے	سکے لوگ
۳۰	۱۹	اور	وہ	۶۰	۴	میں	کی	〃	۱۵	دوو	دو
۳۴	حاشیہ	ابن تیمیوں	بیٹے میراث تیمیوں	〃	۶	عیسے	تحیئے	۹۸	۱	دعوا	دعوی
۳۳	۱۳	کہ	اور	۶۱	۲	احیس	اجیس	〃	۹	ام المومنیر	ام المومنین
〃	۱۵	اور ایک	ایک	〃	۴	تہا	تہا انتہے	۱۰۰	۴	سانیکی	استانیکی
۳۴	۱۱	پس جو	پس یہ جو	۶۵	۷	اور	کیونکہ	〃	۸	ایک ایک	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	حاشیہ	کمی	کمی	۱۲۹	حاشیہ	انہیں	انہیں سے	۱۸۲	۱	خشر	حشر
"	"	سکی	انکی تمام	۱۳۲	۱۶	شرشرع	شرع	"	۸	خشر ونشر	عالم حشر ونشر کو
۱۰۲	۱۷	خالد بن الولید	خالد بن لبید	"	"	نبی کی	نبی اللہ کے	۱۸۳	۱۳	محاوات	محاورات
۱۰۳	۱	کمی	کمی	۱۳۵	۱۹	قال تعالیٰ	کما قال تعالیٰ	۱۸۴	۶	نے تجھکو	نے تجھکو بہت
۱۰۴	۱	حفظ	حفصہ	۱۳۶	۱۰	اعمال	اعمال حسنہ	۱۸۸	۱۷	کہتا	آتا
"	۱۵	اگر	آکر	۱۳۸	۹	یعزعر	یعز یعز	۱۹۰	۱۲	رہنا	نہ رہنا
۱۰۶	۹	نحضرت	آنحضرت	۱۴۰	۱۳	کمرتا	کرتا	"	۱۹	انکاربہ	انکار
۱۰۷	۱۴	الہی	الہی کو	۱۴۲	۵	ہوچکی	ہوچکی	۱۹۳	۴	ہو	ہو کر
"	حاشیہ	مناسب	نامناسب	"	۱۴	اور	کہ	۱۹۴	۸	بیٹے	بیٹھے
۱۱۱	۱۴	ایک	ایک تو	۱۴۳	حاشیہ	محال ہے	یہ محال ہے	"	۱۲	سے	سنے
۱۱۲	۳	باتیں	یا تین	۱۴۵	۲	والنعام	انعام	"	۱۵	پل صراط	پل صراط سے
۱۱۳	۱۵	بہچیں	نہ پہنچیں	۱۴۷	۱۱	کی	کمی	۱۹۵	۱۷	ابن ماجہ	ابن عباس
۱۱۴	۱۳	موضوع بنائی	موضوع یعنی بنائی	۱۴۸	۸	ہوتے ہیں	ہوئی ہے	۱۹۶	۱۵	دعا	مدعا
"	۱۴	تجربہ	تجر	۱۴۹	۱۱	وصیت	کچھ وصیت	۱۹۷	۳	انکو مجھکو	اسکو
۱۱۵	۶	اب	باب	۱۵۱	۱۷	جسم	جسم سے	۱۹۸	حاشیہ	بعد	بعد
۱۱۷	۷	پہنچے	ہم پہنچے	۱۵۲	۱	تہتروا	تہترواں	۱۹۹	۵	احمد	احمد
۱۱۸	۲	بلکہ	ملکہ	"	۱۴	سے	کے	"	۸	ترجمہ بصائر	ترجمہ کشف بصائر
"	۱۰	سوا	سو	۱۵۳	۱۰	ولہ	ادلہ	"	۴	مردہ لیے	مردہ کے لیے
۱۱۹	۱۸	احماع	اجماع	۱۵۶	حاشیہ	جو	وہ	۲۰۱	۱۳	انتی	انثی
۱۲۳	حاشیہ	نہیں	یہ تھیں	۱۵۹	۱۹	الاختیار	بالاختیار	۲۰۲	۷	منسخ	مسخ
۱۲۴	۱۰	بن الالی	بن العربی	۱۶۶	۱۰	لہرا	کہرا	"	۱۵	جمع	تجمع
"	۱۲	مسالن	مسائل	۱۷۱	حاشیہ	روزہ	دریوزہ	۲۰۴	۱۶	بھی	بھی
"	۱۷	حمل	مجمل	۱۷۳	۱۰	سرزدموا	سرزد ہوا	۲۰۵	۱۴	انصاری	نصاری
۱۲۶	۱۴	تشرعی	تشرعی کی	۱۷۵	۲	یا اوریہ	یا کسی اور	۲۰۶	۲	تہدی	مہدی
۱۲۸	۹	پہنچا شب	پہنچا شب اللہ	۱۷۶	۱۹	بہائی یہ	بہائی اللہ کے	"	۸	ہمدان	میدان

نثر نثری انشار چکیده قلم گوہر رقم جناب استاد الفضلا معلم العلما رمولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مدظلہ

اردو میں کتاب لاجواب مینے اول سی آخر تک دیکھی سچ یہ ہے کہ ایسی کتاب اس زبان میں دیکھی نہ سنی مضمون کے خوبی مصنف کے کمال کے دلیل ہی اور کیون نہ ہو بعید نعت الرحمٰن المنان زیادہ لکھنا فضول ہے دیکھنی والے خود دیکھ لینگے کہ کتاب کیسی ہے

چکیدۂ قلم گوہر رقم جناب سہر آمد ذکیا عمدۃ الفضلا مولوی محمد عمر صاحب ناصر الاسلام مد اللہ ظلہ حامداً و مصلیاً اما بعد الحمد و الصلوٰۃ فقد رأیت ہذا الکتاب المستطاب العجاب المصلب الذی ہو فصل الخطاب فوجدتہا قاطعا لعرق الارتیاب و کوکبا طالعا عن مطلع الصدق و الصواب فلا یکذبہ الا المتعصب الکذاب ولا یصدقہ الا المومن علی الباب الذی یطلب عن جنابہ النجاۃ و حسن المآب فقط

قطعہ تاریخ تالیف منہ سلمہ

کتاب جمیل جلیل المرام
صحیح نجیح نفیس المہام
چو حساد دین سر بریده شدند
افلاح الناس عن نیوض الاصلاح

مزیل لوہم الد الخصام
بزدم خیمہ لا ہی عرش جلال
ندا شد زہی مغز علم کلام
راس الکیاد اذا قطعتہ الہم تے

بہی رضیّ نقی المقام
کہ یابم نشان من اختتام
ایضاً انتباح النور منہ مرایا الارواح
بالنور تکشف فیہا مصابح

قطعہ تاریخ انطباع عقائد الاسلام از نتائج طبع نکتہ سنج نکتہ دان جناب منشی حبیب الدین احمد

ہوئی علم کلام میں جس وقت
دور و نزدیک جتنی تھی احباب
پیک فرخنده نی دیا پیغام
شہره جسکا فن کلام میں تھا
کشته تیغ گردش ایام
مجھسے کہنے لگا زروی طرب

صاحب المتخلص سوزان سلمہ
فکر تاریخ میں تھی صبح و شام
مینے اسوقت اپنی دلسی کہا
ہو گئی آج وه کتاب تمام
جون ہی یہ بات میرے منہ سے نکلے
لے بس اب ختم ہو گیا ہے کلام

زیب مطبع عقائد الاسلام
باری اک جائی میں تہا کہ مجھے
کہ خبر ہے تجھے دل ناکام
کوئی تاریخ کہہ کہ میں تو ہون
دل غمناک اپنی دلکو تہام
سنہ ۱۳۰۲ ہجری صلعم

اشتہار